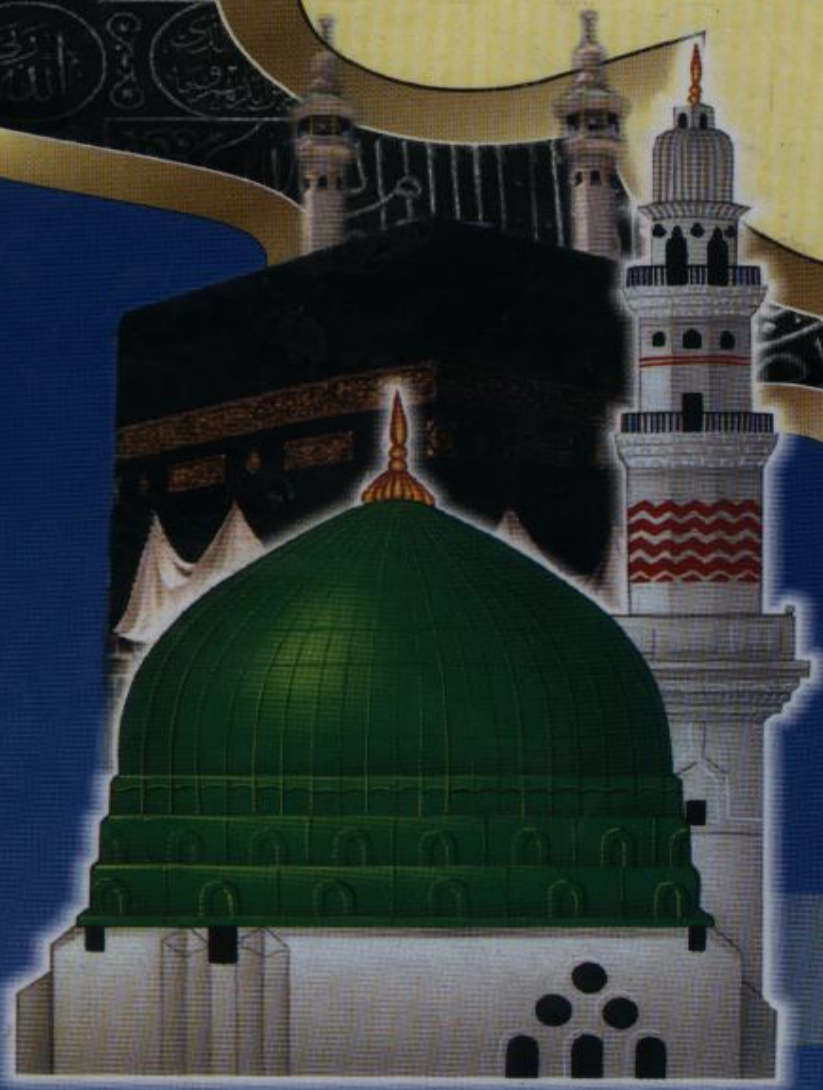
احکام شریعت



اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی

کتب خانہ حاجی نیاز احمد
ناشران تاجران کتب
اندرون بوہڑ گیٹ ملتان فون: 571218

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجموعہ مبارکہ جامع مسائل ضروریہ حاوی احکام شرعیہ

احکام شریعت

(مکمل)

مصنف

حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

کتب خانہ حاجی نیاز احمد

ناشران تاجران کتب

Ph: 571218
782858

اندرون بوہڑ گیٹ ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ۔۔۔

فہرست احکام شریعت

ہر سہ حصہ

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
1	احناف کے نزدیک مچھلی کے سوا تمام دریائی جانور حرام ہیں۔	13
	جھینگا مچھلی کی ہی ایک قسم ہے۔	13
	چھوٹی مچھلیاں جن کے پیٹ سے آلائش نہیں نکالی جا سکتی ان کا کھانا مکروہ تحریمہ ہے	14
	جھینگا نہ کھانا اولی ہے۔	15
2	یارسول اللہ یا ولی اللہ یا علی مشکل کشا کے الفاظ سے ندا کرنا اور وسیلہ جانتے ہوئے ان سے مدد طلب کرنا بالکل جائز اور روا ہے۔ اس کا ثبوت اور اس کے دلائل۔	16
3	پولیس کی وردی اور کنار کی دھوتی پہن کر نماز ادا کرنے کا کیا حکم ہے۔	17
4	کافر کے جھوٹے کا حکم۔	18
	تحقیق یہ ہے کہ کافر کے جھوٹے سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔	19
5	ظہر کی چار سنت پڑھ لیں پھر سہواً فرض کی جگہ چار سنت کی نیت کر لی دو سنت پڑھ کر آخری دو میں فرض کی نیت کی کیا اس طرح ادا ہو جائے گی؟ اس کا حکم	21
6	فرض کی آخری دو رکعتوں میں فاتحہ کے بعد سہواً سورت ملا لی تو کوئی حرج نہیں	23
7	بندوق سے مرا ہوا جانور حرام ہے۔ ہاں موت واقع ہونے سے پہلے ذبح کر لیا گیا تو حلال ہے۔	27
8	ہر قسم کا شکار تفریحاً بالاتفاق حرام ہے۔	30

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
9	تانبے کے برتن میں بلا قلعی کیے کھانا پینا وضو کرنا مکروہ ہے۔	31
	مٹی کے برتن تواضع کے زیادہ قریب ہیں۔	32
10	یہ عقیدہ رکھنا کہ فلاں درخت پر شہید مرد رہتے ہیں اور اس عقیدہ کے تحت	
11	وہاں فاتحہ دلانا وغیرہ محض واہیات خرافات اور جاہلانہ حماقات ہیں۔	32
	حقوق والدین کا نفیس بیان۔	33
12	نماز وتر میں دعا قنوت کی جگہ قل ہو اللہ پڑھنے کا حکم۔	43
13	کن کیا اڑانا اور اس کی ڈور لوٹنا حرام ہے۔	45
13	کتا پالنے، کبوتر پالنے اور بٹیر بازی ومرغ بازی وغیرہ کا شرعی حکم۔	46
14	کتے کے پکڑے ہوئے شکار کا حکم۔	49
16	نمازی کے آگے سے گزرنا گناہ ہے۔ اس مسئلہ کی پوری تفصیل۔	52
17	جواب سلام کا جائز اور ناجائز طریقہ۔	55
18	قوالی مزامیر کے ساتھ سننا حرام ہے۔	60
19	اذان میں حضور کے نام پر ناخن چومنا مستحب ہے۔ لیکن خطبہ میں نہ چاہیئے	66
20	مزارات اولیاء کرام پر روشنی کرنا اور چادریں چڑھانا جائز ہے نفیس تحقیق۔	67
21	محمد نبی، احمد نبی، نبی احمد نام رکھنے حرام ہیں۔	72
	غفور الدین نام رکھنا بھی منع ہے۔	
	کلب علی۔ کلب حسن۔ کلب حسین، غلام علی وغیرہ اسماء کے ساتھ محمد کلب علی	
	محمد غلام علی ملا کر لکھنا یا بولنا ٹھیک نہیں۔	
	بدر الدین، نور الدین، تاج الدین وغیرہ نام بھی اچھے نہیں۔ ہاں بزرگوں	
	کے ناموں کے ساتھ لوگوں نے توضیعا یہ القاب لگائے یہ درست ہے۔	
	علی جان، محمد جان نام جائز ہیں۔	
	محمد واحمد نام کے فضائل از احادیث ہے۔	

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
	بدمذہب کی بخشش نہیں۔	
	مولوی عبدالحی لکھنوی کے ایک فتویٰ پر تنقید۔	
	ایہام اور احتمال میں فرق۔	
	جو شخص اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مملوک تصور نہیں کرتا وہ حلاوت ایمان سے محروم رہتا ہے۔	
	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مالک جہاں ہونے کا مطلب۔	
22	موسم سرما اور گرما میں وقت زوال کی تحقیق۔	99
23	ایمان کی تعریف اور کمال ایمان۔	101
24	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کیا اعتقاد رکھنا چاہیئے۔	102
25	غلہ خریدنے کے لئے پیشگی روپیہ دینے اور نرخ مقرر کر لینے کی تحقیق۔	104
26	بیع غلہ کی بعض صورتیں جو قطعاً سود ہیں۔	105
27	شہر میں متعدد جگہ جمعہ ادا کرنے کا مسئلہ۔	106
28	طلاق کے اقسام۔	106
29	زکوٰۃ کے نصاب اور بعض دیگر مسائل زکوٰۃ کی تحقیق۔	107
	صدقہ فطر کا وزن اور اس کے چند مسائل۔	
30	مسجد میں ہنسنا اور دنیا کی باتیں کرنا سخت منع ہے۔	109
31	حرام روپے کو نیک کاموں میں صرف کرنے کا حکم۔	109
32	محصول چنگی کی ملازمت کرنے کا حکم۔	110
33	کفار کے اقسام۔ بدترین کفار کون ہیں۔	111
34	مسجد میں مانگنا اور سوال کرنا۔	112
35	خیرات کا ناجائز طریقہ۔	114
36	بعض آداب مسجد کا بیان۔	114

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
37	اجرت مقرر کر کے قبر پر قرآن مجید پڑھانا حرام ہے۔ جائز صورت کا طریقہ	115
38	ایک بیمار کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی۔	116
	بیمار کے ساتھ کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ اس مسئلہ کی پوری تحقیق۔	116
39	تھویب مستحسن ہے۔ تھویب کی وہ مستحسن صورتیں جن کو وہابیہ بدعت کہتے ہیں	117
40	تمباکو پان کھا کر قرآن مجید، درود شریف اور وظائف کرنے کا حکم۔	118
41	پڑوسی کے حقوق کا بیان۔	120
42	نیاز اور فاتحہ میں فرق، اور فاتحہ کا طریقہ۔	121
43	سیاہ خضاب لگانا حرام ہے۔ زرد یا سرخ اچھا ہے۔	122
44	قادیانی، رافضی تبرائی، یہودی اور نصرانی وغیرہ کے ذبیحہ کا حکم	122
45	قادیانی، رافضی وغیرہ اور اہل کتاب کے ساتھ نکاح کرنے کا حکم۔	123
46	بیع صرف اور سود کی بعض صورتوں کا بیان۔	124
47	ذبیحہ کے ایک ضروری مسئلہ کا بیان۔	125
48	حقوق والدین۔	126
49	شیعوں کی مجالس میں جانا، ان کے مرثیے سننا اور ان کی نیاز کی چیز لینا حرام ہے۔	126
	محرم میں سبز اور سیاہ کپڑے پہننا منع ہے کہ علامت سوگ ہے۔	
50	محرم شریف میں متعلق بعض ناجائز باتوں کا بیان۔	127
51	شانوں تک بال رکھنا جائز بلکہ سنت ہے اس سے زائد حرام ہیں۔	127
52	کن لوگوں کی امامت جائز اور کن کی حرام اور کن کی مکروہ ہے۔	128
	ڈاڑھی منڈانے والے یا خشخاشی رکھنے والے اور حد شرع سے کم کرنے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمہ ہے۔	
53	عورت و مرد کے ایک دوسرے پر حقوق کا بیان۔	129
54	ننگے سر نماز پڑھنے کا حکم۔	130

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
55	ذبح کے وقت اگر ساری گردن کٹ گئی تو ذبیحہ حلال ہے۔	130
56	نیچے کے چنے صرف فقیر کھا سکتا ہے۔ بزرگوں کی فاتحہ غنی فقیر سب کھا سکتے ہیں۔ کہ یہ تبرک ہے۔	131
57	ذبح پر اجرت لینا جائز ہے۔ اور اس کی امامت درست ہے۔	131
58	بزرگوں کا شجرہ پڑھنا جائز ہے اور اس کے فوائد۔	132
59	مسجد میں کھانے پینے کا حکم۔	134
60	دو بہنوں سے بیک وقت نکاح کرنے اور ان کی اولاد کا حکم۔	134
	حصہ دوم	
1	وقت مغرب کی تحقیق۔	137
2	چند مسائل زکوٰۃ۔	138
	قربانی کس پر واجب ہے۔	
	ہندوؤں کی خوشنودی کے لئے گائے کی قربانی نہ کرنا سخت حرام ہے۔	
	نماز قضا کی نیت کا طریقہ۔	
3	قضا نمازیں پڑھنے کا مختصر اور آسان طریقہ۔	140
4	عورت اپنے ایام عدت کس مکان میں پورے کرے۔	140
5	امامت سے متعلق ایک مسئلہ۔	141
6	طوائف کا بیٹا اگر مسائل نماز و طہارت کا پوری طرح واقف ہو تو اس کے پیچھے نماز بالکل درست ہے۔	142
7	کون سی دعوت سنت ہے۔ اور کونسی دعوت قبول کرنی چاہیئے اور کون سی نہ کرنی چاہیئے۔	142
8	شب معراج کے متعلق ایک جھوٹی روایت کی تردید۔	143
	مصنف کتاب معارج النبوۃ کی ثقاہت یا عدم ثقاہت۔	

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
	طوائف کی حرام آمدنی سے میلاد شریف پڑھنے کا حکم۔	
	مجلس میلاد میں بعد میلاد شریف ذکر شہادت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور واقعات کربلا پڑھنا منع ہے۔	
	خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق ایک غلط روایت کی تردید۔	
	روافض کی مجالس مرثیہ دسوز خوانی میں شریک ہونا حرام ہے۔	
	میلاد شریف پڑھنے کی اجرت مقرر کرنا منع ہے۔	
	شب معراج حضور علیہ السلام کے مع نعلین شریف عرش پر تشریف لے جانے کی روایت موضوع ہے۔	
	حضور علیہ السلام کے والدین کو عذاب میں جاننا جھوٹ، افتراء اور بہتان ہے۔	
	مسائل شرعیہ کو جانتے ہوئے نہ ماننا گمراہی ہے۔	
9	مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کرنے کا حکم۔	146
	برطانوی دور اقتدار میں ہندوستان سے ہجرت کا مسئلہ۔	
10	اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ نے تحریک خلافت میں حصہ کیوں نہ لیا۔	147
11	پتہ یا درخت تسبیح میں غفلت کی وجہ سے سزاء گر جاتا ہے۔ کیا بعد سزا دوبارہ تسبیح میں مصروف ہو جاتا ہے۔ یا نہیں۔	148
12	اللہ تعالیٰ کا ذکر ضمیر مفرد سے بہتر ہے یا ضمیر جمع سے۔	149
13	بچہ کس عمر کو پہنچے تو اس کو بسم اللہ شروع کرانی چاہیئے۔	150
14	اپنے شیخ کے وصال کے بعد کسی دوسرے بزرگ سے بیعت کا حکم۔	150
15	جمعہ کے دن احتیاط الظہر کا مسئلہ۔	151
16	ڈاڑھی منڈے آدمی کے متعلق اگر یہ معلوم نہ ہو کہ مسلمان ہے یا کافر تو اس	151

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
	سے ابتدا اسلام جائز نہیں۔	
17	حضور علیہ السلام کی چاروں پشتوں کو درود فاتحہ جائز ہے۔	151
18	یزید پلید کے اسلام و کفر کا حکم۔	152
19	غنی صدقہ کھا سکتا ہے یا نہیں اس کی تحقیق۔	152
20	فرشتوں پر درود و فاتحہ پڑھنے کا حکم۔	152
21	نذر مانی کہ کام ہو گیا تو نذر مسجد میں لے جاؤں گا ایسی نذر امیر غریب سب کھا سکتے ہیں۔	153
22	مردہ کی طرف سے جو کھانا دیا جائے وہ صرف غریب کھا سکتا ہے۔	153
24	ختنہ کی تقریب میں عام دعوت کرنا درست ہے۔	153
25	ایک آدمی کے ذمہ نماز، روزہ، حج اور صدقہ وغیرہ ہو اور وہ ادا کیے بغیر مر جائے تو اس کی ادائیگی طریقہ۔	154
26	وراثت کا ایک مسئلہ۔	154
27	عورتوں کا مزارات پر جانا منع ہے۔ اولیاء کرام اپنی قبور میں تصرف فرماتے ہیں۔ نفی تصرف کی ایک بے ہودہ دلیل کا رد۔	155
28	مزامیر کے ساتھ قوالی حرام ہے۔ کسی قبر سے چراغ کی روشنی کا نمودار ہونا صاحب قبر کی بزرگی کی دلیل ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اس کی وضاحت۔	155 156
29	قبر پر درخت لگانا قبرستان کی حفاظت کے لئے چار دیواری بنانا درست ہے	156
31	زندہ بزرگوں کا وصال یافتہ بزرگوں سے ہمکلام ہونا بکثرت ثابت ہے۔	157
32	اللہ تعالیٰ کے اسماء کا شمار ناممکن ہے۔ یوں ہی حضور علیہ السلام کے اسماء مبارکہ بھی بے شمار ہیں۔	157
33	سورۃ فاتحہ اور سورہ اخلاص میں بھی حضور کی نعت پائی جاتی ہے۔	157

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
34	وصال یافتہ بزرگ اگر خواب میں اپنے مرید کو کوئی کام بتائے تو اگر وہ کام موافق شرع ہو تو اس کا کرنا اچھا ہے۔	158
35	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لال کافر کو مارنے کا قصہ بے اصل ہے۔	158
36	ستون حنانہ آخرت میں جنت کا درخت بنے گا۔	158
37	فرعون وغیرہ کے دعویٰ الوھیت اور حضرت منصور وغیرہ کا انا الحق کہنے میں فرق	158
38	جس زمین کی مال گزاری مالک دیتا ہو اس میں پانی ٹھہرا اور مچھلی ٹھہری تو مالک اس مچھلی کی ملکیت کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔	159
39	نماز میں کثرت رکوع وسجود کی نسبت طول قیام بہتر ہے۔ نماز میں ٹوپی گر جائے تو اٹھا کر سر پر رکھ سکتا ہے۔ مگر بار بار نہ کرے۔ رکوع میں کسی کے لئے دیر کرنے کی نفیس تحقیق۔ بھول کر رکوع میں چلا گیا اور دعا قنوت نہ پڑھی اب واپس قیام کی طرف نہ آئے۔ فرض قرأت کی مقدار۔	159
40	عورت حج کو جانا چاہے۔ شوہر نہ جانے دے اس مسئلے کی تحقیق۔	162
41	نماز کا وقت جا رہا ہے شوہر نماز کے علاوہ کوئی اور حکم دے تو مسئلہ یہ ہے کہ نماز پڑھے اور شوہر کا حکم نہ مانے۔	162
42	مجلس میلاد شریف میں آخر وقت میں قیام کی وجہ سے۔ وھابیہ کے سوال کا جواب	162
43	کسی باطل فرقے کے عقائد پسند کرنا کفر ہے۔	162
44	تعدیل ارکان نہ کرنا گناہ ہے نماز واجب الاعادہ ہے۔	163
45	عورت شوہر کی اجازت کے بغیر بھی مرید ہو سکتی ہے۔	164
46	کفو کا مسئلہ۔	164
47	پہلی رکعت میں ایک سورت پڑھی دوسری میں اس سے پہلی پڑھ لی تو نماز	164

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
	ہو جائے گی مگر قصد ترتیب بدلنا گناہ ہے۔	
48	غیر عربی الفاظ کو خطبہ جمعہ میں ملانا خلاف سنت متوارثہ ہے۔	165
49	سفر شرعی کی حد۔	165
50	تین اوقات مکروہ میں تلاوت قرآن بھی بہتر نہیں۔	165
51	آیات میں وقت کا مسئلہ۔	166
52	بھنگ، چرس وغیرہ کا قلیل مقدار میں استعمال بھی گناہ ہے۔	166
53	بعض کلمات کفریہ کا بیان۔	167
54	طلاق کا ایک مسئلہ۔	167
55	ایام حمل میں طلاق نہ دینی چاہیئے اگر دے گا تو ہو جائے گی۔	167
56	آیات کی ترتیب بدل جانے کے باوجود نماز ہو جاتی ہے الخ	168
57	سود کی بعض صورتیں۔	168
58	قربانی کس پر واجب ہے۔	168
59	فساد معنی اگر ہزار آیت کے بعد بھی رونما ہو تو نماز جاتی رہے گی۔	169
60	غلط اذان سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔	169
61	نابالغ کے پیچھے بالغ کی کوئی نماز نہیں ہو سکتی۔ نابالغ کی اذان کا مسئلہ۔	
62	چاندی کی انگوٹھی ایک نگ کی ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کی جائز ہے۔ باقی کسی طرح کی انگوٹھی جائز نہیں۔ گھڑی کا سونے چاندی کا چین مرد کو حرام ہے۔ اور دوسری دھاتوں کا ممنوع ہے۔ اسے پہن کر نماز مکروہ تحریمی ہے۔	170
63	سونے چاندی کے بلا زنجیر کے بٹن مرد کو جائز ہیں۔	170
64	سونے چاندی کے زنجیر والے بٹن مرد کو کسی صورت میں جائز نہیں۔	171

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
65	جس نے فجر یا ظہر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں اس کے امام بننے کا مسئلہ۔	171
66	نماز کے لئے سوتے آدمی کو ضرور جگانا چاہیئے۔	171
67	تکبیر بیٹھ کر سننا مسنون ہے کھڑے ہو کر سننا مکروہ ہے۔	171
68	صرف ایک تکبیر کہہ کر رکوع میں جماعت کے ساتھ مل گیا نماز ہوگی یا نہیں۔	172
69	غسل ضروری سے متعلق ایک مسئلہ۔	172
70	ڈاڑھی منڈانے والا، خشخاشی رکھنے والا اور حد سرع سے کم کرنے والا فاسق معلق ہے اسے امام بنانا گناہ ہے فرض ہو یا تراویح۔	172
71	شرعی ڈاڑھی کی مقدار۔	173
72	طلوع آفتاب سے کم از کم بیس منٹ بعد قضا وغیرہ پڑھنے کا حکم ہے۔ بیس منٹ تک انتظار واجب ہے۔	173
73	میت کے گرد قبر کو پختہ بنانا درست نہیں۔ اوپر کا حصہ پختہ ہو تو کوئی حرج نہیں	173
74	غلط فرقوں والوں اور یہود و نصاری کی ملازمت کا حکم۔	173
75	عورت کے لئے پردے اور زیارت والدین کا مسئلہ۔	174
76	ذکر جہر جائز ہے اور اس کی جائز حد کا بیان۔	174
77	جو شخص نماز، کلمہ وغیرہ نہ جانتا ہو اور سیکھنے کا کہو تو انکار کرے ایسے شخص کو نئے سرے سے مسلمان ہونا چاہیئے۔	175
78	برائے تعلیم وہابی سنی بن کر مناظرہ کرنا بھی درست نہیں۔	175
79	کفار کو اخلاق میں اچھا کہنا بھی گناہ ہے۔	176
80	لاوارث کے ترکے کا مسئلہ۔	176
81	نماز کی تحقیر کرنے، عذاب الٰہی کو ہلکا جاننے اور قادیانی کی حمایت کرنے والا انسان اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔	177
82	قادیانیوں سے میل جول معاملت حرام ہے۔	177

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
83	بدمذہبوں سے میل جول رکھنے والا فاسق معلق ہے امامت کے لائق نہیں۔	178
84	جہیز عورت کا حق ہے۔	178
85	فصیل حوض مسجد سے خارج ہوتی ہے۔	179
86	جن عورتوں کے ساتھ نکاح اور جن کے ساتھ ناجائز ہے ان کا بیان۔	179
87	روافض زمانہ علی العموم مرتد ہیں ان سے میل جول وغیرہ حرام ہے۔	179
88	میت کے لئے صدقہ اور اسقاط کا مسئلہ۔	180
89	افیون کی تجارت کا حکم۔	181
90	پیر سے بھی پردہ ضروری ہے۔ عورتوں سے خلط ملط رکھنے والے پیر کی بیعت نہ ہو۔	181
91	بیمہ کا شرعی حکم۔	181
92	نسب باپ کی طرف سے چلتا ہے۔	182
93	آخری چہارشنبہ کی کوئی اصل نہیں۔	183
94	پیر، استاد کی تعظیم مسجد میں بھی جائز ہے۔ عالم دین کے قدموں کو بوسہ دینا سنت ہے۔ اور قدموں پر سر رکھنا جہالت ہے۔	183
95	عورت بلا اجازت کہاں جاسکتی ہے اور کہاں نہیں جاسکتی۔	184
97	صرف اس احتمال سے کہ یہ ولد الزنا ہے شرعی باپ کے ترکے سے محروم نہیں ہوسکتا	186
98	دعوت ولیمہ اور ختنہ کا اعلان کرنا درست ہے۔ نیوتے کی رسم درست ہے۔ رام چندر وغیرہ نبی نہیں تھے۔	189
99	درخت یا پتہ تسبیح سے غفلت کی وجہ سے کاٹ دیا گیا بعد سزائے غفلت تسبیح میں مشغول نہیں ہوتا۔	192

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
100	موالات کفار حرام ہے۔ مسبوط اور عمدہ بحث۔ زن مرتدہ کے بعض احکام کا بیان۔	194
101	جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے اندر خلاف سنت ہے۔ خلفاء راشدین کے زمانہ میں بھی یہ اذان خارج مسجد ہوتی تھی۔ فقہ حنفی کی معتمد کتابوں میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔ خلاف حدیث وفقہ رواج پر اڑنا بڑا ہے۔ بدعت کونسی بات ہے۔ مکہ معظمہ میں بھی اذان خارج مسجد ہوتی ہے۔ مردہ سنت کو زندہ کرنا بڑا ثواب ہے۔ علماء کرام کا فرض منصبی ہے کہ مردہ سنتوں کو زندہ کریں۔ حوض کی فصیل خارج مسجد کے حکم میں ہے جبکہ پہلے سے ہی وہ حوض کیلئے مختص کی گئی ہو۔ لکڑی کا منبر سنت ہے۔	205
102	عبدالمصطفٰے لکھنا اور کہلانا بالکل جائز ہے۔ اس کے دلائل۔	213
103	ناپاک گھی کو پاک کرنے کے طریقے۔	215
105	مونچھیں اتنی بڑھانا کہ منہ میں آئیں حرام ہیں۔	216
106	خطبہ جمعہ میں سلطان اسلام کا نام لے کر اس کے لئے دعا کرنے کا حکم۔	217
107	سر پر شال ڈال کر نماز پڑھانے کا مسئلہ۔	217
108	ولدالزنا کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔	218
	ملفوظات اعلحضرت رضی اللہ عنہ	
1	مرض اٹھرا کے متعلق تعویذ۔	219
	بڑا چراغ روشن کرنے کی ترکیب۔	220

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
2	خرابی دماغ کا علاج از آیات قرآنی۔	222
3	حضور علیہ السلام کا کمبل اوڑھنا ثابت ہے۔	222
4	پیراہن میں کتنے کپڑے ہوتے ہیں۔	222
5	موم بتی مسجد میں جلانے کا حکم۔	223
6	ولایتی کی بنی ہوئی موم بتی کا حکم۔	223
7	نماز کا ایک مسئلہ۔	223
8	جماعت ثانیہ صرف جائز ہے۔ اصل جماعت اول ہے۔	224
9	نماز جنازہ میں تین صفیں کی جائیں۔	224
10	جانور ذبح کر کے سری چوراہے میں پھینکنا وغیرہ حرام اور اضاعت مال ہے۔	224
11	خطبہ نکاح بھی کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے۔	225
12	معلم بچوں سے کام کرا سکتا ہے یا نہیں اس کی وضاحت۔	225
13	میلاد خواں کے ساتھ امرد شامل نہ ہونا چاہیئے۔	225
14	نوشہ کے اوبٹن ملنا جائز ہے۔	225
15	نماز قصر کا ایک مسئلہ۔	225
16	وطن اصلی اور وطن اقامت کا ایک مسئلہ۔	225
17	وھابی نکاح پڑھائے تو نکاح ہو جاتا ہے مگر حرام ہے۔	225
18	ولیمہ زناف کی سنت ہے۔	226
19	نکاح کے بعد چھوہارے لوٹانا حدیث سے ثابت ہے۔	226
20	سیاہ خضاب حرام ہے۔	226
21	صحابہ جہاد کی غرض سے خضاب لگاتے تھے۔	226
22	نماز قصر نہ تھی اور قصر پڑھ لی تو اس کا اعادہ ضروری ہے۔	226
23	مسجد کی زمین کی بیع حرام ہے اگرچہ مسجد ویران ہو چکی ہو۔	226

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
24	نماز جنازہ میں جلدی کرنے کا مطلب۔	227
25	مردہ کے ساتھ مٹھائی وغیرہ قبرستان میں لے جانا منع ہے۔	227
26	حرمت مصاہرہ کا مسئلہ۔	227
27	بعض عورتیں نور نبی کریم علیہ السلام کی تمناء میں فوت ہوگئیں۔	227
28	حیلہ اسقاط سے کس قدر کفارہ ادا ہوتا ہے۔	228
29	خطبہ کے وقت عصا ہاتھ میں نہ لینا اولیٰ ہے۔	228
30	دیہات میں جمعہ پڑھنے کا مسئلہ۔	228
31	حضور کی قسم کھانے میں کفارہ لازم نہیں۔	228
32	حضور کی قسم کا کھانا بے ادبی ہے۔	228
33	تانبے پیتل وغیرہ کا خلال گلے میں لٹکانا منع ہے۔	229
34	جوان غیر محرم عورتوں کے سلام کا جواب دل میں دینا چاہیئے۔	229
35	سنت فجر اول وقت میں پڑھنا اولیٰ ہے۔	229
36	ظہر کی اول سنت پڑھے بغیر جماعت نہ کرائے۔	229
37	جمعہ کی پہلی چار سنتیں خطبہ کیوجہ سے اگر رہ جائیں تو نماز کے بعد ضرور انہیں پڑھے	229
38	ہندو کسی جائز مقصد کے لئے آڑھت لیں جائز ہے۔	229
39	دست غیب کے لئے دعا کرنا حرام ہے۔	230
40	کیمیا کوئی شے نہیں۔	230
41	اصل دست غیب جو قرآن نے بتایا ہے۔	230
42	علم باطن کا ادنیٰ درجہ۔	231
43	غیر عالم کو وعظ کہنا حرام ہے۔	231
44	عالم کی تعریف۔	231
45	مجاہدہ کے لئے کم از کم اسی برس درکار ہیں۔	232

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
	حصہ سوم	
1	شطرنج اور تاش کھیلنا ناجائز ہے۔	233
2	سود اور رشوت کا مال صرف زبانی توبہ سے پاک نہیں ہوسکتا۔	233
3	لباس کے متعلق ایک قاعدہ کلیہ۔	233
4	طواف قبر اور سجدہ قبر ناجائز ہے۔	234
	بوسہ قبر بھی منع ہے۔	234
5	نقالوں کو وغیرہ کردینے کا حکم۔	235
6	ایک دوسرے پر آم کی گٹھلیاں مارنا ممنوع ہے۔	235
7	بیل بکرے وغیرہ کو خصی کرنا بالاتفاق جائز ہے۔	236
8	وہابیوں کے پاس اپنے بچوں کو پڑھانا حرام حرام ہے۔	237
9	انگریزوں کی نوکری کرنا درست ہے اگر اس میں کوئی عذر شرعی مانع نہ ہو۔	237
10	جھوٹے کام کا جوتا بھی مرد کو مکروہ ہے۔	238
11	بعد موت مرد عورت کو دیکھ سکتا ہے چھو نہیں سکتا۔	239
	عورت چھو بھی سکتی ہے اور غسل بھی دے سکتی ہے۔	239
12	بدمذہبوں کے ہاں ان کے پریس میں نوکری کرنا ان کے کلمات ملعونہ لکھنا یا چھاپنا اشد گناہ اور موجب لعنت ہے۔ الخ	239
13	نامحرم اندھے سے بھی پردہ کرنا ضروری ہے۔	243
14	کبوتر بازی، مرغ بازی وغیرہ حرام ہے۔	243
15	ایک رباعی جو نہ پڑھنی چاہیئے۔	244
	ایصال ثواب کا طریقہ۔	244
16	حقہ کے پانی سے وضو جائز ہے۔	244
17	سوتی موزوں پر مسح درست نہیں۔	244

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
18	جنبی شخص سلام کا جواب دے سکتا ہے مگر بعد از تیمم بہتر ہے۔	246
19	بے وضو آیات قرآنی کو ہاتھ لگانا منع ہے۔	246
20	معذور سے متعلق چند مسائل نماز۔	247
21	جنبی کے پسینے سے کپڑے ناپاک نہیں ہوتے۔	248
22	پڑیا سے رنگے ہوئے کپڑے پہننے کا حکم۔	248
23	شبہ سے کوئی چیز ناپاک نہیں ہوتی۔	248
24	مردہ جانور کی ہڈی پاک ہے۔	250
25	بچے کا پیشاب ناپاک ہے۔	251
26	لحاف وغیرہ ناپاک ہو جائے تو اسے پاک کرنے کا طریقہ۔	251
27	نجاست کا ایک مسئلہ۔ نجاست کا دوسرا مسئلہ۔	251
29	ہنود کی اشیاء خوردنی دودھ، گھی، ترکاری کا استعمال مسلمان کے لئے جائز ہے۔ مگر تقویٰ یہ ہے کہ پرہیز کرے۔	252
30	لوح محفوظ کی حقیقت۔	253
31	لوح محفوظ میں لکھا ہوا تغیر و تبدل سے محفوظ ہے۔	254
32	نسخ صحف میں ہے لوح میں نہیں۔	254
33	مطلقاً ترک تدبیر جہل شدید اور اسباب پر اعتماد تام ضلال بعید ہے۔	254
34	شقی ازلی درست نہیں ہو سکتا۔	254
35	اللہ تعالیٰ حاکم حقیقی ہے سب اس کے محتاج ہیں۔	255
36	علم غیب انبیاء کی بحث۔	255
37	حقہ کے متعلق تحقیق بسیط۔	256
	حقہ کے متعلق مزید ایک فتویٰ۔	256
39	بدمذہبوں کو دوست بنانے والا ہرگز امامت کے لائق نہیں۔	258

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
40	اپنا حق حاصل کرنے کے لئے جھوٹی بات کہنا کہاں تک جائز ہے۔	269
41	اپنے حق کے وصول کے لئے زبردستی کرنا جائز ہے یا نہیں۔	274
42	فقہی مسائل میں غیر مسلک کے علماء یا ان کی کتب مثلاً احیاء العلوم وغیرہ کی سند کافی ہے یا نہیں۔	275
43	نماز عشاء کے فرض ووتر کے بارے میں۔	275
44	کتب عقائد میں اثبات نبوت کے بارے میں احادیث کے حوالے کس نے کن الفاظ سے تخریج کئے ہیں۔	277
45	عورت کو محارم اور غیر محارم مرد اور عورتوں کے سامنے جانا جائز ہے یا نہیں	277
46	چاندی سونے کی گھڑیاں رکھنا یا سیم وزر کے چراغ بغرض اعمال جلانا جائز ہے یا نہیں۔	290
47	میت کی تعزیت کے لئے آنے والوں کی پان چھالیا وغیرہ سے تواضع کرنا اہل میت کے لئے کہاں تک جائز ہے۔	292
48	روافض معتزلہ کا جنت میں رویت باری کا منکر ہونا اور ماں باپ کے رکھے ہوئے نام اور لوح محفوظ میں لکھے ہوئے نام کے بارے میں۔	300
49	استاد کے بدعقیدہ ہو جانے پر شاگرد کو اس کی تعظیم کرنی جائز ہے یا نہیں۔	304
50	جملہ انبیاء کرام یا جماع اہل سنت قبل بعثت و بعد بعثت ہر طرح معصوم ہیں۔	305
51	کلمہ توحید کا ذکر بطور مشائخ سکھانے کے بارے میں۔	307
52	کپڑے یا بدن کا کوئی حصہ نجس ہو گیا ہو اس کے بارے میں۔	308
53	ہلال عید دن چڑھے نظر آنے و شدید بارش کی وجہ سے کچھ لوگوں کے نماز پڑھ لینے اور بقیہ لوگوں کے دوسرے دن نماز عید پڑھنے کے بارے میں۔	310
54	بلا عذر روز اول نماز عید نہ پڑھنے والے کے لئے روز دوم نماز پڑھنے کے بارے میں۔	313

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
55	متولی درگاہ کو اپنی تولیت دوسرے کو کلاً یا جزواً منتقل کرنے کے بارے میں	315
56	متولی اوقات کے تولیت کے بارے میں۔	317
57	جلد نماز پڑھنے والے کو ٹوکنے، کافر و مشرک لوگوں کو سلام کرنے اور ان کی تعظیم کرنے، نصاریٰ کی کچہریوں اور حکام کو عدالت اور عادل کہنے اور خلاف دین امر کی کتابت وطباعت کے بارے میں۔	320
58	داستان امیر حمزہ میں مذکور عمرو عیار کے بارے میں۔	322
59	اخبار اور شہادت شرعیہ کے بارے میں۔	323
60	شہادت کی صورت میں لفظ اشہد کہنا ضروری ہے یا ترجمہ ہی کافی ہے۔	324
61	روزہ کی حالت میں یہ جبر جماع کرنے کی صورت میں صرف قضا لازم ہے یا کفارہ بھی۔	324
62	روزہ کی حالت میں کان میں پانی چلے جانے اور دماغ تک پانی پہنچ جانے کے بارے میں۔	325

مختصر حالات امام اہلسنت

اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ مجدد مائۃ حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی تیرھویں صدی کی واحد شخصیت تھی جو ختم صدی سے پہلے علم و فضل کا آفتاب فضل و کمال ہو کر اسلامیات کی تبلیغ میں عرب و عجم پر چھا گئی اور چودھویں صدی کے شروع ہی میں پورے عالم اسلامی میں اس کو حق و صداقت کا منارۂ نور سمجھا جانے لگا۔ ملتِ اسلامیہ کو اس کا اعتراف ہے کہ اس فضل و کمال کی گہرائی اور اس علم راسخ کے کوہِ بلند کو آج تک کوئی نہ پا سکا۔

پیدائش:

اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ، مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء ہفتہ کے روز ہندوستان کے مشہور شہر بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ اور آپ کا پیدائشی اسم مبارک محمد رکھا گیا۔

علمی بصیرت:

مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری مرحوم مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب کو لے کر جب اس لیے حاضر خدمت ہوئے کہ ایشیا بھر میں ڈاکٹر صاحب ریاضی و فلسفہ میں فرسٹ کلاس کی ڈگری رکھتے ہوئے ایک مسئلہ کو حل کرنے میں زندگی کے قیمتی سال لگا کر بھی حل نہ کرنے پائے تھے، اور فیثا غورثی فلسفہ کشش ان پر چھایا ہوا تھا۔ تو اعلیٰحضرت نے عصر و مغرب کی درمیانی مختصر مدت میں اس مسئلہ کا حل بھی قلمبند کرا دیا اور فلسفۂ کشش کی کھینچ تان کو بھی قلمبند فرما دیا، جو رسالہ کی شکل میں چھپ چکا ہے۔ اس وقت ڈاکٹر صاحب حیران تھے کہ ان کو یورپ کا کوئی تھیوریوں والا درس دے رہا ہے یا اسی ملک کا کوئی حقیقت آشنا ان کو سبق پڑھا رہا ہے۔ انہوں نے اس صحبت کے تاثرات کو اجمالاً ان الفاظ میں ظاہر کیا تھا کہ "اپنے ملک میں جب معقولات کا ایسا ایکسپرٹ موجود ہے تو ہم نے یورپ جا کر جو کچھ سیکھا اپنا وقت ضائع کیا"۔

اس ایک مثال سے آپ کے تبحرِ علم اور علمی بصیرت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

عُلومِ عقلیہ:

یہ روز کا معمول تھا کہ فلکیات وارضیات کے ماہرین اپنے علمی مشکلات کو لے کر آتے اور دم بھر میں حل فرما کر ان کو شاد شاد رخصت فرما دیتے۔ یہ بھی دیکھا گیا کہ ماہرین فن نجوم آئے اور فنی دشواریوں کو پیش کیا تو اعلیٰ حضرت نے ہنستے ہوئے اس طرح جواب دے کر خوش کر دیا کہ گویا یہ دشواری اور اس کا حل پہلے سے فرمائے ہوئے تھے۔

محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ "ایک بار صدر اکہ مایۂ ناز (مقامات، شکل حماری اور شکل عروسی کے بارے میں مجھ سے سوال فرما کر جب کتابی کی (وہی کیفیت؟) دیکھی تو اپنی تحقیق بیان فرمائی تو میں نے محسوس کیا کہ حماری کی حماریت بے پردہ ہو گئی اور عروسی کا عروس ختم ہو گیا۔ مسئلہ بخت و اتفاق شمس بازغہ کا سرمایہ تفلسف ہے۔ مگر اس بارے میں اعلیٰحضرت کے ارشادات جب مجھ کو ملے تو اقرار کرنا پڑا کہ مُلّا محمود اگر آج ہوتے تو اعلیٰ حضرت کی طرف رجوع کرنے کی حاجت محسوس کرتے۔ اعلیٰحضرت نے کسی ایسے نظریے کو کبھی صحیح و سلامت نہ رہنے دیا جو اسلامی تعلیمات سے متصادم رہ سکے اگر آپ وجود فلک کو جاننا چاہتے ہوں اور زمین و آسمان دونوں کا سکون سمجھنا چاہتے ہوں اور سیاروں کے بارے میں کُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ کو ذہن نشین کرنا چاہتے ہوں تو ان مسائل کا مطالعہ کریں جو اعلیٰ حضرت کے رشحات قلم ہیں۔ اور یہ راز آپ پر ہر جگہ کھلتا جائے گا کہ منطق و فلسفہ و ریاضی والے اپنی راہ کے کس موڑ پر کج رفتار ہو جاتے ہیں۔

افتاء کی خداداد عظیم صلاحیت

عادت کریمہ تھی کہ استفتاء ایک ایک مفتی کو تقسیم فرما دیتے اور یہ صاحبان دن بھر محنت کر کے جوابات مرتب کرتے۔ پھر عصر و مغرب کی درمیانی مختصر ساعت میں ہر ایک سے پہلے استفتاء پھر فتویٰ سماعت فرماتے اور بیک وقت سب کی سنتے۔ اسی وقت مصنفین بھی اپنی تصنیف دکھاتے اور زبانی سوال کرنے والوں کو بھی اجازت تھی کہ جو کہنا چاہیں کہیں اور جو سنانا ہو سنائیں۔ اتنی آوازوں میں اس قدر جداگانہ باتیں اور صرف ایک ذات کو سب کی طرف توجہ فرمانا، جوابات کی تصحیح و تصدیق اور اصلاح، مصنفین کی تائید و تصحیح اغلاط، زبانی سوالات کے تشفی بخش جوابات عطا ہو رہے ہیں۔ اور فلسفیوں کے اس خبط لَا یَصْدُرُ عَنِ الْوَاحِدِ اِلَّا الْوَاحِدُ (ایک ہستی سے ایک وقت میں ایک

ہی چیز صادر ہو سکتی ہے) کی دھجیاں اُڑ رہی ہیں۔ جس ہنگامۂ سوالات وجوابات میں بڑے بڑے اکابر علم وفن سر تھام کر چپ ہو جاتے ہیں کہ کس کس کی سنیں اور کس کس کی نہ سنیں، وہاں سب کی شنوائی ہوتی تھی اور سب کی اصلاح فرما دی جاتی تھی، یہاں تک کہ ادنیٰ خطا پر بھی نظر پڑ جاتی تھی اور اس کو درست فرما دیا کرتے تھے۔

حیرت انگیز قوتِ حافظہ:

یہ چیز روز پیش آتی تھی کہ تکمیل جواب کے لیے جزئیات فقہ کی تلاش میں جو لوگ تھک جاتے تو عرض کرتے۔ اسی وقت فرما دیتے کہ ردالمحتار جلد فلاں کے صفحہ فلاں کی سطر فلاں میں ان لفظوں کے ساتھ جزئیہ موجود ہے۔ درمختار کے فلاں صفحہ فلاں سطر میں یہ عبارت ہے۔ عالمگیری میں بقید جلد و صفحہ وسطر میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ ہندیہ میں، خیریہ میں، مبسوط میں، ایک ایک کتاب فقہ کی اصل عبارت بقید صفحہ وسطر یہ الفاظ موجود ہیں۔ ارشاد فرما دیتے۔ اب جو کتابوں میں جا کر دیکھتے ہیں تو صفحہ وسطر وعبارت وہی پاتے ہیں جو زبانِ اعلیٰ حضرت نے فرمایا تھا۔ اس کو آپ زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ خداداد قوتِ حافظہ سے ساری چودہ سو برس کی کتابیں حفظ تھیں ——— یہ چیز بھی اپنی جگہ پر حیرت ناک ہے۔

حافظ قرآن کریم نے سالہا سال قرآن عظیم کو پڑھ کر حفظ کیا، روزانہ دوہرایا، ایک ایک دن میں سو سو بار دیکھا، حافظ ہوا، محراب سنانے کی تیاری میں سارا دن کاٹ دیا اور صرف ایک کتاب سے واسطہ رکھا۔ حفظ کے بعد سالہا سال مشغلہ رہا۔ ہو سکتا ہے کہ کسی حافظ کو تراویح میں لقمے کی حاجت نہ پڑی ہو۔ گو ایسا دیکھا نہیں گیا۔ اور ہو سکتا ہے کہ حافظ صاحب کسی آیتِ قرآنیہ کو سن اتنا یاد رکھیں کہ ان کے پاس جو قرآن کریم ہے اس میں یہ آیہ کریمہ داہنی جانب ہے یا بائیں جانب ہے۔ گو یہ بھی بہت نادر چیز ہے مگر یہ تو عادتاً محال اور بالکل محال ہے کہ آیتِ قرآنیہ کے صفحہ وسطر کو بتایا جا سکے۔ تو کوئی بتائے کہ تمام کتب متداولہ وغیر متداولہ کے ہر جملہ کو بقید صفحہ وسطر بتانے والا اور پورے اسلامی کتب خانے کا صرف حافظ ہی ہے یا وہ اعلیٰ کرامت کا نمونۂ ربانیہ ہے جس کے بلند مقام کو بیان کرنے کے لیے اب تک اربابِ لغت واصطلاح الفاظ پانے سے عاجز رہے ہیں۔

علم قرآن:

علم قرآن کا اندازہ صرف اعلیٰحضرت کے اس اردو ترجمے سے کیجیے جو اکثر گھروں میں موجود ہے اور جس کی کوئی مثال سابق نہ عربی زبان میں ہے نہ فارسی میں اور نہ اُردو میں۔ اور جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ لایا نہیں جا سکتا۔ جو بظاہر ترجمہ ہے مگر درحقیقت وہ قرآن کی صحیح تفسیر اور اُردو زبان میں روح قرآن ہے۔ اس ترجمہ کی شرح حضرت صدرالافاضل استاذ العلماء مولانا نعیم الدین علیہ الرحمۃ نے حاشیہ پر لکھی ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ دوران شرح میں ایسا کئی بار ہوا کہ اعلیٰ حضرت کے استعمال کردہ لفظ کے مقام استنباط کی تلاش میں دن پر دن گزرے اور رات پر رات کٹتی رہی اور بالآخر ماخذ ملا تو ترجمہ کا لفظ اٹل ہی نکلا۔

اعلیٰ حضرت خود شیخ سعدی کے فارسی ترجمہ کو سراہا کرتے تھے لیکن اگر حضرت سعدی رح اُردو زبان کے اس ترجمہ کو دیکھ پاتے تو فرما ہی دیتے کہ:

ترجمۂ قرآن شے دیگر ست وعلم القرآن شے دیگر

علم الحدیث وعلم الرجال:

علم الحدیث کا اندازہ اس سے کیجیے کہ جتنی حدیثیں فقہ حنفی کی ماخذ ہیں، ہر وقت پیش نظر، اور جن حدیثوں سے فقہ حنفی پر بظاہر زد پڑتی ہے اس کی روایت و درایت کی خامیاں ہر وقت ازبر۔

علم الحدیث میں سب سے نازک شعبہ علم اسماء الرجال کا ہے۔ اعلیٰ حضرت کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو ہر راوی کی جرح و تعدیل کے جو الفاظ فرما دیتے تھے، اُٹھا کر دیکھا جاتا تو تقریب و تہذیب و تذہیب میں وہی لفظ مل جاتا تھا۔ اس کو کہتے ہیں علم راسخ اور علم سے تشغف کامل اور علمی مطالعہ کی وسعت۔

اعلیٰ حضرت نے اس حقیقت کو واضح فرما دیا کہ بعض لوگوں کا ایمان بالرسل بایں معنی نہیں ہے کہ رسول پاک سید المرسلین ہیں، خاتم النبیین ہیں، شفیع المذنبین ہیں، اکرم الاولین والآخرین ہیں، اعلم الخلق اجمعین ہیں، محبوب رب العالمین ہیں۔ بلکہ صرف بایں معنی ہے کہ زیادہ سے زیادہ بڑے بھائی ہیں جو مر کر مٹی میں مل چکے ہیں۔ وہ ہمیشہ سے بے اختیار اور عند اللہ بے وجاہت رہے۔ اگر ان کو بشر سے کم قرار دو تو تمہاری توحید زیادہ چمکدار ہو جائے گی۔ ان حقائق کو واضح کر دینے کا یہ مقدس نتیجہ ہے

کہ آج مسلمانوں کی جمہوریت اسلامیہ کی بڑی اکثریت دامن رسول سے لپٹی ہوئی ہے اور دشمنان اسلام کے فریب سے بچ کر مجرموں کے منہ پر تھوک رہے ہیں۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ عنا وعن سائر اھل السنۃ و الجماعۃ خیر الجزاء۔

علم فقہ میں اعلیٰ حضرت کا مقام:

آپ کے علم وفضل اور خاصکر علم فقہ میں تبحر کا اعتراف تو اُن اہل علم نے بھی کیا ہے جنہیں مسلک ومشرب میں آپ سے اختلاف ہے۔ مثلاً:

ملک غلام علی صاحب جو سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے معاون ہیں، اپنے ایک بیان میں جسے ہفت روزہ "شہاب" لاہور نے ۲۵ نومبر ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں درج کیا ہے، لکھتے ہیں:

"حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بارے میں اب تک ہم لوگ سخت غلط فہمی میں مبتلا رہے ہیں۔ ان کی بعض تصانیف اور فتاوٰی کے مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جو علمی گہرائی میں نے ان کے یہاں پائی وہ بہت کم علماء میں پائی جاتی ہے۔ اور عشق خدا و رسول تو ان کی سطر سطر سے پھوٹا پڑتا ہے۔"

اسی طرح اعظم گڑھ یوپی سے شائع ہونے والا ماہنامہ مجلہ "معارف" رقم طراز ہے:

"مولانا احمد رضا خاں صاحب مرحوم اپنے وقت کے زبردست عالم مصنف اور فقیہ تھے۔ انہوں نے چھوٹے بڑے سینکڑوں فقہی مسائل سے متعلق رسالے لکھے ہیں۔ قرآن عزیز کا سلیس ترجمہ بھی کیا ہے۔ ان علمی کارناموں کے ساتھ ساتھ ہزارہا فتووں کے جوابات بھی انہوں نے دیے ہیں۔"

یہ آراء ان لوگوں کی ہیں جن سے مسلکی اختلافات ہیں۔ اور جو مسلک میں متحد ہیں ان کی آراء کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم چند کلمات علمائے ربانیین وعظمائے حرمین طیبین کے اس موقع پر عرض کر دینا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ اب تک تذکروں میں جن جن علماء کے نام پیش کیے گئے ہیں غالباً یہ نام ان سے جداگانہ ہیں:

(۱) شوافع کے مفتی اور امام، نقیب الاشراف اور شیخ السادۃ فی المدینۃ المنورہ سیدی السید علوی بن السید احمد باقیہ ارشاد فرماتے ہیں:

"افضل الفضلاء انیل النبلاء فخر السلف قدوۃ الخلف الشیخ احمد رضا"

(۲) احناف کے مفتی و امام السید اسماعیل بن خلیل مدنی فرماتے ہیں:

"شیخنا العلامۃ المجرد شیخ الاساتذۃ علی الاطلاق الشیخ احمد رضا"

(۳) حنبلیوں کے امام و مفتی اور مسجد نبوی میں مدرس امام عبداللہ النابلسی الحنبلی ارشاد فرماتے ہیں:

"العالم العامل الهمام الفاضل محرر المسائل وعویصات الاحکام ومحکم بروج الادلۃ بمزید اتقان وزیادۃ احکام سیدہ الشیوخ والفضلاء الکرام قاضی القضاۃ الشیخ احمد رضا خان"

(۴) مالکی حضرات کے امام و مفتی، مدینہ منورہ میں دارالافتا، کے اعلیٰ نگران و حاکم سیدی احمد الجزائری ابن السید احمد المدنی ارشاد فرماتے ہیں:

"علامۃ الزمان وفرید الاوان ومنبع العرفان وملحظ النظار سیدنا حضرت مولینا الشیخ احمد رضا خان"

یہ چار شہادتیں مفتیان مذاہب اربعہ، احناف، شوافع، حنابلہ اور مالکیین مدینہ منورہ کی ہیں۔ چار ہی مذاہب اربعہ کے مفتیان کرام، علمائے عظام و مدرسین بیت اللہ الحرام مکہ مکرمہ کی پیش خدمت ہیں:

(۱) حنفیوں کے امام و مفتی، علامۃ الزمان مولانا سید عبداللہ بن مولانا السید عبدالرحمٰن السراج مفتی حنفیہ مکہ مکرمہ تحریر فرماتے ہیں:

"العلامۃ الفہامۃ الہمام والعمدۃ الدراکۃ الامام ملک العلماء الاعلام الشیخ احمد رضا خان"

(۲) مالکیین کے امام و قاضی و مفتی مدرس مسجد حرام کے خاص الخاص مفتی حضرت سیدی امام محمد بن علی بن حسین المالکی مفتی و مدرس دیار حرمیہ ارقام فرماتے ہیں:

"ونشرت اعلام الانتصار علیٰ منبر الهدایة فی جامع الافتخار وقامت تبث فضائل منشیها وتنص علیٰ مناهل مصطفیها وکیف لا وهو احمد المهتدین رضا لازالت شموس تحقیقاته المرضیة طالعة فی سماء الشریعة السمحة المحمدیة"۔

(۳) مفتی امام محدث علام مدرس بیت الحرام مکہ مکرمہ وامام شافعیہ سیدی محمد صالح مدرس مسجد حرام وامام شافعیہ ارقام فرماتے ہیں:

"فنقول ابقاه سامیا ذری مجد مخدوم العز والسعد رافلا علل الحبو وارد اموارد السرور ما ترنم بمدحه مادح صدح بشکره صادحه۔

(۴) مکہ مکرمہ میں حنابلہ کے مفتی وامام اور مدرس حضرت علامہ مولنا عبداللہ بن حمید مفتی حنابلہ عبکۃ المشرفہ فرماتے ہیں:

"العالم المتحقق المدقق لازالت شجرة علمه نامیة علیٰ مر الزمان وثمر عمله مقبولة لدی الملك الدیان الشیخ احمد رضا خان"۔

حرمین شریفین کے صرف چار چار علمائے کرام کی آراء یہاں پر درج کی گئی ہیں اور اختصار کے پیش نظر انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ورنہ ان کے علاوہ مصر وشام، عراق ویمن، الجزائر وتابلس، طرابلس واردن وغیرہا ممالک عربیہ اسلامیہ کے فضلاء وعلماء کے ایسے ہی خیالات متعدد مرتبہ شائع ہو چکے ہیں جب ہم آپ کی تحریرات وفتاویٰ کو دیکھتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے کہ یہ کام اس تعمق اور اس تیز رفتاری کے ساتھ کسی شخص واحد سے ممکن ہے؟

مثال کے طور پر ۱۳۲۳ھ کا واقعہ ہے، مکہ مکرمہ برائے حج تشریف لے گئے ہیں اور ظاہر ہے کہ حج پر جانے والا اپنے ساتھ کتب فقہ وحدیث کا ذخیرہ تو نہیں لے جاتا۔ فراغت حج کے ساتھ ہی ایک استفتاء جو پانچ سوالوں پر مشتمل تھا دیا جاتا ہے اور تقاضا یہ ہے کہ دو دن میں جواب مل جائے۔ جس کی مختصر کیفیت یہ تھی جو خود مصنف علیہ الرحمۃ نے بیان فرمائی:

"میرے پاس بعض ہندیوں کی طرف سے پیر کے دن عصر کے وقت ۲۵ ذی الحجہ کو ایک سوال آیا ..... میرے پاس کتابیں نہ تھیں اور مفتی حنفیہ سیدی صالح بن کمال کا کہنا یہ تھا کہ دو دن منگل و بدھ میں جواب مکمل ہو جائے۔ میں نے رب تبارک و تعالیٰ کی امداد و اعانت پر جواب صرف دو مجلسوں میں مکمل کیا جس میں سے مجلس اول تقریباً سات گھنٹے کی تھی اور دوسری مجلس ایک گھنٹے کی"۔

(ترجمہ الدولۃ المکیۃ)

یہ استفتاء جو پانچ سوالوں پر مشتمل تھا اور جس کا جواب دو نشستوں میں جو تقریباً آٹھ گھنٹے پر حاوی تھیں تحریر کیا گیا، یہ عربی زبان میں چار سو صفحات کی کتاب تھی جسے بنام تاریخی

"الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ"

۱۳۲۳ھ

موسوم فرمایا۔

اس مبارک کتاب میں جبکہ آپ کے پاس کوئی کتاب موجود نہ تھی، متعدد کتب و فتاویٰ کے حوالہ جات صفحہ وار بتائے ہیں اور محض اپنی یادداشت پر بتائے ہیں۔ یہ محض رب کریم کی وہ عنایت تھی جو وہ اپنے مقبول بندوں کو عطا فرماتا ہے۔

تصنیفات و افتاء:

امام اہل سنت قدس سرہ نے اپنی عمر کے آٹھویں سال میں بزبان عربی "ہدایت النحو" کی شرح تحریر فرمائی، اور چودہ سال کی عمر سے مسلسل فقہ پر کام کیا جو اڑسٹھ سال کی عمر تک جاری رہا۔ ایک ہزار کے قریب ضخیم کتابیں اور رسائل یادگار چھوڑے جو موضوع کے اعتبار سے پچاس مختلف علوم و فنون پر محیط ہیں۔ یہ پچپن سال کا دور پوری تصانیف پر منقسم کیا جائے تو روزانہ کی اوسط تحریر ساڑھے تین جزو ہوتے ہیں جس کے چھپن صفحات بنتے ہیں۔

فتاویٰ رضویہ ۱۲ جلدوں میں ہے۔ جن میں سے چار جلدیں (کتاب الطہارۃ سے کتاب الحج تک) طبع ہو چکی ہیں۔ آٹھ ابھی شائع نہیں ہو سکیں۔ پانچویں چھپ رہی ہے۔ فتاویٰ دیکھیے تو آپ کو ایک فقیہ کی فقاہت اور ایک مفتی کی شان افتاء کا اندازہ ہوگا۔

امام بریلوی کی شعر گوئی :

کتنی عجیب بات ہے کہ ایسے امام الوقت مسند العصر کے پاس جس کو رات دن کے کم سے کم بیس گھنٹے میں صرف علم دین سے واسطہ ہو، جس کے ایوان شب میں اپنے ساتھ قلم دوات اور دینی کتابوں کے سوا کچھ نہ ہو، جو عرب و عجم کا رہنما ہو، اس کو شعر کہنے کو کیا کہا جائے کسی سے شعر سننے کی فرصت کہاں سے ملتی ہے۔ مگر شان جامعیت میں کمی کیسے ہو اور مملکت شاعری میں برکت کہاں سے آئے اگر اعلیٰ حضرت کے قدم اس کو نہ نوازیں۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ جس رشک جناں سے سرفراز تھے اس کی طلب تو ہر عاشق کے لیے سرمایۂ حیات ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت کے حمد و نعت کا ایک مجموعہ کئی حصوں میں شائع ہو چکا ہے جس کا ایک ایک لفظ پڑھنے والوں کو اور سننے والوں کو مستی عطا کرتا رہتا ہے۔

اعلیٰحضرت کا لغزشوں سے محفوظ رہنا :

علمائے دین کے اعلیٰ کارنامے چودہ صدی سے چلے آرہے ہیں۔ مگر لغزش قلم و فلتتِ لسان سے بھی محفوظ رہنا یہ اپنے بس کی بات نہیں۔ دورِ قلم میں بکثرت تفرد پسندی میں آگئے، بعض تجدد پسندی پر اُتر آئے۔ تصانیف میں خود آرائیاں بھی ملتی ہیں۔ لفظوں کے استعمال میں بھی بے احتیاطیاں ہو جاتی ہیں۔ قولِ حق کے لہجہ میں بھی بوئے حق نہیں ہے۔ حوالہ جات میں اصل کے بغیر نقل پر ہی قناعت کر لی گئی ہے۔ لیکن ہم کو اور ہمارے ساتھ سارے علمائے عرب و عجم کو اعتراف ہے کہ یا حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی، یا حضرت مولانا بحر العلوم فرنگی محلی، یا پھر اعلیٰ حضرت کی زبان و قلم کا یہ حال دیکھا کہ مولیٰ تعالیٰ نے اپنی حفاظت میں لے لیا ہے اور زبان و قلم لفظہ برابر خطا کرے اس کو ناممکن فرما دیا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ اس عنوان پر غور کرنا ہو تو فتاویٰ رضویہ کا گہرا مطالعہ کر ڈالیے۔

فقیہ اعظم کا ایک عظیم و جلیل حاشیہ جو چار مجلدات پر مشتمل ہے وہ حاشیہ امام ابن عابد ین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتاویٰ "ردالمحتار" پر ہے۔ جسے آپنے بنام "جد الممتار" موسوم فرمایا ہے۔ لیکن یہ بیش قیمت حاشیہ اُسی ذخیرے میں پڑا ہے جو ابھی تک محروم اشاعت ہے۔

مولیٰ تعالیٰ کسی ایسے مرد جلیل کو پیدا فرما دے جو جملہ تصانیف مجدد اعظم رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کے لیے "مرکز اشاعت علوم امام احمد رضا" قائم کرے اور آپ کے جواہر علمی کو جلوۂ طباعت دے آمین

وصال مبارک:

آپ ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ء جمعۃ المبارک کے دن عین اذان جمعہ کے وقت اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

مسئلہ: ۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کھانا جھینگہ کا درست ہے یا نہیں؟ مکروہ ہے یا حرام؟ مع دستخط ومہر کے جواب تحریر فرمائیے:

الجواب: ہمارے مذہب میں مچھلی کے سوا تمام دریائی جانور مطلقاً حرام ہیں۔ تو جن بعض کے خیال میں جھینگہ مچھلی کی قسم سے نہیں ان کے نزدیک حرام ہونا ہی چاہیے۔ مگر فقیر نے کتب لغت وطب وکتب علم حیوان میں بالاتفاق اسی کی تصریح دیکھی کہ وہ مچھلی ہے۔ قاموس میں ہے:

الاربیان بالکسر سمک کالدود۔	اربیان ہمزہ مکسورہ کے ساتھ۔ ایک مچھلی ہے مکوڑے کی طرح۔

صحاح وتاج العروس میں ہے:

الاربیان بیض من السمک کالدود ویکون بالبصرۃ	اربیان مکوڑے کی طرح سفید مچھلی ہوتی اور بصرہ میں پائی جاتی ہے۔

صراح میں ہے:

اربیان نوعے از ماہی ست	اربیان مچھلی کی ایک قسم ہے۔

منتہی الارب میں ہے:

اربیان نوعے از ماہی ست کہ آنرا ہندی جھینگا می گویند	اربیان مچھلی کی ایک قسم ہے جس کو ہندی میں جھینگا کہتے ہیں۔

مخزن میں ہے :

روبیان وار بیان نیز آمدہ بفارسی ماہی روبیاں وماہی میک وہندی جھینگا مچھلی نامند	روبیان اور ار بیان بھی کہتے ہیں فارسی میں روبیاں مچھلی اور میک مچھلی اور ہندی میں جھینگا مچھلی کہتے ہیں۔

تحفۃ المومنین میں ہے :

بفارسی ماہی روبیاں نامند

تذکرۂ داؤد انطاکی میں ہے :

روبیان اسم نصرب من السمك يكثر ببحر العراق و القام احمر كثيرا الارجل نحو السرطان لكنه اكثر لحما۔	روبیان مچھلی کی ایک قسم کا نام ہے جو عراق اور قام کے سمندر میں بہت ہوتی ہے۔ سرخی مائل کیکڑے کی طرح بہت پاؤں والی لیکن اس میں گوشت زیادہ ہوتا ہے۔

حیاۃ الحیوان الکبریٰ میں ہے :

الروبيان هو سمك صغير جدا احمر	روبیاں وہ سرخی مائل بہت چھوٹی سی مچھلی ہے

تو اس تقدیر پر حسب اطلاق متون و تصریح معراج الدرایۃ مطلقاً حلال ہونا چاہیے کہ متون میں جمیع انواع سمک حلال ہونے کی تصریح ہے :

والطافی لیس نوعا براسه بل وصف يعترى كل نوع	اور طافی کوئی مستقل نوع نہیں بلکہ ایک وصف ہے جس کی طرف ہر نوع کی نسبت ہوتی ہے

اور معراج میں صاف فرمایا کہ ایسی چھوٹی مچھلیاں جن کا پیٹ چاک نہیں کیا جاتا اور بے آلائش نکالے بھون لیتے ہیں امام شافعی کے سوا سب ائمہ کے نزدیک حلال ہیں۔ ردّ المختار میں ہے وفی معراج الدرایہ :

ولو وجدت سمكة فی حوصلة طائر تؤكل وعند الشافعی	اگر پرندہ کی پوٹ میں مچھلی پائی جائے تو کھائی جائے گی اور امام شافعی کے نزدیک

لا تؤکل لانہ کالرجیع ورجیع الطائر عندہ نجس وقلنا انما یعبر رجیعا اذا تغیر وفی السمک الصغار التی تقلی من غیر ان یشق جوفہ فقال اصحابہ لا یحل اکلہ لان رجیعہ نجس وعند سائر الائمۃ یحل

نہ کھائی جائے گی کیونکہ وہ بیٹھ کی طرح ہے اور ان کے نزدیک پرندہ کی بیٹھ ناپاک ہے اور ہم کہتے ہیں بیٹھ اس وقت ہوگی جبکہ متغیر ہوگئی ہو۔ اور وہ چھوٹی مچھلیاں جن کا پیٹ چاک کیے بغیر انہیں بھونا جاتا ہے، شوافع کہتے ہیں ان کا کھانا حلال نہیں کیونکہ پرندہ کی بیٹھ نجس ہے اور باقی ائمہ کے نزدیک حلال ہے

مگر فقیر نے جواہر اخلاطی میں تصریح دیکھی کہ ایسی چھوٹی مچھلیاں سب مکروہ تحریمی ہیں اور یہ کہ یہی صحیح تر ہے۔

حیث قال السمک الصغار کلھا مکروھۃ کراھۃ التحریم ھو الاصح۔

جبکہ کہا ہے چھوٹی مچھلیاں تمام کی تمام مکروہ تحریمی ہیں۔ یہی بات زیادہ صحیح ہے۔

جھینگے کی صورت عام مچھلیوں سے بالکل جدا اور گنگچے وغیرہ کیڑوں سے بہت مشابہ ہے اور لفظ ماہی غیر جنس سمک پر بھی بولا جاتا ہے۔ جیسے ماہی سفقفور۔ حالانکہ وہ نا کے کا بچہ ہے کہ سواحل نیل پر خشکی میں پیدا ہوتا ہے۔ اور ہمارے ائمہ سے حلتِ رویان میں کوئی نص معلوم نہیں۔ اور مچھلی بھی ہے تو یہاں کے جھینگے ایسے ہی چھوٹے ہیں جن پر جواہر اخلاطی کی وہ تصحیح وارد ہوگی۔ بہرحال ایسے شبہ و اختلاف سے بے ضرورت بچنا ہی اولیٰ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدالمذنب احمد رضا
عفی عنہ بمحمد المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۲: ۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے فحول ومفتیان ذوی العقول اس مسئلہ میں کہ کہنا "یا رسول اللہ"، "یا ولی اللہ" کا جائز ہے یا نہیں؟ اور مدد چاہنا پیغمبران اور ولی اللہ سے اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو "یا مشکل کشا علی" وقت مصیبت کے کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کا جواب

مع دستخط کے مرحمت فرمائیے تاکہ میں صاف صاف لوگوں کو سمجھا دوں۔ اور عربی آیت و حدیث جہاں آئے اس کا ترجمہ بزبان اُردو تحریر فرمایا جاوے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جائز ہے جبکہ انہیں بندۂ خدا اور اس کی بارگاہ میں وسیلہ جانے اور انہیں باذنِ الٰہی و المدبّرات امرا سے مانے اور اعتقاد کرے کہ بے حکم خدا ذرہ نہیں ہل سکتا۔ اور اللہ عزوجل کے دیے بغیر کوئی ایک حبّہ نہیں دے سکتا۔ ایک حرف نہیں سن سکتا۔ پنکھ نہیں ہلا سکتا۔ اور بے شک سب مسلمانوں کا یہی اعتقاد ہے۔ اس کے خلاف کا ان پر گمان محض بدگمانی و حرام ہے اور ایسے سچے اعتقاد کے ساتھ ندا کرنا بلاشبہ جائز ہے۔ جامع ترمذی شریف وغیرہ کی حدیث میں ہے خود حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو یہ دُعا تلقین فرمائی کہ نماز کے بعد یوں کہیں:

یا محمد انی اتوجّہ بک الیٰ ربی فی حاجتی ھذہ لیقضی لی۔	یارسول اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اپنی حاجت میں منہ کرتا ہوں تاکہ میری یہ حاجت پوری ہو۔

اور بعض روایات میں ہے:

لتقضی لی یا رسول اللہ	تاکہ حضور میری یہ حاجت پوری فرمادیں۔

ان نابینا نے بعد نماز یہ دعا کی، فوراً آنکھیں کھل گئیں۔

طبرانی وغیرہ کی حدیث میں ہے عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں حضرت عثمان بن حنیف صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا ایک صحابی یا تابعی کو بتائی۔ انہوں نے بعد نماز یوں ہی ندا کی کہ یارسول اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اس حاجت میں اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ ان کی حاجت بھی پوری ہوئی۔ پھر علماء ہمیشہ اسے قضائے حاجات کے لیے لکھتے آئے۔ نیز حدیث میں ہے:

اذا اراد عونا فلیناد اعینونی یا عباد اللہ۔	جب استعانت کرنا اور مدد لینا چاہے تو یوں پکارے میری مدد کرو اے اللہ کے بندو۔

فتاوٰی خیریہ میں ہے:

قولهم یا شیخ عبد القادر	یا شیخ عبد القادر کہنا ندا ہے۔ اس کی
نداء فما الموجب لحرمته	حرمت کا سبب کیا ہے۔

فقیر نے اس بارے میں ایک مختصر رسالہ "انوار الانتباہ فی حل نداء یا رسول اللہ" لکھا۔ وہاں دیکھیے کہ زمانہ رسالت سے ہر قرن و زمانہ کے ائمہ و علما و صلحا میں وقت مصیبت محبوبانِ خدا کو پکارنا کیسا شائع ذائع رہا ہے۔ وہابیہ کے طور پر معاذ اللہ صحابہ سے آج تک وہ سب بزرگانِ دین مشرک ٹھیرتے ہیں۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالٰی اعلم

عبد المذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمد ن المصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

مسئلہ ۳: ۴ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے احناف، رحم کرے اللہ تعالٰی آپ لوگوں پر اور برکت دے علم میں کہ فیض پہنچاتے ہیں علم سے اپنے خلائق کو اس قول میں کہ وردی جو کہ سپاہی پولیس کے پہنتے ہیں اور دھوتی جو کہ کفار پہنتے ہیں اس کو پہن کر نماز مکروہ ہے یا کہ مکروہ تحریمی؟ بینوا توجروا۔

الجواب: وہ وردی پہن کر نماز مکروہ ہے خصوصًا جبکہ سجدہ بروجہ مسنون سے مانع ہو۔ فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

الاسکاف او الخیاط اذا استؤجر	موچی اور درزی جب کسی ایسی چیز کے بنے
علٰی خیاطة شیٔ من زی الفساق	کا اجارہ کرے جو فساق کا پہناوا ہے۔ اور
ویعطٰی له فی ذٰلك کثیرا جرلا	اس کے لیے اسے بہت اجرت بھی ملے اسے
یستحب له ان یعمل لانه	وہ کام نہ کرنا مستحب ہے کیونکہ اس کام کا کرنا
اعانة علی المعصیة۔	گناہ پر مدد کرنا ہے۔

اور دھوتی باندھ کر بھی مکروہ ہے کہ اگر لباس ہنود وغیرہ نہ ہو تو کپڑے کا پیچھے گھر سنا ہی نماز کو مکروہ کرنے کے لیے بس ہے:

لنهیه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم عن کف ثوب او شعر — بوجہ منع کرنے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کپڑے اور بال سمیٹنے سے۔

ہاں پیچھے نہ گھریں تو وہ دھوتی نہیں تہ بند ہے۔ اور اس میں کچھ کراہت نہیں بلکہ سنت ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

کتبہ عبدالمذنب احمد رضا
عفی عنہ بمحمدن المصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۴: ۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنت کہ جھوٹا کافر کا پاک ہے یا ناپاک؟ اگر کوئی کافر سہواً یا قصداً حقہ یا پانی پی لے کیا حکم ہے؟ ترجمہ بزبان اردو ضرور بالضرور ہر مسئلہ میں تحریر فرمائے جائیے تاکہ عام لوگ بخوبی سمجھ لیا کریں۔ بینوا توجروا کثیرا۔

الجواب: کافر ناپاک ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ:

انما المشرکون نجس۔ — کافر ہی ناپاک ہیں۔

یہ ناپاکی ان کے باطن کی ہے۔ پھر اگر شراب وغیرہ نجاستوں کا اثر ان کے منہ میں باقی ہو تو ناپاکی ظاہری بھی موجود ہے اور اس وقت ان کا جھوٹا ضرور ناپاک ہے اور حقہ وغیرہ جس چیز کو ان کا لعاب لگ جائے گا ناپاک ہو جائے گی۔ تنویر الابصار میں ہے:

سور شارب خمر فور شربها — شراب پینے کے بعد کا شرابی کا جھوٹا اور
وهرة فور اکل فارة نجس۔ — چوہا کھانے کے بعد بلی کا جھوٹا نجس ہے۔

یونہی اگر کافر شراب خور کی مونچھیں بڑی بڑی ہوں کہ شراب مونچھ کو لگ گئی۔ تو جب تک مونچھ دُھل نہ جائے گی پانی وغیرہ جس چیز کو لگے گی ناپاک کر دے گی۔ درمختار میں ہے:

لو شاربه طویلا لا یستوعبه اللسان فنجس ولو بعد زمان۔ — اگر اس کی مونچھیں اتنی لمبی ہوں کہ انہیں زبان نہ گھیر سکے تو نجس ہے اگرچہ کچھ دیر کے بعد ہی پیے۔

اور اگر ظاہری نجاستوں سے بالکل جدا ہو تو اس کے جھوٹے کو اگرچہ کتے کے جھوٹے

کی طرح ناپاک نہ کہا جائے گا:

فی التنویر والدر رسود آدمی	تنویر اور درر میں ہے آدمی کا جھوٹا مطلقاً
مطلقاً ولو جنبا او کافرا طاھر	پاک ہے اگرچہ جنبی ہو یا کافر بشرطیکہ اس کا
الفم طاھر اھ	منہ پاک ہو۔

مختصر اگر ہر چیز کہ ناپاک نہ ہو طیب و بے دغدغہ ہونا ضرور نہیں۔ رینٹھ بھی تو ناپاک نہیں، پھر کون عاقل اسے اپنے لب و زبان سے لگانے کو گوارا کرے گا؟ کافر کے جھوٹے سے بھی بحمداللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسی ہی نفرت ہے۔ اور یہ نفرت ان کے ایمان سے ناشی ہے:

وفی رفعه عن قلوبهم اسقاط	اور ان کے دلوں سے اس کے اُٹھانے میں
شناعة الكفرة عن اعينهم	ان کی آنکھوں سے کفار کی بُرائی دور کرنا ہے
او تخفيفها وذلك غش بالمسلمين	یا کم کرنا۔ اور یہ مسلمانوں کے ساتھ دھوکا ہے
وقد صرح العلماء كما في العقود	اور تحقیق علماء نے تصریح کی ہے جیسا کہ عقود
الدرية وغيرها ان المفتي	دریہ وغیرہ میں ہے بیشک مفتی وہ فتوی دے
انما يفتي بما يقع عنده من	جس میں اس کے نزدیک مسلمانوں کا بھلا
المصلحة ومصلحة المسلمين	ہو۔ اور مسلمانوں کا بھلا کافروں سے نفرت
في ابقاء النفرة عن الكفرة لا	باقی رکھنے میں ہے، نہ اس کے ختم کرنے
في القائها۔	میں۔

ولہٰذا جو شخص دانستہ اس کا جھوٹا کھائے پیے مسلمان اس سے بھی نفرت کرتے ہیں۔ وہ مطعون ہوتا ہے۔ اس پر محبت کفار کا گمان ہو جاتا ہے۔ اور حدیث میں ہے:

من كان يؤمن بالله واليوم الآخر	جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو
فلا يقف مواقف التهم	تہمت کی جگہ کھڑا نہ ہو۔

متعدد حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اياك وما يسوء الاذن	اس بات سے بچ جو کان کو بُری لگے۔

رواہ الامام احمد عن ابی الغادیۃ والطبرانی فی الکبیر وابن سعد فی الطبقات والعسکری فی الامثال وابن مندۃ فی المعرفۃ والخطیب فی المؤتلف کلہم عن ام الغاویۃ عمۃ العاص بن عمرو الطفاوی وعبد اللہ بن احمد الامام فی زوائد المسند وابو نعیم وابن مندۃ کلاھما فی المعرفۃ عن العاص المذکور مرسلا وابو نعیم فیھا عن حبیب بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

نیز بہت حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاک وکل امر یعتذر منہ۔ ہر اس بات سے بچ جس میں عذر کرنا پڑے۔

رواہ الضیاء فی المختارۃ والدیلمی کلاھما بسند حسن عن انس والطبرانی فی الاوسط عن جابر وابن بنیع ومن طریقۃ العسکری فی امثال القضاعی فی مسندہ معًا والبغوی ومن طریقۃ الطبرانی فی اوسطہ والمخلص فی السادس من فوائدہ وابو محمد الابراھیمی فی کتاب الصلوٰۃ وابن النجار فی تاریخہ کلہم عن ابن عمر والحاکم فی صحیحہ والبیھقی فی الزھد العسکری فی الامثال وابو نعیم فی المعرفۃ عن سعد ابی وقاص واحمد وابن ماجۃ بسند احسن وابن عساکر عن ابی ایوب الانصاری کلہم رافعہ الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والبخاری فی تاریخہ والطبرانی فی الکبیر وابن مندۃ عن سعد بن عمارۃ من قولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

بشروا ولا تنفروا رواہ الائمہ احمد والبخاری ومسلم والنسائی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بشارت دو اور وہ کام نہ کرو جس سے لوگوں کو نفرت پیدا ہو۔

پھر اس میں بلا وجہ شرعی فتح باب غیبت ہے اور غیبت حرام (فما اذی الیہ فلا اقل ان یکون مکروھا)۔ تو دلائل شرعیہ واحادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ کافر کے جھوٹے سے احتراز ضرور ہے:

وکم من حکم یختلف باختلاف الزمان بل والمکان کما تشھد بہ فروع جمعہ فی کتب الائمۃ ھذا ما عندی وبہ افتیت مرارا واللہ ربی علیہ معتمدی والیہ مستندی واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

اور بہت سے احکام اختلاف زمانہ کے ساتھ بلکہ اختلاف مکان کے ساتھ مختلف ہوجاتے ہیں۔ اس کی شہادت وہ فروع ہیں جو کتب ائمہ میں جمع ہیں۔ یہ وہ ہے جو میرے پاس ہے اور میں نے اس کے ساتھ کئی بار فتویٰ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میری سند ہے۔ اور اللہ پاک و بلند خوب جانتا ہے۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد ن الہ المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ: ۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین کہ ایک شخص نماز ظہر کی پڑھنے کھڑا ہوا اور اس نے بعد چار سنت پڑھنے کے سہوًا پھر چار سنت کی نیت باندھ لی اور اس کو چار فرض پڑھنا چاہیے تھے۔ جس وقت کہ وہ دو رکعت نماز ادا کر چکا اس کو خیال ہوا کہ اب مجھ کو فرض پڑھنا تھے۔ پس اس نے اپنے دل میں فرضوں کی نیت باندھ لی کہ میں فرض پڑھتا ہوں۔ اور اس نے دو رکعت پیشتر کی بہ نیت سہوًا سنت ادا کی اور دو رکعت آخر کی بہ نیت فرض کے خالی الحمد کے ساتھ پڑھی۔ درایں صورت کہ اب اس کی نماز فرض ہوئی یا سنت بینوا توجروا؟

الجواب: یہ نماز فرض ہوئی نہ سنت۔ فرض تو یوں نہ ہوئے کہ پہلی دو رکعتوں میں نیت فرض کی نہ کی تھی اور فعل کے بعد نیت کا اعتبار نہیں۔ فی الدر المختار لا عبرۃ بنیۃ متاخرۃ عنھا علی المذھب۔ اور دو رکعت اخیر ہیں اگر فرض کی نیت اس نے تیسری رکعت کی پہلی تکبیر کے وقت بحال قیام نہ کی، جب تو یہ نیت ہی لغو ہے۔ اور اگر اس وقت کی تو اب وہ پہلی نیت سے نماز فرض کی طرف منتقل ہوگیا۔ اگر چار پوری پڑھ لیتا

فرض ہو جاتے۔ مگر اس نے دو پر قطع کر دی لہٰذا یہ بھی فرض نہ ہوئے۔

فی الدر المختار یفسدھا	درمختار میں ہے فاسد کرتا ہے نماز کو انتقال
انتقاله من صلوٰة الی مغایرتها	اس کا ایک نماز سے دوسری نماز کی طرف
فی رد المحتار بان ینوی بقلبه	جو پہلی نماز کے مغائر ہو۔ شامی میں ہے جیسے
مع التکبیرات الانتقال المذکور	آدمی اپنے دل کے ساتھ نیت کرے تکبیرات
قال فی النهر بان صلی رکعة	کے ساتھ انتقالی مذکور کی مصنف نہر نے
من الظهر مثلا ثم افتتح	کہا ہے جیسے نمازی نے ظہر کی مثلاً ایک رکعت
العصر او التطوع بتکبیرة فان	پڑھی پھر عصر شروع کر دی یا نفل تکبیر کے
کان صاحب ترتیب کان	ساتھ شروع کر دیے پس اگر وہ صاحب
شارعا فی التطوع عندهما	ترتیب ہے شیخین کے نزدیک وہ نفل شروع
خلافا لمحمد او لم یکن	کرنے والا ہے۔ امام محمد کا اختلاف ہے یا
بان سقط للضیق او للکثرة	نہیں ہوا ساقط ہوئی بوجہ تنگی وقت کے یا
صح شروعه فی العصر لانه	واسطے کثرت کے درست ہے شروع ہونا
نوی تحصیل ما لیس بحاصل	اس کا عصر میں کیونکہ اس نے ایسی چیز کے
فخرج عن الاول فمناط الخروج	حاصل کرنے کی نیت کی ہے جو اسے حاصل نہیں
عن الاول صحة الشروع فی	پس پہلی نماز سے نکل گیا پس پہلی نماز سے
المغایر ولو من وجه الخ	نکلنے کا دارومدار صحت شروع ہے پہلی نماز
	سے مغائر نماز میں اگرچہ تغائر من وجہ ہو۔

اور سنت نہ ہونا ظاہر ہے کہ سنتیں تو پڑھ چکا ہے بلکہ اگر سنتیں نہ پڑھی ہوتیں اور تیسری یا کسی رکعت کی تکبیر اول کے وقت نیت فرض کی کر لیتا جب بھی سنتیں نہ ہوتیں کہ وہ اس نیت کے سبب فرض کی طرف منتقل ہو گیا۔ بہر حال یہ رکعتیں نفل ہوئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبد المذنب احمد رضا عفی عنہ۔
بمحمد ن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۶ : ۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز فرض پڑھتا ہے اور اس نے سہواً پچھلی دو رکعت میں بھی بعد الحمد کے ایک ایک سورت پڑھی۔ بعدہٗ سلام پھیرا۔ اب اس کی نماز فرض ہوئی یا سنت؟ جیسا ہو ویسا ہی معہ دستخط مُہر کے ارقام فرمائیے۔ اور اگر وہ سجدۂ سہو کر لیتا تو اس کی نماز فرض ہو جاتی یا نہیں؟

الجواب : فرض ہوئے اور نماز میں کچھ خلل نہ آیا۔ اس پہ سجدۂ سہو تھا۔ بلکہ اگر قصداً بھی فرض کی پچھلی رکعتوں میں سورۃ ملا لے تو کچھ مضائقہ نہیں صرف خلاف اولیٰ ہے بلکہ بعض ائمہ نے اس کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی۔ فقیر کے نزدیک ظاہراً بہ استحباب تنہا پڑھنے والے کے حق میں ہے۔ امام کے لیے ضرور مکروہ ہے۔ بلکہ مقتدیوں پر گراں گزرے تو حرام۔ درمختار میں ہے:

ضم سورۃ فی الاولیین من	فرضوں کی دو پہلی رکعتوں میں سورۃ کا ملانا
الفرض وھل یکرہ فی الاخریین	فرض ہے۔ اور کیا پچھلی دو رکعتوں میں مکروہ
المختار لا۔	ہے؟ مختار یہ ہے کہ مکروہ نہیں۔

ردّالمحتار میں ہے:

ای لا یکرہ تحریما بل تنزیھا	یعنی مکروہ تحریمی نہیں بلکہ تنزیہی ہے کیونکہ
لانہ خلاف السنۃ قال فی	یہ خلاف سنت ہے۔ یہ منیہ اور اس کی
المنیۃ وشرحھا فان ضم	شرح میں کہا ہے پس اگر ملایا اس نے سورۃ
السورۃ الی الفاتحۃ ساھیا	کو ساتھ فاتحہ کے بھول کر واجب ہوگا اس پر
تجب علیہ سجدتا السھو فی	سجدہ سہو ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے
قول ابی یوسف لتاخیر الرکوع	قول میں رکوع میں تاخیر کی بنا پر اور اظہر روایات
عن محلہ وفی اظھر الروایات	میں سجدہ سہو واجب نہیں ہے۔ اس لیے
لا تجب لان القراءۃ فیھما مشروعۃ	کہ قراءت تو ان دونوں رکعتوں میں مشروع

من غیر تقدیر والاقتصار علی
الفاتحة مسنون لا واجب اھ
وفی البحر عن فخر الاسلام ان
السورة مشروعة فی الاخریین
نفلا وفی الذخیرة انه المختار
وفی المحیط ھو الاصح اھ والظاھر
ان المراد بقوله نفلا بجواز
المشروعیة بمعنی عدم الحرمة
فلا ینافی کونه خلاف الاولی
کما افاده فی الحلیة اھ فافی رد
المحتار۔ اقول لفظ الحلیة ثم
الظاھر اباحتھا کیف لا وقد
تقدم من حدیث ابی سعید
الخدری فی صحیح المسلم وغیرہ
انه صلی اللہ تعالی علیه وسلم
کان یقرؤ فی صلوٰة الظھر فی
الرکعتین الاولیین قدر ثلثین
اٰیة وفی الاخریین قدر خمسة
عشر اٰیة او قال نصف ذلك۔
فلا جرم ان قال فخر الاسلام فی
شرح جامع الصغیر واما السورة
فانھا مشروعة نفلا فی
الاخریین حتی قلنا فیمن قرء

ہے بغیر کسی خاص اندازہ کے۔ رہا فاتحہ پر
اقتصار تو یہ سنت ہے، واجب نہیں۔
بحر میں فخر الاسلام سے روایت ہے کہ فاتحہ
کے ساتھ سورۃ کا ملانا پچھلی دو رکعتوں میں
نفلاً جائز ہے۔ اور ذخیرہ میں ہے وہی مختار
ہے۔ اور محیط میں ہے وہی زیادہ صحیح ہے
اور ظاہر یہ ہے کہ فخر الاسلام کے قول میں
نفلاً قراءت کے جائز ہونے سے مراد عدم
حرمت ہے پس یہ قول قراءت فی الاخریین
کے خلاف اولیٰ ہونے کے مخالف نہیں۔
جیسا کہ حلیہ میں یہ بیان کیا ہے۔ ردالمحتار
کی عبارت تمام ہوئی۔ میں کہتا ہوں لفظ حلیہ
کا پھر ظاہر قراءت کا جواز ہے۔ جواز کیسے
نہ ہو جبکہ پہلے گزر چکا ہے ابی سعید خدریؓ
کی حدیث سے صحیح مسلم وغیرہ میں بیشک نبی
صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے صلوٰۃ ظہر کی
پہلی دو رکعتوں میں تیس آیتوں کا اندازہ،
اور پچھلی دو رکعتوں میں پندرہ آیتوں کا قدر
یا کہا نصف اس کا۔ پس اس لیے فخر الاسلام
نے جامع صغیر کی شرح میں کہا ہے کہ سورۃ
تو وہ نفلاً پچھلی دو رکعتوں میں جائز ہے،
یہاں تک کہ ہم نے اس آدمی کے بارہ
میں کہا ہے جو پچھلی دو رکعتوں میں سورت

فی الاخریین لم یلزمہ سجدۃ السھو انتھی۔ ثم یمکن ان یقال الاولیٰ عدم الزیادۃ و یحمل علی الخروج مخرج البیان لذٰلک الحدیث ابی قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (یرید ما تقدم بروایۃ الصحیحین) ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقرؤ فی الظھر فی الاولیین بام القرآن وسورتین، و فی الرکعتین الاخریین بام الکتٰب الحدیث قول المصنف المذکور (ای ولا یزید علیھما شیئا) و قول غیر واحد من المشائخ کما فی الکافی وغیرہ ویقرؤ فیھما بعد الاولیین الفاتحۃ فقط و یحمل علی بیان مجرد الجواز حدیث ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قول فخر الاسلام فان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یفعل الجائز فقط فی بعض الاحیان تعلیما للجواز وغیرہ من غیر کراھۃ فی حقہ صلی اللہ

پڑھے کہ اس پر سجدہ سہو لازم نہیں انتہیٰ۔ پھر ممکن ہے کہ یہ کہا جائے اولیٰ عدم زیادت ہے اور حمل کیا جائے مخرج بیان پر واسطے حدیث قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔ (اس سے مراد وہ حدیث ہے جو پہلے گزر چکی ہے صحیحین کی روایت کے ساتھ) کہ تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور دو سورتیں اور ظہر کی پچھلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ الحدیث۔ قول مصنف مذکور کا (یعنی نہ زیادہ کرے اوپر ان دونوں کے کوئی شے) اور قول بہت سے مشائخ کا جیسا کہ کافی وغیرہ میں ہے اور پڑھے ان دونوں میں پیچھے پہلی دو رکعتوں کے سورۃ فاتحہ صرف اور حمل کی جائے اوپر بیان صرف جواز کے حدیث ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔ اور قول فخر الاسلام کا یہ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بعض اوقات صرف جائز کام کرتے ہیں تعلیم جواز وغیرہ کے لیے بغیر کراہت کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں جیسا کہ غالب احوال میں

تعالیٰ علیہ وسلم کما یفعل الجائز الاولیٰ فی غالب الاحوال والنفل لاینافی عدم الاولویۃ فیندفع بھذا ما عساہ یخال من المخالفۃ بین الحدیثین المذکورین وبین اقوال المشائخ واللہ سبحانہ اعلم اھ ولعلک لا یخفی علیک ان حمل المشروع نفلا علی المکروہ تنزیھا مستبعد جدا وقراءۃ السورۃ فی الاخریین لیست فعلا مستحبا مستقلا یعتبر بہ عدم الاولویۃ لعارض کصلوٰۃ نافلۃ مع بعض المکروھات وانما المستفاد من النفلیۃ ھھنا فیما یظھر ھو استحباب فعلھا فکیف یجامع عدم الاولویۃ والذی یظھر للعبد الضعیف ان سنۃ الاقتصار علی الفاتحۃ انما تثبت عن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الامامۃ فانہ لم یعھد منہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلوٰۃ مکتوبۃ الا امامۃ الا نادرا فی غایۃ الندرۃ

جائز اولیٰ کو کرتے اور نفل عدم اولویت کے منافی نہیں پس اس توجیہ سے وہ اعتراض مندفع ہوجاتا ہے جو خیال کیا جاسکتا تھا یعنی مخالفت درمیان حدیثوں کے اور اقوال مشائخ کے واللہ سبحانہ اعلم اھ۔ شاید تجھ پر یہ بات پوشیدہ نہ ہو کہ مشروع نفلاً کو مکروہ تنزیہی پر حمل کرنا بہت بعید ہے اور پچھلی دو رکعتوں میں سورت کا پڑھنا ایسا فعل مستحب مستقل نہیں جس کے ساتھ کسی عارض کی وجہ سے عدم اولویت کا اعتبار کیا جائے جیسا کہ نفل نماز بعض مکروہات کے ساتھ ظاہر فہم میں یہاں نفلیۃ کا معنی یہ ہے کہ اس کا کرنا مستحب ہے پس اس معنی کے اعتبار سے نفلیۃ خلاف اولیٰ کے ساتھ کس طرح جمع ہوسکتی ہے اور اس ضعیف بندہ کے لیے جو بات ظاہر ہوئی ہے یہ ہے کہ پچھلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ پر اقتصار یہ سنت ہے جو کہ حالت امامت میں خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرض نماز حالت امامت کے بغیر معلوم نہیں ہوئی مگر بہت

فیکرہ للامام الزیادۃ علیہا لاطالۃ علی المقتدین فوق السنۃ۔ بل لو اطال الی حد الاستثقال کرہ تحریما اما المنفرد فقال فیہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلیطول ما شاء۔ وزیادۃ القراءۃ زیادۃ خیر ولم یعرضہ ما یعارض خیریتہ فلا یبعد ان یکون نفلا فی حقہ۔ فان حملنا کلام اکثر المشائخ علی الامامۃ وکلام الامام فخر الاسلام وتصحیح الذخیرۃ والمحیط علی المنفرد حصل التوفیق ——— وباللہ التوفیق ——— ھذا ما عندی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

پس امام کے لیے اخیرین میں فاتحہ پر زیادت مکروہ ہے بوجہ لمبا کرنے نماز کے مقتدیوں پر قدر سنت سے زیادہ۔ بلکہ اگر اتنی لمبی کی کہ مقتدیوں کو بھاری معلوم ہو تو مکروہ تحریمی ہے۔ رہا اکیلے نماز پڑھنے والا، پس اس کے بارہ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے پس وہ قرارت لمبی کرے جتنی چاہے۔ اور زیادۃ قراءۃ زیادۃ خیر ہے۔ اور یہاں کوئی عارض نہیں جو اس کی خیریت کو عارض ہو پس بعید نہیں کہ اس کے حق میں نفل ہو پس اگر ہم حمل کریں کلام اکثر مشائخ کو امامت پر اور کلام فخر الاسلام اور تصحیح ذخیرہ ومحیط کو منفرد پر، تو دونوں قولوں میں تطبیق ہو جاتی ہے ——— اور توفیق اللہ کے ساتھ ہے ——— یہ وہ ہے جو میرے پاس ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ بہتر جانتے ہیں

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد ن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ: ۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس صورت میں کہ ایک شخص نے بسم اللہ کہہ کر ایک شکار کے اوپر بندوق چلائی۔ پس جس وقت اس کو جا کر دیکھا تو کوئی آثار اس میں زندگی کے نہ تھے اور نہ جنبش تھی۔ جس وقت کہ اس کو ذبح کیا تو خون نکلا اچھی طرح سے پس

وہ شکار حلال ہے یا حرام؟ اور اگر اس کو ذبح نہ کرتے تو حلال ہوتا یا حرام؟ اور در صورت نہ نکلنے خون کے بھی جواب تحریر فرمائیے۔ بینوا و توجروا:

الجواب:

اگر ذبح کر لیا اور ثابت ہوا کہ ذبح کرتے وقت اس میں حیات تھی۔ مثلاً پھڑک رہا تھا، یا ذبح کرتے وقت تڑپا، اگرچہ خون نہ نکلا، یا خون ایسا دیا جیسا مذبوح سے نکلا کرتا ہے اگرچہ جنبش نہ کی، یا اور کسی علامت سے حیات ظاہر ہوئی تو حلال ہے۔ اور اگر بندوق سے مار کر چھوڑ دیا، ذبح نہ کیا۔ یا کیا مگر اس میں وقت ذبح حیات کا ہونا ثابت نہ ہوا، تو حرام ہے۔ غرض مدار کار اس پر ہے کہ ذبح کر لیا جائے اور وقت ذبح اس میں رمق باقی ہو اگرچہ نہ جنبش کرے نہ خون دے حلال ہو جائے گا ورنہ حرام۔ درمختار میں ہے:

ذبح شاۃ مریضۃ فتحرکت	ذبح کیا اس نے بیمار بکری کو پس اس نے
او خرج الدم حلت والا لا	حرکت کی یا اس سے خون نکلا تو حلال ہے
ان لم تدر حیاتہ عند الذبح	ورنہ حلال نہیں اگر وقت ذبح اس کی زندگی
وان علم حیاتہ حلت مطلقا	معلوم نہ ہو۔ اگر وقت ذبح زندگی معلوم
وان لم تتحرک ولم یخرج الدم	ہوئی تو مطلقاً حلال ہے اگرچہ حرکت بھی
وھذا یأتی فی منخنقۃ و	نہ کرے اور خون بھی نہ نکلے۔ اور یہی حکم ہے
متردیۃ ونطیحۃ والتی	گلا گھونٹی اور بلندی سے گرنے والی اور سینگ
فقر الذئب بطنھا فزکاۃ ھذہ	سے زخمی ہونے والی اور جس کا پیٹ بھیڑیے
الاشیاء تحل وان کانت حیاتھا	نے پھاڑ دیا ہو۔ پس بحالت مذکورہ ان کا
خفیفۃ وعلیہ الفتوی لقولہ	ذبح کرنا انہیں حلال کر دے گا اگرچہ ان میں
تعالی إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ من غیر	خفیف سی زندگی ہو اور اسی پر فتویٰ ہے بوجہ
فصل اھ	فرمان اللہ تعالیٰ کے مگر جسے ذبح کر لیا تم نے بغیر
وفی رد المحتار عن البزازی	فصل کے اھ۔ اور رد المحتار میں روایت ہے
عن الاسبیجابی عن الامام	بزازی سے انہوں نے اسبیجابی سے انہوں نے

الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خروج الدم لا یدل علی الحیوۃ الا اذا کان یخرج کما یخرج من الحی قال وھو ظاھر الروایۃ

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ محض خون نکلنا زندگی پر دلالت نہیں کرتا ہاں جس وقت کہ اس طرح سے نکلے جس طرح زندہ سے نکلتا ہے کہا کہ یہ ظاہر روایت ہے۔

اسی کی کتاب الصید میں ہے:

المعتبر فی المتردیۃ واخواتھا کنطیحۃ وموقوذۃ وما اکل السبع والمریضۃ مطلق الحیاۃ وان قلت کما اشرنا الیہ علیہ الفتوی۔

بلندی سے گر کر قریب المرگ اور اس کے ساتھ مذکور فی القرآن باقی اشیاء نطیحہ، موقوذہ وغیرہ میں مطلق زندگی معتبر ہے اگرچہ کم ہی ہو جیسا کہ ہم نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے۔

مدارک التنزیل میں ہے:

الموقوذۃ التی اسخنوھا ضربا بالعصا او حجر

موقوذہ وہ ہے جسے وہ لاٹھی یا پتھر سے زخمی کرتے تھے۔

معالم میں ہے:

قال قتادۃ کانوا یضربونھا بالعصا فاذا ماتت اکلوھا اھ قلت فظھر ان المضروب بکل مثقل کالبندقۃ ولو بندقۃ الرصاص کلہ من الموقوذۃ فیحل بالذکاۃ وان قلت الحیاۃ

قتادہ نے کہا کفار جانور کو یہاں تک مارتے تھے کہ وہ مر جاتا تھا پھر اسے کھاتے تھے۔ میں کہتا ہوں اس سے ظاہر ہوا کہ ہر بھاری چیز کا مضروب جانور جیسے بندوق اگرچہ سکہ کی گولی والی بندوق ہو یہ سب موقوذہ میں شامل ہیں پس یہ ذبح کرنے سے حلال ہو جاتی ہیں اگرچہ وقت ذبح ان میں قلیل زندگی ہو۔

ردالمحتار میں ہے:

لا یخفی ان الجرح بالرصاص انما

پوشیدہ نہیں کہ سکہ کی گولی کا زخم بوجہ جلنے

هو بالاحراق والثقل بواسطة	اور بوجھ کے ہے بواسطہ اس کے زور سے
اندفاعه العنيف اذ ليس له	پھینکنے کے کیونکہ گولی میں دھار نہیں پس
حد فلا يحل وبه افتى ابن نجيم	حلال نہیں۔ اسی کے ساتھ ابن نجیم نے فتویٰ
والله تعالیٰ اعلم۔	دیا۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد ن المصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ: ۱۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ ایک شخص روز شکار بندوق کا شوقیہ کھیلتا ہے پس بحکم شرع شریف کے کس قدر شکار کھیلنا چاہیے اور کس وقت میں؟ اور وہ شکاری ہر روز شکار کھیلنے میں گنہگار ہوتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا مفصلاً توجروا کثیراً۔

الجواب: شکار کہ محض شوقیہ بغرض تفریح ہو جسے ایک قسم کا کھیل سمجھا جاتا ہے لہٰذا شکار کھیلنا کہتے ہیں۔ بندوق کا خواہ مچھلی کا، روزانہ ہو خواہ گاہ گاہ مطلقاً بالاتفاق حرام ہے۔ حلال وہ ہے جو بغرض کھانے یا دوا یا کسی اور نفع یا کسی ضرر کے دفع کو ہو۔

آج کل کے بڑے بڑے شکاری جو اتنی ناک والے ہیں کہ بازار سے اپنی خاص ضرورت کی کھانے یا پہننے کی چیز لانے کو جانا اپنی کسرِ شان سمجھیں، یا نرم ایسے کہ دس قدم دھوپ میں چل کر مسجد میں نماز کے لیے حاضر ہونا مصیبت جانیں وہ گرم دوپہر گرم لُو میں گرم ریت پر چلنا اور ٹھیرنا اور گرم ہوا کے تھپیڑے کھانا گوارا کرتے، اور دو دو پہر بلکہ دو دو دن شکار کے لیے گھر بار چھوڑے پڑے رہتے ہیں، کیا یہ کھانے کی غرض سے جاتے ہیں؟ حاشا وکلا بلکہ وہی لہو ولعب ہے اور بالاتفاق حرام۔

ایک بڑی پہچان یہ ہے کہ ان شکاریوں سے اگر کہیے مثلاً مچھلی بازار میں بھی ملے گی، وہاں سے لے لیجیے، ہرگز قبول نہ کریں گے۔ یا کہیے کہ ہم اپنے پاس سے لائے دیتے ہیں، کبھی نہ مانیں گے بلکہ شکار کے بعد خود اس کے کھانے سے بھی غرض نہیں رکھتے، بانٹ دیتے ہیں۔ تو یہ جانا یقیناً وہی تفریح وحرام ہے۔ درمختار میں ہے الصید مباح الا للتلهی

کما ھو ظاھر۔ اسی طرح اشباہ و بزازیہ و مجمع الفتاوی وغنیہ ذوی الاحکام و تاتارخانیہ و ردالمحتار وغیرہا عامۂ اسفار میں ہے۔ واللہ سبحٰنہٗ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد بن المصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۹: ۱۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس شعر کا مطلب جو شرع محمدی فصل اٹھائیسویں بیان مکروہات وضو میں ہے ؎

تیسرے تانبے کے برتن سے اگر
ہے وضو ناقص کرے گا جو بشر

یہ نہ معلوم ہوا کہ تانبے کے برتن سے کیوں وضو ناقص ہے؟ آج کل بہت شخص تانبے کے برتن لوٹے سے وضو کرتے ہیں۔ کیا ان سب کا وضو ناقص ہوتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

تانبے کے برتن سے وضو کرنا، اس میں کھانا پینا سب بلا کراہت جائز ہے۔ وضو میں کچھ نقصان نہیں آتا۔ ہاں قلعی کے بعد چاہیے۔ بے قلعی میں کھانا پینا مکروہ ہے کہ جسمانی ضرر کا باعث ہوتا ہے۔ اور مٹی کا برتن تانبے سے افضل ہے۔ علماء نے وضو کے آداب و مستحبات سے شمار فرمایا کہ مٹی کے برتن سے ہو۔ اور اس میں کھانا پینا بھی تواضع سے قریب ہے۔ ردالمحتار میں فتح القدیر سے ہے:

منھا (ای من اٰداب الوضوء) کون انیۃ من خزف۔ — اس سے (یعنی آداب وضو سے) ہونا اس کے برتنوں کا پختہ مٹی سے۔

اسی میں اختیار شرح مختار سے ہے:

اتخاذھا (ای اوانی الاکل والشرب) من الخزف افضل اذ لا صرف فیہ ولا مخیلۃ وفی الحدیث — پکڑنا ان کا (یعنی کھانے پینے کے برتن) پختہ مٹی سے افضل ہیں کیونکہ اس میں کچھ خرچ بھی نہیں اور تکبر بھی نہیں اور حدیث

من اتخذ اوانی بیته خزفا زارته الملئکة ویجوز اتخاذها من نحاس اور صاص۔

میں ہے جو شخص گھر کے برتن مٹی کے رکھے فرشتے اس کی زیارت کرتے ہیں۔ تانبے اور قلعی کے برتن بھی جائز ہیں۔

اسی میں ہے:

یکرہ الاکل فی النحاس الغیر المطلی بالرصاص لانہ یدخل الصداء فی الطعام فیورث ضررا عظیما وما بعدہ فلاہ ملخصا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مکروہ ہے کھانا کھانا بغیر قلعی شدہ تانبے کے کیونکہ وہ کھانے میں اپنا برا اثر ڈالتا ہے جس سے صحت پر بہت برا اثر پڑتا ہے اور قلعی کرنے کے بعد وہ اثر زائل ہو جاتا ہے اھ ملخصا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد ن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۱۰: ۱۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت اس صورت میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں درخت پر شہید مرد ہیں، اور فلاں طاق میں شہید مرد رہتے ہیں۔ اور اس درخت اور اس طاق کے پاس جا کر ہر جمعرات کو فاتحہ شیرینی اور چاول وغیرہ پر دلاتے ہیں۔ ہار لٹکاتے ہیں، لوبان سلگاتے ہیں، مرادیں مانگتے ہیں۔ اور ایسا دستور اس شہر میں بہت جگہ واقع ہے۔ کیا شہید مردان درختوں اور طاقوں میں رہتے ہیں؟ اور یہ اشخاص حق پر ہیں یا باطل پر؟ جواب عام فہم مع دستخط کے تحریر فرمائیے۔ بینوا بالکتاب توجروا بالثواب۔

الجواب: یہ سب واہیات وخرافات اور جاہلانہ حماقات وبطالات ہیں۔ ان کا ازالہ لازم۔ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد ن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ : ۱۴ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ۔

ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ اندریں مسئلہ کہ بعد فوت ہو جانے والدین کے اولاد کے اوپر کیا حق والدین کا رہتا ہے ؟ بینوا بالکتاب توجروا بالثواب۔

الجواب :

(۱) سب سے پہلا حق بعد موت ان کے جنازہ کی تجہیز غسل، کفن، نماز، دفن ہے۔ اور ان کاموں میں ایسے سنن و مستحبات کی رعایت جس سے اُن کے لیے ہر خوبی و برکت و رحمت و وسعت کی امید ہو۔

(۲) ان کے لیے دعا و استغفار ہمیشہ کرتے رہنا۔ اس سے کبھی غفلت نہ کرنا۔

(۳) صدقہ و خیرات و اعمال صالحات کا ثواب انہیں پہنچاتے رہنا حسب طاقت اس میں کمی نہ کرنا، اپنی نماز کے ساتھ اُن کے لیے بھی نماز پڑھنا، اپنے روزوں کے ساتھ ان کے واسطے بھی روزے رکھنا۔ بلکہ جو نیک کام کرے سب کا ثواب انہیں اور سب مسلمانوں کو بخش دینا کہ اُن سب کو ثواب پہنچ جائے گا اور اس کے ثواب میں کمی نہ ہوگی بلکہ بہت ترقیاں پائے گا۔

(۴) ان پہ کوئی قرض کسی کا ہو تو اس کے ادا میں حد درجہ کی جلدی و کوشش کرنا اور اپنے مال سے ان کا قرض ادا ہونے کو دونوں جہان کی سعادت سمجھنا۔ آپ قدرت نہ ہو تو اور عزیزوں قریبوں پھر باقی اہلِ خیر سے اس کے ادا میں امداد لینا۔

(۵) ان پر کوئی فرض رہ گیا ہو تو بقدر قدرت اس کے ادا میں سعی بجا لانا۔ حج نہ کیا ہو تو خود ان کی طرف سے حج کرنا یا حج بدل کرانا۔ زکوٰۃ یا عشر کا مطالبہ ان پر رہا ہو تو اسے ادا کرنا۔ نماز یا روزہ باقی ہو تو اس کا کفارہ دینا، وعلیٰ ھٰذا القیاس ہر طرح ان کی برأت ذمہ میں جد و جہد کرنا۔

(۶) انہوں نے جو وصیت جائزہ شرعیہ کی ہو حتی الامکان اس کے نفاذ میں سعی کرنا، اگرچہ شرعاً اپنے اوپر لازم نہ ہو، اگرچہ اپنے نفس پہ بار ہو۔ مثلاً وہ نصف جائداد کی وصیت اپنے کسی عزیز غیر وارث یا اجنبی محض کے لیے کر گئے تو شرعاً انتہائی

مال سے زیادہ بے اجازت ورثا ن نافذ نہیں۔ مگر اولاد کو مناسب ہے کہ ان کی وصیت مانیں اور ان کی خوشی پوری کرنے کو اپنی خواہش پر مقدم جانیں۔

(۷) ان کی قسم بعد مرگ بھی سچی ہی رکھنا۔ مثلاً ماں یا باپ نے قسم کھائی تھی کہ میرا بیٹا فلاں جگہ نہ جائے گا، یا فلاں سے نہ ملے گا، یا فلاں کام کرے گا، تو ان کے بعد یہ خیال نہ کرنا کہ اب تو وہ ہیں نہیں، ان کی قسم کا خیال نہیں بلکہ اس کا ویسا ہی پابند رہنا جیسا ان کی حیات میں رہتا جب تک کوئی حرج شرعی مانع نہ ہو۔ اور کچھ قسم ہی پر موقوف نہیں ہر طرح کے امور جائزہ میں بعد مرگ بھی ان کی مرضی کا پابند رہنا۔

(۸) ہر جمعہ کو ان کی زیارت قبر کے لیے جانا، وہاں قرآن شریف ایسی آواز سے کہ وہ سنیں پڑھنا اور اس کا ثواب ان کی روح کو پہنچانا۔ راہ میں جب کبھی ان کی قبر آئے بے سلام و فاتحہ نہ گزرنا۔

(۹) ان کے رشتہ داروں کے ساتھ عمر بھر نیک سلوک کیے جانا۔

(۱۰) ان کے دوستوں سے دوستی نباہنا، ہمیشہ ان کا اعزاز و اکرام رکھنا۔

(۱۱) کبھی کسی کے ماں یا باپ کو بُرا کہہ کر جواب میں انہیں برا نہ کہلوانا۔

(۱۲) اور سب میں سخت تر و عام تر و مدام تر یہ حق ہے کہ کبھی کوئی گناہ کر کے انہیں قبر میں رنج نہ پہنچانا۔ اس کے سب اعمال کی ماں باپ کو خبر پہنچتی ہے۔ نیکیاں دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور ان کا چہرہ فرحت سے دمکنے لگتا ہے۔ اور گناہ دیکھتے ہیں تو رنجیدہ ہوتے ہیں، ان کے قلب پر صدمہ پہنچتا ہے۔ ماں باپ کا یہ حق نہیں کہ قبر میں بھی انہیں رنج دیا جائے۔

اللہ غفور رحیم، عزیز کریم جل جلالہٗ صدقہ اپنے حبیب رؤف و رحیم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا ہم سب مسلمانوں کو نیکیوں کی توفیق دے، گناہوں سے بچائے۔ ہمارے اکابر کی قبروں میں ہمیشہ نور و سرور پہنچائے، کہ وہ قادر ہے اور ہم عاجز۔ وہ غنی ہے اور ہم محتاج۔ حسبنا اللہ و نعم الوکیل و نعم المولیٰ و نعم النصیر۔ ولا حول ولا قوۃ

الا باللہ العلی العظیم۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی الشفیع الرفیع الغفور الکریم الرؤف الرحیم سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔ آمین۔ والحمد للہ رب العالمین۔

اب وہ حدیثیں جن سے فقیر نے یہ حق استخراج کیے ان میں سے بعض بقدر کفایت ذکر کروں:

حدیث ۱:

کہ ایک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدمتِ اقدس حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! ماں باپ کے انتقال کے بعد بھی کوئی طریقہ ان کے ساتھ نیکوئی کا باقی ہے جسے میں بجالاؤں؟ فرمایا:

نعم، اربعۃ: الصلاۃ علیہما	ہاں، چار باتیں ہیں: ان پر نماز اور ان کے
والاستغفار لہما وانفاذ	لیے دعائے مغفرت اور ان کی وصیت
عہدہما من بعدہما واکرام	نافذ کرنا، اور ان کے دوستوں کی بزرگداشت
صدیقہما وصلۃ الرحم	اور جو رشتہ صرف انہی کی جانب سے
التی لا رحم لک الا من قبلہما	ہو نیک برتاؤ سے اس کا قائم رکھنا۔ یہ
فہذا الذی بقی من برہما بعد	وہ نیکوئی ہے کہ ان کی موت کے بعد ان کے
موتہما۔	ساتھ کرنی باقی ہے۔

رواہ ابن النجار عن ابی اسید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مع القصہ۔ ورواہ البیہقی فی سننہ عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یبقی للولد من بر الوالد الا اربع، الصلوٰۃ علیہ والدعاء لہ وانفاذ عہدہ من بعدہ وصلۃ رحمہ واکرام صدیقہ۔

حدیث ۲:

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

استغفار الولد لابیہ بعد الموت	ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کے یہ بات ہے کہ

من البر۔ اولاد ان کے بعد ان کے لیے دعائے مغفرت کرے۔

رواہ ابن النجار عن ابی اسید مالک بن زرارۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث ۳ :

کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

اذا ترک العبد الدعاء للوالدین فانہ ینقطع عنہ الرزق — آدمی جب ماں باپ کے لیے دعا چھوڑ دیتا ہے اس کا رزق قطع ہو جاتا ہے۔

رواہ الطبرانی فی التاریخ والدیلمی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث ۴ و ۵ :

کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

اذا تصدق احدکم بصدقۃ تطوعا فلیجعلھا عن ابویہ فیکون لھما اجرھا ولا ینقص من اجرہ شیئا۔ — جب تم میں کوئی شخص کچھ نفل خیرات کرے تو چاہیے کہ اسے اپنے ماں باپ کی طرف سے کرے کہ اس کا ثواب انہیں ملے گا اور اس کے ثواب سے کچھ نہ گھٹے گا۔

رواہ الطبرانی فی الاوسطہ وابن عساکر عن عبد اللہ بن عمر و رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ ونحوہ الدیلمی فی مسند الفردوس عن معاویۃ بن حیدۃ القشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث ۶ :

کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! میں اپنے باپ کی زندگی میں ان کے ساتھ نیک سلوک کرتا تھا۔ اب وہ مر گئے۔ ان کے ساتھ نیک سلوک کی کیا راہ ہے؟ فرمایا:

ان من البر بعد الموت ان تصلی لھما مع صلوتک وتصوم لھما مع صیامک۔ رواہ الدارقطنی — بعد مرگ نیک سلوک یہ ہے کہ تو اپنی نماز کے ساتھ ان کے لیے نماز پڑھے اور اپنے روزوں کے ساتھ ان کے لیے روزے رکھے۔

یعنی جب اپنے ثواب ملنے کے لیے کچھ نفل نماز پڑھے یا روزے رکھے تو کچھ نفل نماز روزے ان کی طرف سے انہیں ثواب پہنچنے کو بھی بجالا۔ یا نماز روزہ جو عمل نیک کرے ساتھ ہی انہیں ثواب پہنچنے کی بھی نیت کرلے کہ انہیں بھی ملے گا اور تیرا بھی کم نہ ہوگا، کما مر ولفظ مع یحتمل الوجھین بل ھذا الصق بالمبتہ محیط۔ پھر تاتارخانیہ پھر ردالمحتار میں ہے: الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لانھا تصل الیھم ولا ینقص من اجرہ شئ۔

حدیث ۷:

کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من حج عن والدیہ او قضی	جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کردے یا
عنھما مغرما بعثہ اللہ یوم	ان کا قرض ادا کرے روز قیامت نیکوں کے
القیٰمۃ مع الابرار۔	ساتھ اٹھے۔

رواہ الطبرانی فی الاوسط والدارقطنی فی السنن عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث ۸:

امیرالمومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اسی ہزار قرض تھے۔ وقتِ وفات اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بلا کر فرمایا:

بع فیھا اموال عمر فان وفت	میرے دین میں اول میرا مال بیچنا، اگر کافی ہو
والا فسل بنی عدی فان	جائے فبہا ورنہ میری قوم بنی عدی سے
وفت والا فسل قریشا ولا	مانگنا اگر یوں بھی پورا نہ ہو تو قریش سے
تعد عنھم۔	مانگنا اور ان کے سوا اوروں سے سوال نہ کرنا۔

پھر صاحبزادہ موصوف سے فرمایا اضمنھا "تم میرے قرض کی ضمانت کرلو۔ وہ ضامن ہوگئے اور امیرالمومنین کے دفن سے پہلے اکابر انصار و مہاجرین کو گواہ کرلیا کہ وہ اسی ہزار مجھ پر ہیں۔ ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ سارا

قرض ادا فرما دیا۔ رواہ ابن سعد فی الطبقات عن عثمان بن عروۃ۔

حدیث ۹:

قبیلہ جہینہ سے ایک بی بی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ میری ماں نے حج کرنے کی منت مانی تھی وہ ادا نہ کر سکیں اور ان کا انتقال ہو گیا۔ کیا میں ان کی طرف سے حج کر لوں؟ فرمایا:

نعم حجی عنہا ارأیت لو کان علی امك دین اکنت قاضیۃ اقضوا اللہ فاللہ احق بالوفاء۔ رواہ البخاری عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ہاں اس کی طرف سے حج کر۔ بھلا دیکھ تو اگر تیری ماں پر کوئی دین ہوتا تو تو ادا کرتی یا نہیں یوں ہی خدا کا دین ادا کرو کہ وہ زیادہ ادا کا حق رکھتا ہے۔

حدیث ۱۰:

کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اذا حج الرجل عن والدیہ تقبل منہ ومنہما وابتشر بہ ارواحہما فی السماء وکتب عند اللہ برا۔ رواہ الدارقطنی عن زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

انسان جب اپنے والدین کی طرف سے حج کرتا ہے وہ حج اس کی طرف سے اور ان سب کی طرف سے قبول کیا جاتا ہے اور ان کی روحیں آسمان میں اس سے شاد ہوتی ہیں اور یہ شخص اللہ عزوجل کے نزدیک ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا لکھا جاتا ہے۔

حدیث ۱۱:

کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من حج عن ابیہ او عن امہ فقد قضی عنہ حجتہ وکان لہ فضل عشر بحجہ۔

جو اپنی ماں یا باپ کی طرف سے حج کرے ان کی طرف سے حج ادا ہو جائے اور اسے دس حج کا ثواب زیادہ ملے۔

رواہ الدارقطنی عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حدیث ۱۲:

کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من حج عن والدیہ بعد وفاتہما کتب اللہ عتقا من النار وکان للمحجوج عنہما اجر حجۃ تامۃ من غیر ان ینقص من اجورہما شیء۔ رواہ الاصبہانی فی الترغیب والبیہقی فی الشعب عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جو اپنے والدین کے بعد ان کی طرف سے حج کرے اللہ تعالیٰ اس کے لیے دوزخ سے آزادی لکھے اور ان دونوں کے واسطے پورے حج کا ثواب ہو جس میں اصل کمی نہ ہو۔

حدیث ۱۳:

کہ فرماتے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من بر قسمہما وقضی دینہما و لم یستسب لہما کتب بارا وان کان عاقا فی حیاتہ ومن لم یبر قسمہما ولم یقض دینہما واستسب لہما کتب عاقا وان کان بارا فی حیاتہ۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط عن عبد الرحمٰن بن سمرۃ رضی اللہ تعنہ

جو شخص اپنے ماں باپ کے بعد اُن کی قسم سچی کرے اور اُن کا قرض اتارے اور کسی کے ماں باپ کو بُرا کہہ کر انہیں بُرا نہ کہلوائے وہ والدین کے ساتھ نکوکار لکھا جائے اگرچہ اُن کی زندگی میں نافرمان تھا اور جو ان کی قسم پوری نہ کرے اور اُن کا قرض نہ اُتارے اور اُن کے والدین کو برا کہہ کر انہیں بُرا کہلوائے وہ عاق لکھا جائے اگرچہ ان کی حیات میں نکوکار تھا۔

حدیث ۱۴:

کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من زار قبر ابویہ او احدہما فی کل یوم جمعۃ مرۃ غفر

جو اپنے ماں باپ دونوں یا ایک کی قبر پر ہر جمعہ کے دن زیارت کو حاضر ہو اللہ تعالیٰ

اللہ لہ وکتب برا۔ رواہ الامام	اس کے گناہ بخش دے اور ماں باپ کے ساتھ اچھا
الترمذی العارف باللہ الحکیم	برتاؤ کرنے والا لکھا جائے۔

فی نوادر الاصول عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث ۱۵:

کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من زار قبر والدیہ او احدھما	جو شخص روز جمعہ اپنے والدین یا ایک کی
یوم الجمعۃ فقرء عندہ یٰسٓ	زیارت قبر کرے اور اس کے پاس یٰسٓ
غفر لہ۔ رواہ ابن عدی عن	پڑھے بخش دیا جائے۔

الصدیق الاکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

وفی لفظ من زار قبر والدیہ	جو ہر جمعہ والدین یا ایک کی زیارت قبر کرے
او احدھما فی کل جمعۃ فقرء	وہاں یٰسٓ پڑھے یٰسٓ شریف میں جتنے حرف
عندہ یٰسٓ غفر اللہ لہ بعدد	ہیں ان سب کی گنتی کی برابر اللہ تعالیٰ اس
کل حرف منھا۔	کے لیے مغفرتیں فرمائیں۔

رواہ ھو الخلیلی وابو شیخ والدیلمی وابن النجار والرافعی وغیرھم عن ام المؤمنین الصدیقۃ عن ابیھا الصدیق الاکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حدیث ۱۶:

کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من زار قبر ابویہ او احدھما	جو بہ نیت ثواب اپنے والدین دونوں یا ایک
احتسابا کان کعدل حجۃ	کی زیارت قبر کرے حج مقبول کے برابر ثواب
مبرورۃ ومن کان زوارا	پائے۔ اور جو بکثرت ان کی زیارت قبر کیا
لھما زارت الملٰئکۃ قبرہ۔	کرتا ہو فرشتے اس کی قبر کی زیارت کو آئیں۔

رواہ الامام الترمذی الحکیم وابن عدی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

امام ابن الجوزی محدث کتاب عیون الحکایات میں بسند خود محمد ابن العباس وراق سے روایت فرماتے ہیں: ایک شخص اپنے بیٹے کے ساتھ سفر کو گیا۔ راہ میں باپ کا انتقال ہو گیا۔ وہ جنگل درختانِ مقل یعنی گوگل کے پیڑوں کا تھا۔ ان کے نیچے دفن کر کے بیٹا جہاں جانا تھا چلا گیا۔ جب پلٹ کر آیا، اس منزل میں رات کو پہنچا۔ باپ کی قبر پر نہ گیا ناگاہ سنا کہ کوئی کہنے والا یہ اشعار کہہ رہا ہے ؎

رائتك تطوی الدوم لیلا ولا تری ۔۔۔ علیك لاهل الدوم ان تتكلما

وبالدوم ثاو لو ثویت مكانه ۔۔۔ ومر باهل الدوم عاد فسلما

میں نے تجھے دیکھا کہ تو رات میں اس جنگل کو طے کرتا ہے اور وہ جوان پیڑوں میں ہے اس سے کلام کرنا اپنے اوپر لازم نہیں جانتا۔ حالانکہ ان درختوں میں وہ مقیم ہے کہ اگر تو اس کی جگہ ہوتا اور وہ یہاں گزرتا تو وہ راہ سے پھر کر آتا اور تیری قبر پر سلام کرتا۔

حدیث ۱۷:

کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من احب ان یصل اباہ فی قبرہ ۔۔۔ جو چاہے کہ باپ کی قبر میں اس کے ساتھ

فلیصل اخوان ابیہ من بعدہ۔ ۔۔۔ حسن سلوک کرے وہ باپ کے بعد اس کے

رواہ ابو یعلی وابن حبان عن ابن ۔۔۔ عزیزوں دوستوں سے نیک برتاؤ رکھے۔

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حدیث ۱۸:

کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من البر ان تصل صدیق ۔۔۔ باپ کے ساتھ نیکوکاری سے ہے یہ کہ تو اس کے

ابیك۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط ۔۔۔ دوست سے اچھا برتاؤ رکھے۔

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حدیث ۱۹:

فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

ان ابرار البران یصل الرجل اھل ذی ابیہ بعد ان یولی الاب رواہ الائمۃ احمد والبخاری فی ادب المفرد ومسلم فی صحیحہ وابوداؤد والترمذی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

بیشک باپ کے ساتھ نیکوکاریوں سے بڑھکر یہ نیکوکاری ہے کہ آدمی باپ کے پیٹھ دینے کے بعد اس کے دوستوں سے اچھی روش پر رہتا ہے

حدیث ۲۰ :

کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

احفظ ودّ ابیک لا تقطعہ فیطفئ اللہ نورک۔

اپنے باپ کی دوستی نگاہ رکھ اسے قطع نہ کرنا کہ اللہ تیرا نور بجھا دے گا۔

رواہ البخاری فی الادب المفرد والطبرانی فی الاوسط والبیہقی فی الشعب عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حدیث ۲۱ :

کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

تعرض الاعمال یوم الاثنین والخمیس علی اللہ تعالیٰ وتعرض علی الانبیاء وعلی الآباء والامھات یوم الجمعۃ فیفرحون بحسناتھم وتزداد وجوھھم بیاضا واشراقا فاتقوا اللہ ولا تؤذوا امواتکم۔ رواہ الامام الحکیم عن والد عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ہر دوشنبہ و پنجشنبہ کو اللہ عزوجل کے حضور اعمال پیش ہوتے ہیں اور انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ماں باپ کے سامنے ہر جمعہ کو۔ وہ نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور اُن کے چہروں کی صفائی و تابش بڑھ جاتی ہے تو اللہ سے ڈرو اور اپنے مُردوں کو اپنے گناہوں سے رنج نہ پہنچاؤ

بالجملہ والدین کا حق وہ نہیں کہ انسان اس سے کبھی عہدہ برآ ہو وہ اس کے حیات و وجود کے سبب ہیں۔ تو جو کچھ نعمتیں دینی و دنیوی پائے گا سب انہیں کے طفیل میں ہوئیں کہ

ہر نعمت و کمال وجود پر موقوف ہے، اور وجود کے سبب وہ ہوئے تو صرف ماں یا باپ ہونا ہی ایسے عظیم حق کا موجب ہے جس سے بری الذمہ کبھی نہیں ہوسکتا، نہ کہ اس کے ساتھ اس کی پرورش میں ان کی کوششیں، اس کے آرام کے لیے ان کی تکلیفیں، خصوصاً پیٹ میں رکھنے، پیدا ہونے، دودھ پلانے میں ماں کی اذیتیں، ان کا شکر کہاں تک ادا ہوسکتا ہوسکتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ وہ اس کے لیے اللہ جل وعلیٰ و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سائے اور ان کی ربوبیت و رحمت کے مظہر ہیں۔ ولہٰذا قرآن عظیم میں جل جلالہ نے اپنے حق کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا کہ:

اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ — حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

حدیث میں ہے، ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہوکر عرض کی یارسول اللہ، ایک راہ میں ایسے گرم پتھروں پر کہ اگر گوشت کا ٹکڑا ان پر ڈالا جاتا کباب ہوجاتا، چھ میل تک اپنی ماں کو اپنی گردن پر سوار کرکے لے گیا ہوں۔ کیا اب میں اس کے حق سے ادا ہوگیا ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لعله ان يكون بطلقة واحدة۔ — تیرے پیدا ہونے میں جس قدر دردوں کے
رواه الطبرانی فی الاوسط عن — جھٹکے اس نے اٹھائے ہیں، شاید یہ ان میں
بريدة رضی الله تعالیٰ عنه۔ — ایک جھٹکے کا بدلہ ہوسکے۔

اللہ عزوجل عقوق سے بچائے اور ادائے حقوق کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین اٰمین برحمتك یا ارحم الراحمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولانا محمد واٰله وصحبه اجمعین۔ اٰمین۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد ن المصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۱۲: ۱۷ ربیع الاخر شریف ۱۳۲۰ھ۔

کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز وتر کی تیسری رکعت میں بعد الحمد و قل کے تکبیر کہہ کر دعا قنوت کے بدلے میں تین بار قل ہو اللہ شریف پڑھ لیتا

ہے اور دعاء قنوت اس کو نہیں آتی ہے۔ پس اس کی نماز وتر صحیح ہوتی ہے یا نہیں ؟ اور وہ اگر ہر روز سجدہ سہو کر لیا کرے تو نماز وتر اس کی صحیح ہو جایا کرے گی ؟ جواب عام فہم عطا فرمائیے۔ بینوا مفصلا توجروا کثیرا۔

الجواب :

نماز صحیح ہو جانے میں تو کلام نہیں۔ نہ یہ سجدۂ سہو کا محل کہ سہواً کوئی واجب ترک نہ ہوا۔ دعاء قنوت اگر یاد نہیں تو یاد کرنی چاہیے کہ خاص اس کا پڑھنا سنت ہے اور جب تک یاد نہ ہو

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ	اے ہمارے رب! دے ہم کو دنیا میں
فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ	بھلائی اور آخرت میں بھلائی اور بچا
النَّارِ ہ	ہم کو آگ کے عذاب سے۔

پڑھ لیا کرے۔ یہ بھی یاد نہ ہو تو اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ تین بار کہہ لیا کرے۔ یہ بھی نہ آئے تو صرف یَارَبِّ تین بار کہہ لے، واجب ادا ہو جائے گا۔ رہا یہ کہ قُلْ ھُوَ اللّٰہ شریف پڑھنے سے بھی یہ واجب ادا ہوا یا نہیں کہ اتنے دنوں کے وتر کا اعادہ لازم ہو۔ ظاہر یہ ہے کہ ادا ہو گیا کہ وہ ثنا ہے، اور ہر ثنا دعا ہے

بل قال العلامة القاری وغیرہ	بلکہ کہا علامہ قاری وغیرہ نے علماء میں سے
من العلماء کل دعاء ذکر وکل	ہر دعا ذکر ہے اور ہر ذکر دعا ہے۔ اور
ذکر دعاء وقد قال صلی اللہ تعالٰی	تحقیق فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
علیہ وسلم افضل الدعاء	افضل دعا الحمد للہ ہے۔ روایت کیا اس کو
الحمد للہ رواہ الترمذی وحسنہ	ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ اور ابن حبان
النسائی وابن ماجتہ وابن حبان	اور حاکم نے اور حسن کہا ہے اور حاکم نے
والحاکم وصححہ عن جابر بن	اسے صحیح کہا ہے جابر بن عبداللہ رضی اللہ
عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما	تعالیٰ عنہما سے۔ اسے یاد رکھ اور محفوظ
ھذا ولیحرر واللہ تعالٰی اعلم	رکھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد ن المصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۱۳ - ۱۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ کَن کَیا اُڑانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کی ڈور لوٹنا درست ہے یا نہیں؟ اگر اس کی ڈور لوٹی ہوئی سے کپڑا سلوا کر نماز پڑھے تو اس کی نماز میں کوئی خلل تو واقع نہ ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

کَن کَیا اُڑانا لہو لعب ہے اور لہو ناجائز ہے۔ حدیث میں ہے:

کل لھو المسلم حرام الا فی ثلث۔	مسلم کے لیے کھیل کی چیزیں سوائے تین چیزوں کے سب حرام ہیں۔

ڈور لوٹنا نُہبٰی ہے اور نُہبٰی حرام ہے:

نھٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن النُّھبٰی	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوٹنے سے منع فرمایا۔

لُوٹی ہوئی ڈور کا مالک اگر معلوم ہو تو فرض ہے اسے دے دی جائے۔ اگر نہ دی اور بغیر اس کی اجازت کے اس سے کپڑا سیا تو اس کپڑے کا پہننا حرام ہے۔ اسے پہن کر نماز مکروہ تحریمی ہے جس کا پھیرنا واجب ہے

للاشتمال علی المحرم کالصلوٰۃ فی ارض مغصوبۃ	بوجہ شامل ہونے کے حرام پر، جیسے ارض مغصوبہ پر نماز

اور اگر مالک نہ ہو تو وہ لقطہ ہے یعنی پڑی پائی چیز۔ واجب ہے کہ اسے مشہور کیا جائے یہاں تک کہ مالک کے ملنے کی امید قطع ہو۔ اس وقت اگر یہ شخص غنی ہے تو فقیر کو دیدے۔ اور فقیر ہے تو اپنے صرف میں لاسکتا ہے۔ پھر جب مالک ظاہر ہو اور فقیر کے صرف میں آنے پر راضی نہ ہو تو اپنے پاس سے اس کا تاوان دینا ہوگا۔ کما ھو معروف فی الفقہ من حکم اللقطۃ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمدن المصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۱۳: ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ کتا پالنا جائز ہے یا نہیں؟ اور کبوتر پالنا بلا اڑانے کے و بٹیر بازی و مرغ بازی و شکرا باز پالنا اور ان سے شکار پکڑوانا اور کھانا درست ہے یا نہیں؟ بینوا و توجروا۔

الجواب:

شکرا و باز پالنا درست ہے اور ان سے شکار کرانا اور اس کا کھانا بھی درست ہے لقولہ تعالیٰ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ الایۃ۔ یہ ضرور ہے کہ شکار غذا یا دوا یا کسی نفع کی غرض سے ہو۔ محض تفریح ولہو ولعب نہ ہو۔ ورنہ حرام ہے۔ یہ گنہ گار ہوگا۔ اگرچہ ان کا مارا ہوا جانور جبکہ وہ تعلیم پا گئے ہوں اور بسم اللہ کہہ کر چھوڑا ہوا حلال ہو جائے گا۔

فان حرمۃ الارسال بینتہ اللھو	پس تحقیق کھیل کی نیت سے چھوڑنے کی حرمت
لا ینافی کونہ ذکاۃ شرعیۃ کمن	اس کے ذبح شرعی ہونے کے منافی نہیں۔
سمی اللہ تعالیٰ وضرب الغنم	جیسے کوئی اللہ تعالیٰ کا نام لے اور بھیڑ کو
من قفاہ حرم الفعل وحل	اس کی گدی کی طرف سے مارا۔ فعل حرام ہے
الاکل۔	اور کھانا حلال ہے۔

بٹیر بازی، مرغ بازی اور اسی طرح ہر جانور کا لڑانا جیسے لوگ مینڈھے لڑاتے ہیں، لال لڑاتے ہیں، یہاں تک کہ حرام جانوروں مثلاً ہاتھیوں یا بچھوؤں کا لڑانا بھی سب مطلقاً حرام ہے۔ کہ بلا وجہ بے زبانوں کی ایذا ہے۔ حدیث میں ہے:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
علیہ وسلم عن التحریش بین	جانوروں کے لڑانے سے منع فرمایا۔

البھائم۔ اخرجہ ابوداؤد والترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وقال الترمذی حسن صحیح۔

کبوتر پالنا جبکہ خالی دل بہلانے کے لیے ہو اور کسی امر ناجائز کی طرف عمدی نہ ہو جائز ہے۔ اور اگر چھتوں پر چڑھ کر اڑائے کہ مسلمانوں کی عورات پر نگاہ پڑے، یا ان کے اڑانے کو کنکریاں پھینکے جو کسی کا شیشہ توڑیں، کسی کی آنکھ پھوڑیں۔ یا پرائے کبوتر پکڑے، یا ان کا دم بڑھانے اور اپنا تماشا ہونے کے لیے دن دن بھر انہیں بھوکا اڑائے۔ جب اترنا چاہیں نہ اترنے دے، تو ایسا پالنا حرام ہے۔ درمختار میں ہے:

ویکرہ (یکرہ امساک الحمامات) ولو فی برجھا (ان کان یضر بالناس) بنظر او جلب (فان کان یطیرھا فوق السطح مطلقا علی عورات المسلمین ویکسر زجاجات الناس برمیۃ تلک الحمامات عزر ومنع اشد المنع فان لم یمتنع ذبحھا المحتسب) واما للاستئناس فمباح اھ باختصار۔

اور مکروہ ہے (مکروہ ہے بند رکھنا کبوتروں کا) اگرچہ ان کے برجوں میں ہو (اگر لوگوں کو ضرر ہوتا ہو) اگر یہ ضرر بوجہ نظر کے ہو، یا دوسروں کے کبوتر کھینچنے سے۔ پس اگر چھت پر اڑاتا ہو جس سے مسلمانوں کی بے پردگی ہوتی ہو اور کبوتروں کی کنکریوں سے لوگوں کے شیشے ٹوٹتے ہوں تو اڑانے والے پر تعزیر کی جائے گی اور سختی سے منع کیا جائیگا اگر نہ رکے تو کوتوال انہیں ذبح کر دے اگر اڑانے کے لیے نہ ہوں بلکہ صرف کبوتروں کے ساتھ انس کی وجہ سے تو یہ مباح ہے۔ اھ باختصار۔

صحیح بخاری وغیرہ میں عبداللہ بن عمر اور صحیح ابن حبان میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

دخلت النار امرأۃ فی ھرۃ ربطھا فلم تطعمھا تاکل من خشاش الارض۔

ایک عورت دوزخ میں گئی ایک بلی کے سبب کہ اسے باندھ رکھا تھا نہ آپ کھانا دیا نہ چھوڑا کہ زمین کے چوہے وغیرہ کھا لیتی۔

ابن حبان کی حدیث میں ہے فھی تنھشھا قبلھا ودبرھا (وہ بلی دوزخ میں اس عورت پر مسلط کی گئی ہے کہ اس کا آگا پیچھا دانتوں سے نوچ رہی ہے)۔

ایک حدیث میں حکم ہے کہ جو جانور پالو دن میں ستر بار اسے دانہ پانی دکھاؤ۔ نہ کہ گھنٹوں پہروں بھوکا پیاسا رکھو اور نیچے آنا چاہے تو آنے نہ دو۔ علماء فرماتے ہیں جانور پر ظلم کافر ذمی پر ظلم سے سخت تر ہے اور کافر ذمی پر ظلم مسلمان پر ظلم سے اشد ہے کما فی الدر المختار وغیرہ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الظلم ظلمات یوم القیمۃ۔ ظلم ظلمتیں ہوگا قیامت کے دن۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ۝ سن لو! اللہ کی لعنت ہے ظلم کرنے والوں پر

کتا پالنا حرام ہے۔ جس گھر میں کتا ہو اس میں رحمت کا فرشتہ نہیں آتا۔ روز اس شخص کی نیکیاں گھٹتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تدخل الملٰئکۃ بیتا فیہ کلب ولا صورۃ۔ رواہ احمد والشیخان والترمذی والنسائی وابن ماجۃ عن ابی طلحۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ فرشتے نہیں آتے اس گھر میں جس میں کتا یا تصویر ہو۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من اقتنی کلبا الا کلب ماشیۃ او ضاریا نقص من عملہ کل یوم قیراطان۔ رواہ احمد والشیخان والترمذی والنسائی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ جو کتا پالے مگر کھیتی کا کتا یا شکاری۔ روز اس کی نیکیوں سے دو قیراط کم ہوں (ان قیراطوں کی مقدار اللہ و رسول جانیں جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

تو صرف دو قسم کے کتے اجازت میں رہے: ایک شکاری، جسے کھانے یا دوا وغیرہ منافع صحیحہ کے لیے شکار کی حاجت ہو، نہ شکار تفریح کہ وہ خود حرام ہے۔ دوسرا وہ کتا جو گلے یا کھیتی یا گھر کی حفاظت کے لیے پالا جائے، جہاں حفاظت کی سچی حاجت ہو۔ ورنہ اگر مکان میں کچھ نہیں کہ چور لیں۔ یا مکان محفوظ جگہ ہے کہ چور کا اندیشہ نہیں۔ غرض جہاں یہ اپنے دل سے خوب جانتا ہو کہ حفاظت کا بہانہ ہے، اصل میں کتے کا شوق ہے وہاں جائز نہیں۔ آخر آس پاس کے

گھر والے بھی اپنی حفاظت ضروری سمجھتے ہیں۔ اگر بے کُتّے کے حفاظت نہ ہوتی تو وہ بھی پالتے۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں حیلے نہ نکالے کہ وہ دلوں کی بات جاننے والا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحمد ن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۱۴ : ۲۱ ربیع الآخر شریف سنہ ۱۳۲۰ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کتے کا پکڑا ہوا شکار مسلمان کھا سکتا ہے یا نہیں؟ ایک خرگوش کو کتے نے اس طرح پکڑا ہے کہ اُس کے دانت خرگوش کے جسم میں پیوستہ ہو گئے ہیں اور بہت سا جسم اس کا چبا ڈالا ہے کہ خرگوش کے جسم میں خون جاری ہے۔ ابھی جان باقی ہے۔ پس اس کو ذبح کر کے کھا سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب :

اگر مسلمان یا کتابی عاقل نے کہ احرام میں نہ ہو، بسم اللہ کہہ کر تعلیم یافتہ کتے کو جو شکار کر کے مالک کے لیے چھوڑ دیا کرے، خود نہ کھانے لگے، غیر حرم کے حلال جانور وحشی پر جو اپنے پروں یا پاؤں کی طاقت سے اپنے بچاؤ پر قادر تھا چھوڑا۔ اور کتا اس کے چھوڑنے سے سیدھا شکار پر گیا، یا اس کے پکڑنے کی تدبیر میں مصروف ہوا، بیچ میں اور طرف مشغول یا غافل نہ ہو گیا اور اُس نے شکار کو زخمی کر کے مار ڈالا، یا ایسا مجروح کر دیا کہ اس میں اتنی ہی حیات باقی ہے جتنی مذبوح میں ہوتی ہے کہ کچھ دیر تڑپ کر ٹھنڈا ہو جائے گا۔ اور کتے کے چھوڑنے میں کوئی کافر، مجوسی یا بت پرست یا ملحد یا مرتد جیسے آج کل کے اکثر نصاریٰ اور رافضی، اور عام نیچری وغیرہم، خلاصہ یہ کہ مسلمان یا کتابی کے سوا کوئی شریک نہ تھا۔ نہ شکار کے قتل میں کتے کی شرکت کسی دوسرے کتے نا تعلیم یافتہ یا سگ نیچری یا اور کسی نئے جانور کی جس کا شکار ناجائز ہو اور چھوڑنے والا چھوڑنے کے وقت سے شکار پانے تک اسی طرف متوجہ رہا بیچ میں کسی دوسرے کام میں مشغول نہ ہوا تو وہ جانور بے ذبح حلال ہو گیا۔ اور ان چودہ شرطوں سے ایک میں بھی کمی ہو اور جانور بے ذبح مر جائے تو حرام ہو جائے گا۔ ورنہ حرم کا شکار تو ذبح

سے بھی حلال نہیں ہوتا۔ باقی صورتوں میں ذبح شرعی سے حلال ہو جائے گا۔ تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار میں ہے:

(الصید مباح بخمسة عشر شرطا) خمسة فی الصائد و هو ان یکون من اهل الذکاة و ان یوجد منه الارسال وان لا یشارکه فی الارسال من لا یحل صیده وان لا یترک التسمیة عامدا وان لا یشتغل بین الارسال والاخذ بعمل اٰخر وخمسة فی الکلب ان یکون معلما وان یذهب علی سنن الارسال وان لا یشارکه فی الاخذ ما لا یحل صیده وان یقتله جرحا وان لا یاکل منه وخمسة فی الصید ان لا یکون من الحشرات وان لا یکون من نبات الماء الا السمک وان یمنع نفسه بجناحیه او قوائمه وان لا یکون متقوتا بنابه او بمخلبه وان یموت بهذا قبل ان یصل الی ذبحه اه۔ قلت ومعنی قوله ان یموت

شکار پندرہ شرطوں کے ساتھ مباح ہے پانچ شرطیں شکاری میں ہوں گی وہ یہ ہیں کہ (۱) شکاری ذبح کا اہل ہو (۲) شکاری جانور اسی نے چھوڑا ہو (۳) اور اس کے اس فعل میں کوئی ایسا آدمی شریک نہ ہو جس کا شکار حلال نہ ہو (۴) جان بوجھ کر بسم اللہ ترک نہ کی ہو (۵) شکاری جانور چھوڑنے اور پکڑنے کے درمیان کسی اور فعل میں مشغول نہ ہوا ہو۔ اور پانچ شرطیں کتے میں ہیں۔ (۱) کتا سکھا ہوا ہو (۲) اور چھوڑنے کے بعد سیدھا شکار ہی کی طرف گیا ہو۔ (۳) شکار پکڑنے میں کوئی ایسا کتا شریک نہ ہوا ہو جس کا شکار حلال نہ ہو (۴) شکار کو زخمی کر کے قتل کرے (۵) اس سے کتا خود نہ کھائے۔ پانچ شرطیں شکار میں ہیں۔ (۱) حشرات الارض میں سے نہ ہو (۲) مچھلی کے علاوہ کوئی اور آبی جانور نہ ہو (۳) وہ جانور اپنے پروں یا پاؤں کی طاقت سے اپنا بچاؤ کر سکتا ہو (۴) وہ جانور اپنے پنجے یا ڈاڑھ کے ساتھ غذا نہ حاصل کرتا ہو (۵) اور شکاری کے ذبح کرنے سے پہلے ہی مر گیا ہو اھ میں نے کہا ہے قول اس کا کہ

ای حقیقة او حکما بان لا یبقی فیه حیاة فوق المذبوح کما نص علیه فی الدر وصححه المحشی۔

یعنی حقیقۃً مرجائے یا حکماً یعنی اس میں اتنی ہی زندگی باقی ہو جتنی مذبوح جانور میں ہوتی ہے۔ جیسا کہ دُر میں اس کی تصریح ہے محشی نے اسے ترجیح دی ہے۔

انہیں میں ہے:

شرط کون الذابح مسلما حلالا خارج الحرم ان کان صیدا فصید الحرم لا تحله الذکاة مطلقا (ا وکتابیا ولو مجنونا) اھ درمل خصا والمراد به المعتوه کما فی العنایة عن النهایة لان المجنون لا قصد له ولا نیة لان التسمیة شرط بالنص وهی بالقصد وصحة القصد بما ذکرنا یعنی قوله اذا کان یعقل التسمیة والذبیحة ویضبط اھ ش

شرط ہونے ذابح کی مسلم، غیر محرم، خارج حرم اگر ہو شکار۔ پس حرم کے شکار کا ذبح کرنا جائز نہیں مطلقاً (ذابح یا کتابی ہو اگرچہ مجنون ہو اھ۔ دُر ملخصاً۔ مجنون سے مراد ضعیف العقل ہے جیسا کہ عنایہ میں ہے نہایہ سے۔ کیونکہ مجنون کا تو قصد اور نیت ہی نہیں ہوتی۔ چونکہ بسم اللہ شرط ذبح ہے نص کے ساتھ، اور وہ قصد کے ساتھ ہو سکتی ہے اور صحت قصد ساتھ اس کے ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے یعنی قول اس کا جس وقت سمجھتا ہو بسم اللہ اور ذبح کو اور یاد رکھتا ہو۔

ان سب شرائط کے ساتھ جس خرگوش کو کتے نے مارا مطلقاً حلال ہے۔ اور اگر ہنوز مذبوح سے زیادہ زندگی باقی ہے تو بعد ذبح حلال ہے۔ اس کے دانت جسم میں پیوستہ ہو جانا وجہ ممانعت نہیں ہو سکتا۔ قرآن عظیم نے اس کا شکار حلال فرمایا اور شکار بے زخمی کیے نہ ہوگا اور زخمی جبھی ہوگا کہ اس کے دانت اس کے جسم کو شق کر کے اندر داخل ہوں۔ اور یہ خیال کہ اس صورت میں اس کا لعاب کہ ناپاک ہے، شکار کے بدن کو نجس کرے گا دو وجہ سے غلط ہے۔ اوّلاً شکار حالتِ غضب میں ہوتا ہے اور غضب کے وقت اس کا لعاب خشک ہو جاتا ہے۔

ولذا فرق جمع من العلماء	اور اسی لیے علماء کی ایک جماعت نے فرق
فی اخذہ طرف الثوب	کیا بیچ پکڑنے کنارہ کپڑے کا پیار
ملاطفا فینجس او غضبان	سے اور غضب سے۔ بصورت اول کپڑا نجس ہوگا
فلا۔	ثانی صورت میں پاک رہے گا۔

ثانیاً، اگر لعاب لگا بھی تو آخر جسم سے خون بھی نکلے گا، وہ کب پاک ہے؟ جب اس سے طہارت حاصل ہوگی اس سے بھی ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد ن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۱۶: ۲۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت اس صورت میں کہ نمازی کے آگے سے نکلنے والا گناہ گار ہوتا ہے یا نہیں؟ اور اس کی نماز میں تو کوئی خلل واقع نہیں ہوتا؟ اور نمازی کے آگے سے کس قدر دور تک گزر کرنا نہ چاہیے؟

الجواب:

نماز میں کوئی خلل نہیں آتا۔ نکلنے والا گناہ گار ہوتا ہے۔ نماز اگر مکان یا چھوٹی مسجد میں پڑھتا ہو تو دیوار قبلہ تک نکلنا جائز نہیں جب تک بیچ میں آڑ نہ ہو۔ اور صحرا یا بڑی مسجد میں پڑھتا ہو تو صرف موضع سجود تک نکلنے کی اجازت نہیں۔ اس سے باہر نکل سکتا ہے۔ موضع سجود کے یہ معنی کہ آدمی جب قیام میں اہلِ خشوع و خضوع کی طرح اپنی نگاہ خاص جائے سجود یعنی جہاں سجدہ میں اس کی پیشانی ہوگی تو نگاہ کا قاعدہ ہے کہ جب سامنے روک نہ ہو تو جہاں جما ہے وہاں سے کچھ آگے بڑھتی ہے۔ جہاں تک آگے بڑھ کر جائے وہ سب موضع سجود ہے۔ اس کے اندر نکلنا حرام ہے اور اس سے باہر جائز۔ درمختار میں ہے:

مر ورما رفی الصحراء او فی	گزرنا گزرنے والے کا جنگل میں یا بڑی مسجد
مسجد کبیر بموضع سجودہ	میں اس کے سجدہ کی جگہ سے بیچ اصح

فی الاصح او مروره بین یدیه الی حائط القبلة فی بیت مسجد صغیر فانه کبقعة واحدة

روایت کے یا گزرنا اس کا اس کے آگے سے قبلہ کی سمت والی دیوار تک گھر میں اور چھوٹی مسجد میں کیونکہ وہ ایک جگہ کی طرح ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

قوله بموضع سجوده ای من موضع قدمه الی موضع سجوده کما فی الدرر وهذا مع القیود التی بعده انما هو للاثم واما فالفساد منتف مطلقا قوله فی الاصح صححه التمرتاشی وصاحب البدائع واختاره فخر الاسلام ورجحه فی النهایة والفتح انه قدر ما یقع بصره علی الماء لو صلی بخشوع ای رامیا ببصره الی موضع سجوده اهـ مختصرا۔

اس کا کہنا بموضع سجودہ یعنی اس کے قدموں کی جگہ سے لے کر سجدہ کی جگہ تک جیسا کہ درر میں ہے یہ اور اس کے بعد والی قیود صرف گزرنے والے کا گناہ ظاہر کرنے کے لیے ہیں۔ رہی نماز تو وہ مطلقاً فاسد نہیں ہوتی اس کا قول فی الاصح صحیح کہا ہے اس کو تمرتاشی اور صاحب بدائع نے اور پسند کیا اس کو فخر الاسلام نے اور ترجیح دی اس کو نہایہ اور فتح میں تحقیق اس کا اندازہ یہ ہے کہ جہاں تک اس کی نگاہ گزرنے والے پر پڑے اگر خشوع کے ساتھ نماز پڑھے یعنی اپنی نگاہ جائے سجدہ پر رکھنے والا ہو۔ اھ۔ مختصراً۔

منحۃ الخالق میں تجنیس سے ہے:

الصحیح مقدار منتهی بصره وهو موضع سجوده قال ابو نصر مقدار ما بین الصف الاول و بین مقام الامام وهذا عین الاول ولکن لعبارة اخری اوفیما قرأنا علی شیخنا منهاج الائمة

صحیح مقدار حد نگاہ اس کی اور وہ اس کی جائے سجدہ ہے۔ ابو نصر نے کہا ہے اس کی مقدار اتنی مسافت جتنی کہ امام اور صف اول کے درمیان ہوتی ہے۔ اور یہ بعینہ پہلی بات ہے عبارت اور ہے۔ یا بیچ اس کے جو پڑھی ہم نے اپنے شیخ منہاج الائمہ رحمۃ اللہ علیہ

رحمہ اللہ تعالیٰ إن یمر بحیث یقع بصرہ وھو یصلی صلوٰۃ الخاشعین وھذہ العبارۃ اوضح۔

یہ کہ گزرے جہاں کہ نمازی کی نگاہ پڑتی ہو، جبکہ وہ خشوع سے نماز پڑھ رہا ہو۔ یہ عبارت پہلی سے زیادہ واضح ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

فانظر کیف جعل الکل قولاً واحداً وانما الاختلاف فی العبارۃ لا فی المعنی۔

پس دیکھ کس طرح کیا ہے اس نے تمام کو ایک قول اور اختلاف صرف عبارت میں ہے معنی میں نہیں ہے۔

نیز ردالمحتار میں ہے:

(قولہ فی بیت) ظاھرہ ولو کبیراً فی القھستانی وینبغی ان یدخل فیہ ای فی حکم المسجد الصغیر الدار والبیت۔

(اس کا یہ کہنا کہ گھر میں) اس کا ظاہر تو یہ ہے کہ گھر اگرچہ بڑا ہو۔ قہستانی میں ہے اور لائق ہے کہ داخل ہوں چھوٹی مسجد میں حویلی اور گھر۔

رہا یہ کہ مسجد صغیر و کبیر میں کیا فرق ہے؟ فاضل قہستانی نے لکھا کہ چھوٹی مسجد وہ کہ چالیس گز مکسر سے کم ہو:

فی ردالمحتار مسجد صغیر ھو اقل من ستین ذراعاً وقیل من اربعین وھو المختار کما اشار الیہ فی الجواھر۔

ردالمحتار میں ہے چھوٹی مسجد وہ ہے جو ساٹھ گز سے کم ہو، اور کہا گیا ہے چالیس سے، اور یہی مختار ہے جیسا کہ اشارہ کیا اس کی طرف جواہر میں۔

اقول یہاں گز سے گز مساحت مراد ہونا چاہیے۔

لانہ الایلیق بالممسوحات کما قال الامام قاضی خاں فی الماء فھھنا ھو المتعین بالاولیٰ۔

کیونکہ وہی زیادہ لائق ہے پیمائش کردہ چیزوں کے ساتھ جیسا کہ کہا ہے قاضی خاں نے پانی کے بارہ میں پس یہاں بطریق اولیٰ وہی متعین ہے۔

اور گز مساحت ہمارے اس گز سے کہ اڑتالیس انگل یعنی تین فٹ کا ہے ایک گز دو گرہ اور دو تہائی گرہ ہے کما بیّنّاہ فی بعض فتاوٰینا۔ تو اُس گز سے چالیس گز مکسر ہمارے گز سے چوّن گز سات گرہ اور گرہ کا نواں حصہ ہوا۔ کما لا یخفی علی المحاسب۔ تو اس زعم علّامہ پر ہمارے گز سے چوّن گز سات گرہ مکسر مسجد صغیر ہوئی۔ اور ساڑھے چوّن گز مکسر مسجد کبیر۔ یہ ہے وہ کہ انہوں نے لکھا اور علامہ شامی نے ان کا اتباع کیا۔

اقول، مگر یہ شبہ ہے کہ فاضل مذکور کو عبارت جواہر سے گزرا۔ عبارت جواہر الفتاوٰی دربارۂ دار ہے، نہ دربارۂ مسجد۔ مسجد کبیر صرف وہ ہے جس میں مثل صحرا اتصال صفوف شرط ہے۔ جیسے مسجد خوارزم کہ سولہ ہزار ستون پر ہے۔ باقی تمام مساجد اگرچہ دس ہزار گز مکسر ہوں مسجد صغیر ہیں، اور اُن میں دیوار قبلہ تک بلا حائل مرور ناجائز۔ کما بیّنّاہ فی فتاوٰینا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمدن المصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

مسئلہ ۱۷: ۲۴ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص ایک جگہ بیٹھے ہیں اور ایک شخص نے آکر کہا السلام علیکم۔ اس کے جواب میں انہوں نے جواب دیا: "آداب عرض" یا "تسلیمات" یا "بندگی"۔ یا ایک شخص نے اپنا ہاتھ ماتھے تک اُٹھا دیا اور منہ سے کچھ جواب نہ دیا۔ پس فرض کفایہ اشخاص مذکورہ کے ذمہ سے اس صورت میں اُٹھ گیا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: نہ۔ اور سب گناہ گار رہے۔ جب تک ان میں کوئی وعلیکم السلام یا وعلیک یا السلام علیکم نہ کہے۔ کہ الفاظ مذکورہ: بندگی، آداب، تسلیمات وغیرہ الفاظ سلام سے نہیں۔ اور صرف ہاتھ اُٹھا دینا کوئی چیز نہیں جب تک اس کے ساتھ کوئی لفظ سلام نہ ہو۔ ردالمحتار میں ظہیریہ سے ہے:

لفظ السلام فی المواضع کلّھا — سلام کا لفظ تمام مواضع میں السلام علیکم

السلام علیکم وبالتنوین و بدون هذین کما یقول الجهال لایکون سلاما اما اقول فلا یکون جوابا لان جواب السلام لیس الا بالسلام اما وحده او بزیادة الرحمة والبرکات لقوله تعالیٰ اِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا ومعلوم ان ما اخترعوا من الالفاظ او الاجتزاء بالایماء اما ان یکون تحیة اولا علی الثانی عدم براءة الذمة ظاهر لان المامور به التحیة وعلی الاول لیس عین السلام وهو ظاهر ولا احسن منه فان المخترع لایمکن ان یکون احسن من الموارد فخرج عن کلا الوجهین ویبقی الواجب الکفائی علی کل عین۔

یا ساتھ تنوین کے اور ان دونوں کے علاوہ جیسے جاہل کہتے ہیں سلام نہ ہوگا۔ میں کہتا ہوں پس نہ ہوگا جواب کیونکہ جواب سلام کا یا تو اکیلے سلام کے ساتھ ہوگا یا ساتھ زیادتی رحمت اور برکات کے بوجہ فرمان اللہ تعالیٰ کے اور جب سلام دیے جاؤ تم ساتھ سلام کے پس... سلام دو تم ساتھ اچھے سلام کے اس سے یا وہی لوٹا دو۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ جو ان لوگوں نے اختراع کیے ہیں الفاظ ہوں یا اشارات یا تو یہ سلام ہوں گے یا نہ ہوں گے بصورت ثانی بری الذمہ نہ ہونا ظاہر ہے۔ کیونکہ مامور بہ سلام ہے۔ اور بصورت اول یہ اختراعات نہ تو عین سلام ہیں اور نہ اس سے اچھے کیونکہ مخترعات وارد فی الشرع سے اچھے نہیں ہو سکتے پس دونوں وجہوں سے خارج ہو گیا۔ اور واجب کفائی ہر ایک کے ذمہ ہیں باقی رہا۔

مرقاۃ شریف میں ہے:

قد صح بالاحادیث المتواترة معنی ان السلام بالفظ سنة وجوابه واجب کذلك۔

احادیث متواترہ لامعنی کے ساتھ صحیح طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ سلام ساتھ لفظ کے سنت ہے اور جواب اس کا واجب ہے اسی طرح۔

حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منا من تشبه بغیرنا لاتشبهوا

ہمارے گروہ سے نہیں جو ہمارے غیروں کی

باليهود ولا بالنصارى فان تسليم اليهود الاشارة بالاصابع و تسليم النصارى الاشارة بالكف رواه الترمذي عن عبد الله ابن عمر رضي الله تعالى عنهما وقال اسناده ضعيف - قال العلامة القاري لعل وجهه انه عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده وقد تقدم الخلاف فيه وان المعتمد ان سنده حسن لاسيما وقد اسنده السيوطي في الجامع الصغير الى ابن عمرو فارتفع النزاع وزال الاشكال اهـ۔

اقول رحم الله مولانا القاري انما احاله الامام السيوطي على ت يعني الترمذي فيضم يرتفع النزاع ويزول الاشكال ثم ليس تضعيف الترمذي لما ظن فان الجمهور ومنهم الترمذي على الاحتجاج بعمرو بن شعيب و برواية عن ابيه عن جده بل الوجه انه من رواية ابن لهيعة انه يقول الترمذي حدثنا قتيبة ابن لهيعة

شکل بنے۔ نہ یہود سے مشابہت پیدا کرو نہ نصاریٰ سے کہ یہود کا سلام انگلی سے اشارہ ہے اور نصاریٰ کا سلام ہتھیلی سے اشارہ۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور کہا ہے اسناد اس کی ضعیف ہے۔ کہا ہے علامہ علی قاری نے شاید وجہ اس کی تحقیق وہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ہے اور تحقیق اس بارہ میں اختلاف پہلے گزر چکا ہے اور اس بارہ میں قابلِ اعتماد بات یہ ہے کہ یہ سند حسن ہے۔ خصوصاً جبکہ سیوطی نے جامع صغیر میں یہ حدیث ابن عمرو کی سند سے بیان کی ہے پس نزاع اٹھ گئی اور اشکال زائل ہو گیا اھ۔

میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ ملا قاری پر رحم کرے سیوطی نے تو اس حدیث کا حوالہ ت یعنی ترمذی دیا ہے۔ پس ضم کیا یہ تو رفع النزاع ویزول الاشکال۔ پھر نہیں تضعیف ترمذی کی جیسا گمان کیا اس نے کیونکہ جمہور علماء جن میں ترمذی بھی شامل ہیں اس بات پر ہیں کہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ تحقیق فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احتجاج جائز ہے۔ بلکہ وجہ ضعف یہ ہے کہ وہ روایت ابن لہیعہ سے ہے۔ ترمذی فرماتے

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن
جدہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم قال فذکرہ قال الترمذی
ھذا حدیث اسنادہ ضعیف
وروی ابن المبارک ھذا الحدیث
عن ابن لھیعۃ فلم یرفعہ اھ
وقد قال فی کتاب النکاح باب ما
جاء فی من یتزوج المراۃ ثم
یطلقھا قبل ان یدخل بھا الخ حدیث
رواہ بعین السند ھذا حدیث
لا یصح ابن لھیعۃ یضعف فی
الحدیث اھ مختصرا وکذا ضعفہ
فی غیر ھذا المحل فالیہ یشیر
ھھنا نعم الاظھر عندی ان
حدیث ابن لھیعۃ لا ینزل عن
الحسن وقد صرح المناوی فی
التیسیر ان حدیثہ حسن۔

ہیں حدیث بیان کی ہم سے قتیبہ بن لہیعہ نے
عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ بیشک
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پس ذکر
کیا اس کو۔ کہا ہے ترمذی نے اس حدیث کی
سند ضعیف ہے اور روایت کیا ابن مبارک
نے اس حدیث کو ابن لہیعہ سے پس اس کا رفع
نہیں کیا اھ اور تحقیق کہا ہے کتاب النکاح میں
باب اس کا جو آیا ہے اس کے جو نکاح کرے
عورت سے پھر طلاق دے اس کو پہلے اس کے
کہ دخول کرے ساتھ اس کے واسطے حدیث کے
جو عین اسی سند سے روایت کی ہے یہ حدیث
صحیح نہیں۔ ابن لہیعہ حدیث میں ضعیف کیا گیا
ہے اور اسی طرح اس سے کئی جگہوں پر اس کے علاوہ
بھی ضعیف کیا ہے پس اسی کی طرف یہاں اشارہ
کرتے ہیں۔ ہاں اظہر میرے نزدیک یہ ہے کہ ابن
لہیعہ کی حدیث حسن سے کم درجہ نہیں اور مناوی
نے تیسیر میں تصریح کی ہے اس کے حسن کے ساتھ۔

ہاں لفظ سلام کے ساتھ ہاتھ کا اشارہ بھی ہو تو مضائقہ نہیں:

اخرج الترمذی قال حدثنا سوید
نا عبد اللہ بن المبارک نا عبد
الحمید بھرام انہ سمع شھر
ابن حوشب یقول سمعت اسماء
بنت یزید تحدث ان رسول اللہ

حدیث بیان کی ترمذی نے کہا حدیث بیان
کی ہم سے سوید نے ان سے عبد اللہ بن مبارک
نے ان سے عبد الحمید بہرام نے تحقیق انہوں نے
سنا شہر بن حوشب سے وہ فرماتے ہیں میں نے
اسماء بنت یزید کو یہ حدیث بیان کرتے سنا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مر فی
المسجد یوما وعصبة من
النساء قعود فالوی بیدہ بالتسلیم
واشار عبد الحمید بیدہ ھذا
حدیث حسن الخ قال الامام
النووی وھو محمول علی انہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمع بین
اللفظ والاشارة ویدل علیٰ ھذا
ان ابا داؤد روی ھذا الحدیث
وقال فی روایة فسلم علینا اھ
قال العلامة القاری بعد نقلہ
قلت علی تقدیر عدم تلفظہ
علیہ الصلوٰة والسلام بالسلام
لامحذور فیہ لانہ ما شرع السلام
علی من مر علی جماعة من النسوان
وان ما عنہ علیہ الصلوٰة و
السلام مما تقدم من اسلام
المصرح فھو من خصوصیاتہ
علیہ الصلوٰة والسلام فلہ ان
یسلم وان لا یسلم وان یشیر
ولا یشیر علی انہ قد یراد بالاشارة
مجرد التواضع من غیر قصد
السلام الخ اقول مبنی کلہ علی

کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ایک دن مسجد سے گزرے اور عورتوں کا ایک
گروہ بیٹھا تھا پس آپ نے ہاتھ کے اشارہ
سے سلام کیا اور عبد الحمید نے اپنے ہاتھ سے
اشارہ کیا۔ یہ حدیث حسن ہے الخ۔ امام نووی
نے کہا یہ حدیث محمول ہے اس پر کہ جناب نبی
کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمع کیا درمیان
لفظ اور اشارہ کے اور اس بات کی دلیل ہے
کہ ابوداؤد نے یہ حدیث روایت کی اس میں
یہ بھی ہے پس سلام کیا جناب نبی علیہ السلام
پر اھ۔ علامہ علی قاری نے اس کے نقل کرنے
کے بعد کہا ہے میں نے کہا ہے بر تقدیر عدم
تلفظ بالسلام کے بھی کوئی اعتراض نہیں
کیونکہ عورتوں کی جماعت پر گزرنے والے
پر عورتوں کو سلام کرنا مشروع ہی نہیں باقی
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سلام کرنا۔
تو یہ جناب کے خصوصیات میں سے ہے پس
آپ کو اختیار تھا کہ سلام کرتے یا نہ کرتے
اشارہ کرتے یا نہ کرتے۔ علاوہ ازیں
بعض دفعہ اشارہ سے ارادۃ سلام کا
نہیں ہوتا بلکہ محض تواضع مراد ہوتی ہے
آخر تک۔

میں کہتا ہوں اس تمام تقریر کا مدار

انه لم یرد السلام ولا یظهر فرق بین ما ذکرا وما زاد فی العلاوة سوی انه ذکر فیها للاشارة محملا وهو التواضع وهذه شاهدة الواقعة سیدتنا اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنها شاهدة بانه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فان لم یحمل علی التلفظ لزمان تکون نفس الاشارة تسلیما وهو معلوم الانتفاء من الشرع فوجب الحمل علی الجمع تامل لعل الکلام له محملا لست احصیه واللہ سبحٰنه وتعالیٰ اعلم وعلمه وجل مجده اتم واحکم۔

اس بات پر ہے کہ سلام وارد نہیں ہوا اور ان کے پہلے بیان: ، اور لفظ علاوہ کے بعد کے بیان میں کوئی خاص فرق نہیں سوائے اس کے کہ اس میں اشارہ کا ایک محمل بیان کر دیا ہے یعنی تواضع اور اس واقعہ کی گواہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا گواہی دیتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلام کیا ہے۔ پس اگر اس کو لفظ سلام پر حمل نہ کریں تو پھر اشارہ کو سلام ماننا پڑے گا۔ اور اشارہ کا سلام نہ ہونا شرع میں ثابت ہو چکا ہے پس واجب ہے حمل کرنا اس کا اوپر جمع بین الاشارہ و التلفظ کے۔ غور کر شاید ان کے کلام کا ایسا محمل ہے جسے میں نہیں سمجھ سکا۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بجاہ النبی المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ: ۲۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ۔

بعالی خدمت امام اہل سنت، مجدد دین وملت معروض کہ آج میں جس وقت آپ سے رخصت ہوا اور واسطے نماز مغرب کے مسجد میں گیا۔ بعد نماز مغرب کے ایک میرے دوست نے کہا چلو ایک جگہ عرس ہے۔ میں چلا گیا۔ وہاں جا کر کیا دیکھتا ہوں بہت سے لوگ جمع ہیں اور قوالی اس طریقہ سے ہو رہی ہے کہ ایک ڈھول دو سارنگی بج رہی ہیں اور چند قوال پیران پیر دستگیر کی شان میں اشعار کہہ رہے ہیں اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت کے اشعار اور اولیاء اللہ

کی شان میں اشعار گا رہے ہیں اور ڈھول سارنگیاں بج رہی ہیں - یہ باجے شریعت میں قطعی حرام ہیں - کیا اس فعل سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ خوش ہوتے ہوں گے ؟ اور یہ حاضرین جلسہ گنہگار ہوئے یا نہیں ؟ اور ایسی قوالی جائز ہے یا نہیں ؟ اور اگر جائز ہے تو کس طرح کی ؟

الجواب :

ایسی قوالی حرام ہے - حاضرین سب گناہگار ہیں اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے - اور قوالوں کا بھی گناہ اس عرس کرنے والے پر بغیر اس کے کہ عرس کرنے والے کے ماتھے قوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے، یا اس کے اور قوالوں کے ذمہ حاضرین کا وبال پڑنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو نہیں، بلکہ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا پورا گناہ اور قوالوں پر اپنا گناہ الگ، اور سب حاضرین کے برابر جدا، اور ایسا عرس کرنے والے پر اپنا گناہ الگ، اور قوالوں کے برابر جدا، اور سب حاضرین کے برابر علیحدہ - وجہ یہ کہ حاضرین کو عرس کرنے والے نے بلایا، ان کے لیے اس گناہ کا سامان پھیلایا اور قوالوں نے انہیں سنایا - اگر وہ سامان نہ کرتا، یہ ڈھول سارنگی نہ سناتے تو حاضرین اس گناہ میں کیوں پڑتے - اس لیے ان سب کا گناہ ان دونوں پر ہوا پھر قوالوں کے اس گناہ کا باعث وہ عرس کرنے والا ہوا - وہ نہ کرتا نہ بلاتا تو یہ کیونکر آتے بجاتے - لہٰذا قوالوں کا بھی گناہ اس بلانے والے پر ہوا :

كما قالوا فى سائل قوى ذى مرة	جیسے کہا ہے فقہاء نے اس سائل کے بارہ
سوى ان الاخذ والمعطى اثمان	میں جو طاقتور تندرست ہو - کہ ایسا خیرات
لانهم لو لم يعطوا لما فعلوا فكان	لینے والا اور ایسے کو دینے والا دونوں گنہگار
العطاء هو الباعث لهم على	ہیں - کیونکہ دینے والے اگر نہ دیں تو وہ بھی یہ
الاسترسال فى التكدى فى السؤال	گداگری کا مذموم کاروبار نہ کریں - پس ان کی
وهذا كله ظاهر على من عرف	عطا ان کی گداگری کا باعث ہوئی - اور یہ سب
القواعد الكريمة الشرعية، و	قواعد شرعیہ جاننے والے پر ظاہر ہے، اور

باللہ التوفیق۔ — اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی ہے توفیق۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من دعا الیٰ ھدی کان لہ من الاجر مثل اجور من تبعہ لا ینقص ذٰلک من اجورھم شیئاً ومن دعا الیٰ ضلالۃ کان علیہ من الاثم مثل اثام من تبعہ لا ینقص ذٰلک من اثامھم شیئاً۔

جو کسی امر ہدایت کی طرف بلائے جتنے اس کا اتباع کریں ان سب کی برابر ثواب پائے اور اس سے اُن کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ آئے اور جو کسی امر ضلالت کی طرف بلائے جتنے اس کے بلانے پر چلیں ان سب کے برابر اسیر گناہ ہو اور اس سے ان کے گناہوں میں کچھ تخفیف راہ نہ پائے۔

رواہ الائمۃ احمد ومسلم والاربعۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

باجوں کی حرمت میں احادیث کثیرہ وارد ہیں۔ ازاں جملہ اجل واعلیٰ حدیث صحیح بخاری شریف ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیکونن فی امتی اقوام یستحلون الحر والحریر والخمر والمعازف حدیث صحیح جلیل متصل وقد اخرجہ ایضاً احمد وابوداؤد وابن ماجۃ والاسمٰعیلی وابونعیم باسانید صحیحۃ لامطعن فیھا وصححہ جماعۃ آخرون من الائمۃ کما قالہ بعض الحفاظ قالہ الامام ابن حجر فی کف الرعاع۔

ضرور میری اُمت میں وہ لوگ ہونے والے ہیں جو حلال ٹھیرائیں گے عورتوں کی شرمگاہ یعنی زنا اور ریشمی کپڑوں اور شراب اور باجوں کو

بعض جہال بدمست یا نیم ملا شہوت پرست یا جھوٹے صوفی یا دبدست کہ احادیث صحاح مرفوعہ محکمہ کے مقابل بعض ضعیف قصے یا محتمل واقعے یا متشابہ پیش کرتے ہیں انہیں اتنی عقل نہیں یا قصداً بے عقل بنتے ہیں کہ صحیح کے سامنے ضعیف، متعین کے آگے محتمل، محکم کے حضور متشابہ واجب الترک ہے۔ پھر کہاں قول کہاں حکایت فعل، پھر کجا محرم کجا مبیح ہر طرح یہی واجب العمل، اسی کو ترجیح۔ مگر ہوس پرستی کا علاج کس کے پاس ہے۔ کاش گناہ کرتے اور

گناہ جانتے اقرار لاتے۔ یہ ڈھٹائی اور بھی سخت ہے کہ ہوس بھی پالیں اور الزام بھی ٹالیں۔ اپنے لیے حرام کو حلال بنالیں۔ پھر اسی پر بس نہیں، بلکہ معاذ اللہ اس کی تہمت محبوبان خدا اکابر سلسلۂ عالیہ چشت قدست اسرارھم کے سر دھرتے ہیں۔ نہ خدا سے خوف نہ بندوں سے شرم کرتے ہیں۔ حالانکہ خود حضور محبوب الٰہی سیدی و مولائی نظام الحق والدین سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم وعنا بہم فوائد الفواد شریف میں فرماتے ہیں:

"مزامیر حرام است"

مولانا فخر الدین زرادی خلیفہ حضور سیدنا محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور کے زمانہ مبارکہ میں خود حضور کے حکم احکم سے مسئلہ سماع میں رسالہ "کشف القناع عن اصول السماع" تحریر فرمایا۔ اس میں صاف ارشاد فرمادیا کہ:

اما سماع مشائخنا رضی اللہ تعالیٰ عنہم فبری عن ھذہ التہمۃ وھو مجرد صوت القوال مع الاشعار المشعرۃ من کمال صنعۃ اللہ تعالیٰ۔	ہمارے مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا سماع اس مزامیر کے بہتان سے بری ہے وہ صرف قوال کی آواز ہے ان اشعار کے ساتھ جو کمال صنعت الٰہی سے خبر دیتے ہیں۔

للہ انصاف! اس امام جلیل خاندان عالی چشت کا یہ ارشاد مقبول ہوگا یا آج کل کے مدعیان خامکار کی تہمت بے بنیاد، ظاہرۃ الفساد۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سیدی مولانا محمد بن مبارک بن محمد علوی کرمانی مرید حضور پرنور شیخ العالم فرید الحق والدین گنج شکر و خلیفہ حضور سیدنا محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کتاب مستطاب سیر الاولیاء میں فرماتے ہیں:

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز می فرمود کہ چند ایں چیز می باید تا سماع مباح می شود۔ مسمع و مستمع و مسموع و آلہ سماع مسمع یعنی گوئندہ مرد تمام باشد،	حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز فرماتے تھے کہ چند شرائط ہوں تو سماع مباح ہوگا۔ کچھ شرطیں سنانے والے میں کچھ سننے والے میں، کچھ اس کلام میں جو

کودک نباشد و عورت نباشد، مستمع آنکہ می شنود از یاد حق خالی نباشد و مسموع آنچہ بگویند فحش و مسخرگی نباشد و آلہ سماع مزامیر ست چوں چنگ و رباب و مثل آں۔ می باید کہ درمیان نباشد ایں چنیں سماع حلال ست۔

سنائی جائے۔ کچھ آلہ سماع میں یعنی سنانے والا کامل مرد ہو۔ چھوٹا لڑکا نہ ہو اور عورت نہ ہو۔ سننے والا یاد خدا سے غافل نہ ہو اور جو کلام پڑھی جائے فحش اور تمسخرانہ انداز کی نہ ہو۔ اور آلات سماع یعنی مزامیر جیسے سارنگی اور رباب وغیرہ۔ چاہیے کہ ان چیزوں میں سے کوئی موجود نہ ہو۔ اس طرح کا سماع حلال ہے۔

مسلمانو! یہ فتویٰ ہے سرور و سردار سلسلۂ عالیہ چشت حضرت سلطان اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ کیا اس کے بعد بھی مفتریوں کو منہ دکھانے کی گنجائش ہے؟

نیز میر الاولیاء شریف میں ہے:

"یکے بخدمت حضرت سلطان المشائخ عرض داشت کہ دریں روزہا بعضے از درویشان آستانہ دار در مجمعے کہ چنگ و رباب و مزامیر بود رقص کردند۔ فرمود نیکو نکردہ اند آنچہ نامشروع ست ناپسندیدہ است۔ بعد ازاں یکے گفت چوں ایں طائفہ ازاں مقام بیروں آمدند بایشاں گفتند کہ شما چہ کردید، در آں مجمع مزامیر بود سماع چگونہ شنیدید و رقص کردید ایشاں جواب دادند کہ ما چناں مستغرق سماع بودیم کہ ندانستیم کہ اینجا مزامیر است یا نہ۔ حضرت سلطان المشائخ فرمود ایں جواب ہم چیزے نیست ایں

ایک آدمی نے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کی کہ ان ایام میں بعض آستانہ دار درویشوں نے ایسے مجمع میں جہاں چنگ و رباب اور دیگر مزامیر تھے رقص کیا۔ فرمایا انہوں نے اچھا کام نہیں کیا جو چیز شرع میں ناجائز ہے ناپسندیدہ ہے اس کے بعد ایک نے کہا۔ جب یہ جماعت اس مقام سے باہر آئی، لوگوں نے ان سے کہا کہ تم نے یہ کیا کیا۔ وہاں تو مزامیر تھے تم نے سماع کس طرح سنا اور رقص کیا انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس طرح سماع میں مستغرق تھے کہ ہمیں یہ معلوم ہی نہیں ہوا کہ یہاں مزامیر ہیں یا نہیں سلطان المشائخ نے فرمایا یہ جواب کچھ نہیں

سخن در ہمہ معصیتہا بیاید — اس طرح تو تمام گناہوں کے متعلق کہہ سکتے ہیں

مسلمانو! کیسا صاف ارشاد ہے کہ مزامیر ناجائز ہیں۔ اور اس عذر کا کہ ہمیں استغراق کے باعث مزامیر کی خبر نہ ہوئی۔ کیا مسکت جواب عطا فرمایا کہ ایسا حیلہ ہر گناہ میں چل سکتا ہے۔ شراب پیے اور کہہ دے شدت استغراق کے باعث ہمیں خبر نہ ہوئی کہ شراب ہے یا پانی۔ زنا کرے اور کہہ دے غلبۂ حال کے سبب ہمیں تمیز نہ ہوئی کہ جورو ہے یا بیگانی۔ اسی میں ہے:

حضرت سلطان المشائخ فرمود من منع کردہ ام کہ مزامیر و محرمات در میان نباشد و دریں باب بسیار غلو کردہ تا بحدیکہ گفت اگر امام را سہو افتد مرد تسبیح اعلام کند و زن سبحان اللہ نگوید زیرا کہ شاید آواز آں شنوندہ پس پشت دست بر کف دست زند و کف دست بر کف دست نزند کہ آں بلہو می ماند تا ایں غایت از ملاہی و امثال آں پرہیز آمدہ است۔ پس در سماع بطریق اولیٰ کہ ازیں بابت نباشد یعنی در منع دستک چندیں احتیاط آمدہ است پس در سماع مزامیر بطریق اولیٰ منع است اھ باختصار

حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا میں نے منع کر رکھا ہے کہ مزامیر اور دیگر محرمات درمیان نہ ہوں اور اس بات میں آپ نے بہت مبالغہ کیا۔ یہاں تک کہ فرمایا اگر امام نماز میں بھول جائے مرد تو سبحان اللہ کہہ کر امام کو مطلع کرے اور عورت سبحان اللہ نہ کہے کیونکہ اس کو اپنی آواز سنانا نہ چاہیے پس ایک ہاتھ ہتھیلی دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر نہ مارے کہ اس طرح یہ کھیل ہوگا۔ بلکہ ہاتھ کی پشت دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر مارے جب یہاں تک لہو و لعب کی چیزوں اور ان کی طرح چیزوں سے پرہیز آئی ہے تو سماع میں مزامیر بطریق اولیٰ منع ہیں۔

مسلمانو! جو ائمہ طریقت اس درجہ احتیاط فرمائیں کہ تالی کی صورت کو ممنوع بتائیں، وہ اور معاذ اللہ مزامیر کی تہمت، للہ انصاف، کیسا خبط بے ربط ہے۔ اللہ اتباع شیطان سے بچائے اور ان سچے محبوبانِ خدا کا سچا اتباع عطا فرمائے۔ آمین اللہ الحق آمین۔ بجاہ سیدنا عند ک آمین۔ والحمد للہ رب العالمین۔ کلام یہاں طویل ہے اور انصاف دوست کو اسی قدر کافی ہے۔ واللہ

الھادی - واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد المذنب احمد رضا عفی عنہ
محمد بن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۱۹: ۲۹، ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ -

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چومنا ناخنوں کا وقت لینے نام پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جیسے کہ اذان یا خطبہ میں جس وقت نام پاک آنحضرت کا آتا ہے چومتے ہیں از روئے شرع جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا -

الجواب :

اذان میں نام اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سن کر ناخن چوم کر آنکھوں سے لگانے کو علماء نے مستحب فرمایا - رد المحتار میں ہے :

یستحب ان یقال عند سماع الاولیٰ	یعنی مستحب ہے کہ جب اذان میں پہلی بار
من الشھادۃ صلی اللہ علیک یا	اشھد ان محمد رسول اللہ سنے
رسول اللہ وعند الثانیۃ منھا قرت	صلی اللہ علیک یا رسول اللہ کہے
عینی بک یا رسول اللہ ثم یقول	اور جب دوبارہ سنے قرت عینی بک
اللھم متعنی بالسمع والبصر بعد	یا رسول اللہ یعنی میری آنکھ حضور سے ٹھنڈی
وضع ظفری الابھامین علی العینین	ہوئی یا رسول اللہ - پھر کہے اللھم متعنی
فانہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکون	بالسمع والبصر الٰہی ، مجھے شنوائی اور بینائی
قائدا لہ الی الجنۃ - کذا فی کنز	سے بہرہ مند فرما - اور یہ کہنا انگوٹھوں کے ناخن
العباد اھ قھستانی ونحوہ فی	آنکھوں پر رکھنے کے بعد ہو - نبی صلی اللہ علیہ
الفتاوی الصوفیہ -	وسلم اپنی رکاب اقدس میں اسے جنت میں

لے جائیں گے - ایسا ہی کنز العباد میں ہے - یہ مضمون جامع الرموز علامہ قہستانی کا ہے اور اسی کے مانند فتاوی صوفیہ میں ہے -

فقیر نے اس مسئلہ میں ایک مبسوط کتاب "منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" لکھی جس نے مانعین

کے تمام شبہات بحمداللہ تعالیٰ دفع کیے اور علوم حدیث کے متعلق بکثرت افادے دیے مگر خطبے میں نہ چاہیے کہ وہاں محض خموشی کا حکم ہے۔ کما بینا ہ فی فتاوانا واللہ سبحٰنہٗ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحمد ن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چراغ جلانا مزارات اولیاء کرام پر اور روشنی کرنا بزرگان دین کی قبور پر جائز ہے یا نہیں؟ اور چادریں چڑھانا بزرگوں کی زیارتوں پر مع باجہ کے جیسا کہ آج کل فی زمانہ دستور ہے کہ ہر جمعرات کو چراغ جلاتے ہیں چادریں رنگین سبز سرخ مع باجہ کے لاتے اور چڑھاتے ہیں۔ اور جو اشیاء کہ شیرینی یا چاول وغیرہ لاتے ہیں، ان کی قبروں پر رکھ کر فاتحہ دیتے ہیں، پس یہ از روئے قرآن وحدیث درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

اقولُ وباللہ التوفیق، اصل یہ ہے کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں انما الاعمال بالنیات۔ اور جو کام دینی فائدے اور دنیوی نفع جائز دونوں سے خالی ہو عبث ہے۔ اور عبث خود مکروہ ہے۔ اس میں مال صرف کرنا اسراف ہے اور اسراف حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ولا تسرفوا ان اللہ لا یحب المسرفین۔ اور مسلمانوں کو نفع پہنچانا بلاشبہ محبوب شارع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ۔ رواہ مسلم عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

تم میں جس سے ہو سکے کہ اپنے بھائی مسلمان کو نفع پہنچائے تو پہنچائے۔

اور معظمات دینی کی تعظیم قطعاً مطلوب ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب ۝

جو خدا کے شعاروں کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہیں۔

وقال اللہ تعالیٰ:

ومن یعظم حرمٰت اللہ فذلك خیرله عند ربه۔ جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے اس کے رب کے پاس۔

اور قبور اولیائے کرام وعباد اللہ الصالحین بلکہ عام مقابر مومنین ضرور مستحق ادب وتکریم ہیں، و لہٰذا ان پر بیٹھنا ممنوع، چلنا ممنوع، پاؤں رکھنا ممنوع، یہاں تک کہ ان سے تکیہ لگانا ممنوع۔

امام احمد وحاکم وطبرانی مسند مستدرک کبیر میں عمارہ بن خزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند حسن راوی

رأنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم جالسًا علیٰ قبر فقال یا صاحب القبر انزل من القبر لا تؤذی صاحب القبر او لا یؤذیك۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا۔ فرمایا او قبر والے! قبر پر سے اُتر آ۔ نہ تو صاحب قبر کو ایذا دے نہ وہ تجھے۔

امام احمد کی روایت یوں ہے:

رأنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم متکئًا علی قبر فقال لا تؤذ صاحب هذا القبر او لا تؤذه۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبر پر تکیہ لگائے دیکھا۔ فرمایا اس قبر والے کو ایذا نہ دے۔ یا فرمایا اسے نہ ستا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لان امشی علی جمرة او سیف او اخصف نعلی برجلی احب الی من ان امشی علی قبر مسلم۔ یہ کہ میں آگ یا تلوار پر چلوں یا اپنا جوتا اپنے پاؤں سے گانٹھوں مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی مسلمان کی قبر پر چلوں۔

رواہ ابن ماجة عن عقبة بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنه بسند جید

یہ پانچ اصول شرعیہ ہیں۔ مسائل مسئولہ کی صور مختلفہ کے احکام انہیں اصول پر مبنی ہیں۔ قبر پر چراغ جلانے سے اگر اس کے معنی حقیقی مراد ہیں یعنی خاص قبر پر چراغ رکھنا تو مطلقًا ممنوع ہے اور اولیائے کرام کے مزارات میں اور زیادہ ناجائز ہے کہ اس میں بے ادبی وگستاخی اور

حق میت میں تصرف و دست اندازی ہے۔ قنیہ وغیرہا میں امام علاء ترجمانی سے ہے: یاثم بوطا القبور لان سقف القبر حق المیت۔ حدیث والمتخذین علیہا المساجد و السراج کی حقیقت یہی ہے۔ علی القبر کے حقیقی معنی یہی ہیں کہ خاص قبر پر ہو۔ ولہٰذا کنارِ قبر میں مسجد بنانا ہرگز ممنوع نہیں، بلکہ مزار بندہ صالح سے تبرک مقصود ہو تو محمود ہے مجمع بحار الانوار میں ہے:

من اتخذ مسجدا فی جوار صالح او صلی فی مقبرۃ قاصدا بہ الاستظہار بروحہ او وصول اثر من اٰثارہ او توجہ الیہ لا التوجہ نحوہ والتعظیم لہ فلا حرج فیہ الا یری ان من قد اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام فی الحجر المسجد الحرام والصلوٰۃ فیہ افضل۔

یعنی جو کسی نیک بندے کے قرب مزار میں مسجد بنائے یا مقبرہ میں اس ارادہ سے نماز پڑھے کہ میت کی روح سے استمداد کرے یا اپنی عبادت کا اثر برکات اس تک پہنچانا چاہے نہ یہ کہ نماز میں اس کی طرف منہ کرے یا نماز سے اس کی تعظیم کا قصد رکھے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں کیا نہیں دیکھتے کہ سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزار پاک خود مسجد الحرام شریف میں حطیم مبارک ہے پھر اس میں نماز تمام مساجد سے افضل ہے۔

یہ اس تقدیر پر ہے کہ حدیث مذکور کی صحت مان لی جائے۔ واﻻ ففیہ یا ذام ضعیف وان حسنہ الترمذی فقد عرف رحمہ اللہ تعالیٰ بالتساھل فیہ کما بیناہ فی مدارج طبقات الحدیث۔

اور اگر قبر سے جدا روشن کریں اور وہاں نہ کوئی مسجد ہے نہ کوئی شخص قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ کے لیے بیٹھا ہے، نہ وہ قبر سرِ راہ واقع ہے، نہ کسی معظم ولی اللہ یا عالم دین کا مزار ہے۔ غرض کسی منفعت و مصلحت کی امید نہیں تو ایسا چراغ جلانا ممنوع ہے کہ جب مطلقاً فائدے سے خالی ہوا سراف ہوا اور بحکم اصل دوم ناجائز ٹھیرا خصوصاً جبکہ اس کے ساتھ یہ جاہلانہ زعم ہو کہ میت کو اس چراغ سے روشنی پہنچے گی ورنہ اندھیرے میں رہے گا۔ کہ اب اسراف کے ساتھ اعتقاد بھی فاسد ہوا، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اور اگر وہاں مسجد ہے، یا تالیانِ قرآن یا ذاکرانِ رحمٰن

کے لیے روشن کریں، یا قبر سر راہ ہو اور نیت یہ کی جائے کہ گزرنے والے دیکھیں اور سلام ایصال ثواب سے خود بھی نفع پائیں اور میت کو بھی فائدہ پہنچائیں۔ یا وہ مزار ولی یا عالم دین کا ہے روشنی سے نگاہ عوام میں اس کا ادب و اجلال پیدا کرنا مقصود ہے تو ہرگز ممنوع نہیں۔ بلکہ بحکم چار اصول باقیہ مذکورہ مستحب و مندوب ہے۔ بشرطیکہ حد افراط پر نہ ہو۔ مجمع البحار میں ہے:

ان کان ثم مسجدا و غیرہ ینتفع فیہ بتلاوۃ والذکر فلا باس بالسراج فیہ	اگر وہاں مسجد وغیرہ کوئی ایسی چیز ہو جس میں اس چراغ سے نفع ہوتا ہو تلاوت اور ذکر کے لیے تو چراغ جلانے میں کوئی حرج نہیں

امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

ھذا کلہ اذا خلا من فائدۃ واما اذا کان موضع القبور مسجدا او علی طریق او کان ھناک احد جالس او کان قبر ولی من الاولیاء او عالم من المحققین تعظیما لروحہ المشرقۃ علی تراب جسدہ کاشراق الشمس علی الارض اعلاما للناس انہ ولی لیتبرکوا بہ ویدعوا اللہ تعالیٰ عندہ فیستجاب لھم فھو امر جائز لا منع منہ والاعمال بالنیات	یعنی قبور میں شمعیں روشن کرنے کی ممانعت صرف اس حالت میں ہے کہ نفع سے بالکل خالی ہو ورنہ اگر موضع قبور میں مسجد ہو یا قبر راہگذر پر ہے یا وہاں کوئی بیٹھا ہے یا کسی ولی یا عالم محقق کا مزار ہے اس کی روح مبارک کہ اس کی خاک بدن پر اس طرح پرتو ڈال رہی ہے جیسے آفتاب زمین پر اس کی تعظیم کے لیے شمعیں روشن کیں تاکہ لوگ جانیں کہ یہ ولی اللہ کا مزار ہے اس سے برکت حاصل کریں اور اس کے پاس اللہ عزوجل سے دعا مانگیں کہ ان کی دعا قبول ہو تو یہ جائز بات ہے جس سے اصلاً ممانعت نہیں اور کام نیتوں پر ہے۔

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اپنے رسالہ **طوالع النور فی حکم السرج علی القبور** میں اس مسئلہ اللہ کو روشن تر لکھا و باللہ التوفیق۔ انہیں اصول سے مزارات اولیائے کرام پر چادر ڈالنے کا بھی جواز ثابت ہے۔ عوام میں قبور عامہ مسلمین کی حرمت باقی نہ رہی۔ آنکھوں

دیکھا ہے کہ بے تکلف ناپاک جوتے پہنے قبور مسلمین پر دوڑے پھرتے ہیں اور دل میں خیال بھی نہیں آتا کہ یہ کسی عزیز کی خاک عزیز زیر پا ہے۔ یا کبھی ہمیں بھی یونہی خاک میں سونا ہے۔ اور بارہا دیکھا کہ جہال قبروں پر بیٹھ کر جوا کھیلتے، فحش بکتے، قہقہے لگاتے ہیں۔ اور بعض کی یہ جرأت کہ معاذ اللہ مسلمان کی قبر پر پیشاب کرنے میں باک نہیں رکھتے فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

لہٰذا دردمندان دین نے ادھر مزارات اولیائے کرام کو ان جرأتوں سے محفوظ رکھنے، ادھر جاہلوں کو ان کے ساتھ گستاخی کی آفتِ عظیم سے بچانے کے لیے مصلحت و حاجت شرعیہ سمجھی کہ مزارات طیبہ عام قبور سے ممتاز رہیں، تاکہ عوام کی نظر میں ہیبت و عظمت پیدا ہو اور بیباکانہ برتاؤ کر کے ہلاک میں پڑنے سے باز رہیں۔ اس سے کم حاجت کے باعث علماء نے مصحف شریف کو سونے وغیرہ سے مزین کرنا مستحسن سمجھا ہے کہ ظاہر بیں اسی ظاہری زینت سے جھکتے ہیں اور غور کیجیے تو پوشش کعبہ معظمہ میں بھی ایک بڑی حکمت یہی ہے۔ تو یہاں کہ نہ فقط قلت تعظیم بلکہ معاذ اللہ ان شدید بے حرمتیوں کا اندیشہ تھا۔ چادر ڈالنے، روشنی کرنے، امتیاز دینے، قلوب عوام میں وقعت لانے کی سخت حاجت ہوئی۔ اب اس سے منع کرنے والے یا تو سخت کج فہم و جاہل اور حالت زمانہ سے نرے غافل ہیں، یا وہی بے ادب محروم ہیں جن کے قلوب میں عظمتِ اولیاء سے خار ہے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہٗ نے رسالہ مذکورہ میں ان مسائل کو آیۂ کریمہ ذلک ادنیٰ ان یعرفن فلا یؤذین سے استنباط کیا ہے وللہ الحمد۔

سیدی علامہ محمد ابن عابدین شامی تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں کشف النور عن اصحاب القبور تصنیف امام علامہ سیدی نابلسی قدس سرہ ونفعنا اللہ ببرکاتہ سے نقل فرماتے ہیں:

لکن نحن الآن نقول ان کان القصد	لیکن ہم اس وقت میں یہ کہتے ہیں کہ اگر اس سے
بذلک التعظیم فی اعین العامۃ	مقصود عوام کی نگاہ میں مزارات اولیا کی تعظیم
حتیٰ لا یحتقروا صاحب ھذا	پیدا کرنی ہو تاکہ جس مزار پر کپڑے اور عمامے
القبر الذی وضعت علیہ الثیاب	رکھے دیکھیں مزار ولی جان کر اس کی تحقیر سے
والعمائم لجلب الخشوع والادب	باز رہیں اور تاکہ زیارت کرنے والے غافلوں
ولقلوب الغافلین الزائرین لان	کے دلوں میں خشوع و ادب آئے کہ مزارات

قلوبهم نافرة عند الحضور فی التادب بین یدی اولیاء اللہ تعالٰی المدفونین فی تلك القبور کما ذکرنا من حضور روحانیتهم المبارکة عند قبورهم فهوا مرجائز لاینبغی النهی عنه لان الاعمال بالنیات ولکل امرئ ما نوی۔

اولیا کے حضور حاضری میں ان کے دل ادب کے لیے نرم نہیں ہوتے اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ مزارات کے پاس اولیائے کرام کی روحیں حاضر ہوتی ہیں تو اس نیت سے چادر ڈالنا امر جائز ہے جس سے ممانعت نہ چاہیے اس لیے کہ اعمال نیتوں پر ہیں اور ہر شخص کو وہی ملتا ہے جو اس کی نیت ہے۔

چادروں کے سبز و سُرخ ہونے میں بھی حرج نہیں بلکہ ریشمی ہونا بھی روا کہ وہ پہننا نہیں۔ البتہ باجے ناجائز ہیں۔ اور جب چادر موجود ہو اور وہ ہنوز پرانی یا خراب نہ ہوئی کہ بدلنے کی حاجت ہو تو بیکار چادر چڑھانا فضول ہے۔ بلکہ جو دام اس میں صرف کریں ولی اللہ کی روح مبارک کو ایصال ثواب کے لیے محتاج کو دیں۔ ہاں جہاں معمول ہو کہ چڑھائی ہوئی چادر جب حاجت سے زائد ہو خدام مساکین حاجت مند لے لیتے ہیں، اور اس نیت سے ٹالے تو مضائقہ نہیں کہ یہ بھی تصدق ہو گیا۔

فاتحہ کا کھانا قبروں پر رکھنا تو ویسا ہی منع ہے جیسا چراغ پر رکھ کر جلانا۔ اور اگر قبر سے جدا رکھیں تو حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمدن المصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

مسئلہ ۲۱: ۶ جمادی الاولٰی ۱۳۲۰ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعض شخص اس طرح نام رکھتے ہیں: تاج الدین، محی الدین، نظام الدین، علی جان، نبی جان، محمد جان، محمد نبی، محمد یٰسین محمد طٰہٰ۔ غفور الدین، غلام علی، غلام حسین، غلام غوث، غلام جیلانی، ہدایت علی۔

پس اس طرح کے نام رکھنا جائز ہیں یا نہیں؟ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نے اپنے فتاوٰی میں ہدایت علی نام رکھنا ناجائز بتایا ہے۔ اس میں حق کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

محمد نبی، احمد نبی، نبی احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بے شمار درود ہیں۔ یہ الفاظ کریمہ حضور ہی پر صادق اور حضور ہی کو زیبا ہیں، افضل صلوات اللہ واجل تسلیمات اللہ علیہ وعلیٰ آلہ۔ دوسرے کے یہ نام رکھنا حرام ہیں کہ ان میں حقیقۃً ادعائے نبوت نہ ہونا مسلم ورنہ خالص کفر ہوتا۔ مگر صورت ادعا ضرور ہے اور وہ بھی یقیناً حرام ومحظور ہے۔ اور یہ زعم کہ علام میں معنی اول ملحوظ نہیں ہوتے، نہ شرعاً مسلم نہ عرفاً مقبول۔

معنی اول مراد نہ ہونے میں شک نہیں مگر نظر سے محض ساقط ہونا بھی غلط ہے۔ احادیث صحیحہ کثیرہ سے ثابت کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بکثرت اسماء جن کے معنی اصلی کے لحاظ سے کوئی برائی تھی تبدیل فرما دیے۔ جامع ترمذی میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے:

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی
کان یغیر الاسم القبیح۔	کہ بُرے نام کو بدل دیتے۔

سنن ابوداؤد میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عاصی وعزیز وعتلہ وشیطان وحکم وعرابہ وحباب وشہاب نام تبدیل فرما دیے۔ قال ترکت اسانیدھا للاختصار۔

احرم کا نام بدل کر زرعہ رکھا، رواہ عن اسامۃ بن اخذری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عاصیہ کا نام جمیلہ رکھا، رواہ مسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

برّہ کا نام زینب رکھا اور فرمایا:

لاتزکوا انفسکم اللہ اعلم باھل	اپنی جانوں کو آپ اچھا نہ بتاؤ۔ خدا خوب
البر منکم۔ رواہ مسلم عن زینب	جانتا ہے کہ تم میں نیکوکار کون ہے۔
بنت ابی سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما	

(برّہ کے معنی تھے زن نیکوکار۔ اسے خود ستائی بتا کر تبدیل فرمایا)۔ اور ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

انکم تدعون یوم القیمۃ باسمائکم	بیشک تم روز قیامت اپنے اور اپنے والدوں

واسماء آبائکم فاحسنوا کے نام سے پکارے جاؤ گے تو اپنے نام
اسماءکم رواہ احمد وابوداود اچھے رکھو۔
عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند جید

اگر اصلی معنی بالکل ساقط النظر ہیں تو فلانا نام اچھا فلاں برا ہونے کے کیا معنی اور تبدیل کی کیا وجہ اور خودستائی کہاں، مسمّٰی پر دلالت کرنے میں سب یکساں۔ لہٰذا انہیں لوگوں سے پوچھ دیکھیے، کیا اپنی اولاد کا نام شیطان ملعون، رافضی خبیث، خوک وغیرہ رکھنا گوارا کریں گے؟ ہرگز نہیں۔ تو قطعاً معنی اصلی کی طرف لحاظ باقی ہے۔ پھر کس منہ سے اپنے آپ اور اپنی اولاد کو نبی کہتے کہلواتے ہیں۔ کیا کوئی مسلمان اپنا یا اپنے بیٹے کا رسول اللہ، خاتم النبیین یا سید المرسلین نام رکھنا روا رکھے گا؟ حاشا وکلا۔ پھر محمد نبی، احمد نبی، نبی احمد کیونکر روا ہوگیا؟ یہاں تک کہ بعض خدا ناترسوں کا نام نبی اللہ سنا ہے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ کیا رسالت وختم نبوت کا ادعا حرام ہے اور نری نبوت کا حلال؟ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے ناموں کو تبدیل کردیں ؎

ہیچ پسند دخردِ جاں فروز
تاج شہے بر سرِ کفش دوز

عجب نہیں کہ ایسی علیل تاویل، ذلیل تخییل والے شدہ شدہ اللہ یا رب العالمین نام رکھنے لگیں کہ آخر علم میں اصلی معنی تو ملحوظ نہیں والعیاذ باللہ رب العالمین۔

یونہی نبی جان نام رکھنا نامناسب ہے۔ اگر جان ایک کلمۂ جداگانہ بنظر محبت زیادہ کیا ہوا جانیں جیسا کہ غالب یہی ہے جب تو ظاہر کہ ظاہر ادعائے نبوت ہوا۔ اور اگر ترکیب مقلوب سمجھیں یعنی جانِ نبی، تو یہ تزکیہ وخودستائی میں بدرجہ سے ہزار درجہ زائد ہوا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے پسند نہ فرمایا، یہ کیونکر پسند ہوسکتا ہے؟ یہاں تبدیل میں کچھ بہت حرج بھی نہیں۔ ایک ہ بڑھانے میں گناہ سے بچ جائے گا اور اچھا خاصہ جائز نام پائے گا۔ محمد نبیہ، احمد نبیہ نبیہ احمد۔ نبیہ جان کہا اور لکھا کیجیے۔ نبیہ بمعنی بیدار وہوشیار ہے۔

یونہی یٰسین وطٰہٰ نام رکھنا منع ہے کہ وہ اسمائے الٰہیہ واسمائے مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم سے ایسے نام ہیں جن کے معنی معلوم نہیں۔ کیا عجب کہ ان کے معنی کفر ہوں جو غیر خدا و رسول میں صادق نہ آسکیں، تو ان سے احتراز لازم۔ جس طرح نامعلوم المعنی رقیہ منتر جائز نہیں ہوتا کہ مبادا کسی شرک و ضلال پر مشتمل ہو۔ امام ابوبکر ابن العربی کتاب احکام القرآن میں فرماتے ہیں:

روی اشہب عن مالك لا یتسمی احد یٰسین لانه اسم الله تعالیٰ وهو کلام بدیع وذلك ان العبد یجوز له ان یسمی باسم الرب اذا کان فیه معنی منه کعالم وقادر وانما منع مالك من التسمیة بهذا الاسم لانه من الاسماء التی لا یدری ما معناها فربما کان ذلك معنی ینفرد به الرب تعالیٰ فلا ینبغی ان یقدم علیه من لا یعرف لما فیه من الخطر فاقتضی النظر المنع منه۔

اشہب نے مالک سے روایت کیا کوئی ایک یٰسین نام نہ رکھے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور وہ بدیع کلام ہے۔ اور یہ بات یوں ہے کہ بندہ کے لیے جائز ہے کہ نام رکھے ساتھ نام رب تعالیٰ کے جب کہ اس میں سے معنی اس کے اندر پائے جائیں جیسے عالم، قادر۔ اور مالک نے اس نام سے منع اس لیے کیا ہے کہ یہ ایسے ناموں سے ہے جن کے معانی معلوم نہیں ہیں۔ غالباً اس کا معنی ایسا ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ منفرد ہیں۔ پس جسے پہچان نہ ہو اس کو اس پر اقدام نہیں کرنا چاہیے اس لیے کہ اس میں خطرہ ہے پس اس کے نظری ہونے کا تقاضا منع ہے۔

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی حنفی مصری نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں اسے نقل کرکے فرماتے ہیں: وهو کلام نفیس۔ فقیر نے اس کے حاشیہ پر لکھا:

قد کان ظهر لی المنع عنه لعین هذا المعنیٰ لکن نظرا الیٰ انه اسم النبی صلے الله تعالیٰ علیه وسلم ولا ندری معناه فلعل له معنی لا یصح فی غیره صلے الله تعالیٰ علیه وسلم الخ ولعل هذا اولیٰ وما تقدم لان کونه اسم النبی صلے الله تعالیٰ علیه وسلم اظهر واشهر فلا یکون له معنی ینفرد به الرب عزوجل والله تعالیٰ اعلم۔

بعینہ یہی حال اسم طٰہٰ کا ہے۔ والبیان البیان والدلیل الدلیل۔ لفظ پاک محمد ان میں شامل کر دینا ممانعت کی تلافی نہ کرے گا۔ کہ یٰسٓ وطٰہٰ اب بھی نامعلوم المعنی ہی رہے۔ اگر وہ معنی مخصوص بذات اقدس ہوئے تو محمد ملانا ایسا ہوگا کہ کسی کا نام رسول اللہ نہ رکھا محمد رسول اللہ رکھا۔ یہ کب حلال ہوسکتا ہے؟ وھٰذا کلہ ظاھر جدا۔

یونہی غفور الدین بھی سخت قبیح وشنیع ہے۔ غفور کے معنی مٹانے والا، چھپانے والا۔ اللہ عزوجل غفور ذنوب ہے یعنی اپنی رحمت سے اپنے بندوں کے ذنوب مٹاتا عیوب چھپاتا ہے۔ تو غفور الدین کے معنی ہوئے دین کا مٹانے والا۔ یہ ایسا ہوا جیسے شیطان نام رکھنا جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل فرما دیا۔ ہاں دین پوش، تقیہ کوش۔ یہ ایسا ہوا جیسے رافضی نام رکھنا۔ بہرحال شدید شناعت پر مشتمل ہے۔ اس سے نوعاصیہ نام بہت ہلکا تھا جسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تغیر فرمایا کہ معاصی کا عرفاً اطلاق اعمال تک ہے اور دین پوشی کی بلا ملت وعقائد پر۔ والعیاذ باللہ رب العلمین۔ حدیث میں ہے الفال موکل بالمنطق بعض بُرے ناموں کی تبدیل کا یہی منشا تھا کما ارشد الیہ غیر ما حدیث مولانا علی قاری مرقاۃ میں نقل فرماتے ہیں:

ان الاسماء تنزل من السماء نام آسمان سے اترتے ہیں۔

یعنی غالباً اسم ومسمّٰی میں کوئی مناسبت غیب سے ملحوظ ہوتی ہے۔ اہل تجربہ نے کہا ہے ع

مزن فال بدکاں رد حال بد

اللھم احفظنا وارحمنا۔ فقیر نے بچشم خود ایسے قبیح ناموں کا سخت بُرا اثر پڑتے دیکھا ہے۔ بھلے چنگے سُنی صورت کو آخر عمر میں دین پوش، ناحق کوش ہوتے پایا ہے۔ نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔ اللھم یا قدیر یا رحمٰن یا رحیم یا عزیز یا غفور صل وسلم وبارک علیٰ سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ وثبتنا علیٰ دینک الحق الذی ارتضیتہ لانبیائک ورسلک وملائکتک حتی نلقاک بہ وعافنا من البلاء والبلوی والفتن ما ظھر منھا وما بطن وصل وسلم وبارک علی سیدنا محمد وآلہ اجمعین وارحم عجزنا وفاقتنا بھم یا ارحم الراحمین آمین۔ والصلوٰۃ والسلام علی الشفیع الکریم وآلہ وصحبہ اجمعین

والحمد للہ رب العلمین۔ آمین۔

اور ایک سخت آفت یہ ہوتی ہے کہ ایسے قبیح نام والے اپنے نام کے ساتھ حسب رواج نام پاک محمد ملا کر لکھتے کہتے اور اسی کی اوروں سے طمع رکھتے ہیں۔ اگر کوئی خالی ان کا نام بے نام اقدس لکھے تو گویا اپنی حقارت جانتے اور آدھا نام لینا سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ایسے برے معنی کے ساتھ اس نام پاک کا ملانا خود اس نام کریم کے ساتھ گستاخی ہے۔ یہ نکتہ ہمیشہ یاد رہے کہ ان امور کی طرف اسی کو التفات و تنبہ عطا فرماتے ہیں جسے ایمان و ادب سے حصہ وافیہ بخشتے ہیں وللہ الحمد۔

اسی بنا پر فقیر کبھی جائز نہیں رکھتا کہ کلب علی، کلب حسن، کلب حسین، غلام علی، غلام حسن، غلام حسین، غلام جیلانی وامثال ذلک اسماء کے ساتھ نام پاک ملا کر کہا جائے۔ اللھم ادزقنا حسن الادب وبجنا من مورثات الغضب، آمین۔

نظام الدین، محی الدین، تاج الدین اور اسی طرح وہ تمام نام جن میں مسمّٰی کا معظم فی الدین بلکہ معظم علی الدین ہونا نکلے۔ جیسے شمس الدین، بدرالدین، نورالدین، فخرالدین، شمس الاسلام، محی الاسلام بدرالاسلام وغیر ذلک۔ سب کو علمائے کرام نے سخت ناپسند رکھا اور مکروہ وممنوع رکھا۔ اکابر دین قدست اسرارہم کہ امثال اسلامی سے مشہور ہیں یہ ان کے نام نہیں، القاب ہیں کہ ان مقامات رفیعہ تک وصول کے بعد مسلمین نے توصیفاً انہیں ان لقبوں سے یاد کیا۔ جیسے شمس الائمہ حلوائی فخرالاسلام بزودی، تاج الشریعۃ، صدرالشریعۃ۔ یونہی محی الحق والدین حضور پُرنور سیدنا غوث اعظم، معین الحق والدین حضرت خواجہ غریب نواز۔ وارث النبی، سلطان الہند حسن سنجری، شہاب الحق والدین عمر سہروردی۔ بہاء الحق والدین نقشبند، قطب الحق والدین بختیار کاکی، شیخ الاسلام فرید الحق والدین مسعود۔ نظام الحق والدین سلطان الاولیاء محبوب الٰہی۔ محمد نصیر الحق والدین چراغ دہلوی محمود وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ونفعنا ببرکاتہم فی الدنیا والدین۔

حضور نورالنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب پاک محی الدین خود روحانیت اسلام نے رکھا جس کی روایت معروف ومشہور اور بہجۃ الاسرار شریف وغیرہ کتب ائمہ وعلماء میں مذکور۔ حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے لاتزکوا انفسکم۔ فصول علامی میں ہے لایسمیہ بما فیہ تزکیۃ۔ ردالمحتار میں ہے:

یؤخذ من قوله ولا بما فیه تزکیة
المراد عن نحو محی الدین وشمس الدین
مع ما فیه من الکذب الف بعض
المالکیة فی المنع منه مؤلفا و
صرح به القرطبی فی شرح الاسماء
الحسنیٰ وانشد بعضهم فقال ؎
(۱) اری الدین یستحیی من الله ان یری
وهذا له فخر وذاک نصیر
(۲) فقد کثرت فی الدین القاب عصبة
هم ما فی مراعی المنکرات حمیر
(۳) واعلم ان الذنب فیه کبیر
ونقل عن الامام النووی انه
کان یکره من لقبة بمحی الدین و
یقول لا اجعل من دعانی به فی
حل ومال الی ذلك العارف بالله
تعالیٰ الشیخ سنان فی کتابه
تبیین المحارم واقام الطامة
الکبریٰ علی المتین بمثل ذلك
وانه من التزکیة المنهی عنها فی
القرآن ومن الکذب قال ونظیره
ما یقال للمدرسین بالترکی
افندی وسلطانم ونحوه۔ ثم

مصنف کے قول لا بما فیہ تزکیۃ سے معلوم
ہوتا ہے منع مثل محی الدین وشمس الدین کے۔
علاوہ ازیں اس میں جھوٹ بھی ہے اور بعض
مالکی علماء نے ایسے ناموں کے منع میں ایک
کتاب لکھی ہے اور قرطبی نے اس کی تصریح کی ہے
شرح اسماء حسنیٰ میں اور بعض نے اس بارہ میں
کچھ اشعار لکھے ہیں۔ پس کہا ہے: "میں دیکھتا ہوں
دین کو کہ حیا کرتا ہے اللہ تعالیٰ سے جو دکھایا
جائے۔ حالانکہ یہ اس کے لیے فخر ہے اور یہ اس
کے لیے نصیر یعنی مددگار ہے۔ تحقیق بہت ہوئے
دین میں القاب اس کے مددگاروں کے۔ یہ
وہ لوگ ہیں جو برائیوں کی رعایت میں گدھے
ہیں۔ اور تحقیق دین کی موت ان جیسے لوگوں کے
ساتھ اس کی عزت ہیں ہے، اور جان لے کہ
اس میں گناہ بڑا ہے۔

اور امام نووی سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ
محی الدین کے ساتھ اپنے ملقب ہونے کو ناپسند
فرماتے تھے اور فرماتے تھے جو شخص مجھے اس
لقب کے ساتھ پکارے گا میں اسے معاف نہیں
کروں گا اور اسی کی طرف مائل ہوئے شیخ سنان
اپنی کتاب تبیین المحارم اور اقام الطامۃ الکبریٰ علی
المتین میں مثل اس کے اور یہ کہ تحقیق یہ وہ تزکیہ
ہے جس سے قرآن مجید میں منع کیا گیا ہے اور

قال فان قیل ھٰذہ مجازات صارت کالاعلام فخرجت عن التزکیۃ فی الجواب ان ھٰذا یردہ ما یشاھد من انہ اذا نودی باسمہ العلم وجد علی من ناداہ بہ فعلم ان التزکیۃ باقیۃ الخ

جھوٹ سے ہے اور کہا مثل اس کے وہ جو کہا جاتا ہے واسطے مدرسین کے ترکی میں آفندی و سلطانم اور اس کی مثل۔ پھر کہا ہے پس اگر کہا جائے یہ مجازات ہیں جو اعلام کی طرح ہو گئے ہیں پس تزکیہ سے نکل گئے پس جواب یہ ہے کہ ہمارا مشاہدہ اس بات کو رد کرتا ہے کیونکہ اگر ان اشخاص کو اگر ان کے اسماء اعلام سے پکارا جائے تو پکارنے والے پر غصہ کریں گے۔ پس معلوم ہوا کہ تزکیہ کے لیے باقی ہے الخ

سترہ نام کہ سائل نے پوچھے ان میں سے یہی دس ناجائز و ممنوع ہیں۔ باقی سات میں حرج نہیں۔ علی جان، محمد جان کا جواز تو ظاہر ہے کہ اصل نام علی و محمد ہے اور جان بنظر محبت زیادہ۔ اور حدیث سے ثابت کہ محبوبان خدا انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کے اسمائے طیبہ پر نام رکھنا مستحب ہے جبکہ ان کے مخصوصات سے نہ ہو۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تسموا باسماء الانبیاء۔ رواہ البخاری فی الادب المفرد وابوداؤد والنسائی عن ابی وھب الجشمی ولہ تتمۃ وابخاری فی التاریخ بلفظ سموا عن عبداللہ بن جواد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولہ تتمۃ اخریٰ۔

انبیاء کے ناموں پر نام رکھو۔

اور محمد و احمد ناموں کے فضائل میں تو احادیث کثیرہ عظیمہ جلیلہ وارد ہیں:

حدیث ۱: صحیحین و مسند احمد و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ میں حضرت انس۔

حدیث ۲: صحیحین و ابن ماجہ میں حضرت جابر۔

حدیث ۳: معجم کبیر طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی

میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو۔

حدیث ۴ : ابن عساکر و حافظ حسین بن احمد بن عبداللہ بن بکیر حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من ولد له مولود فسماه محمدا	جس کے لڑکا پیدا ہوا اور وہ میری محبت اور برکے
حبا لی وتبرکا باسمی کان هو و	نام پاک سے تبرک کے لیے اس کا نام محمد رکھے
مولوده فی الجنة۔	وہ اور اس کا لڑکا دونوں بہشت میں جائیں۔

امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی فرماتے ہیں :

هذا امثل حدیث ورد فی هذا	جس قدر حدیثیں اس باب میں آئیں یہ سب
الباب واسناده حسن۔	میں بہتر ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

وناذعه تلمیذه الشامی بما رده العلامة الزرقانی فراجعه۔

حدیث ۵ : حافظ ابوطاہر سلفی و حافظ ابن بکیر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں روز قیامت دو شخص حضرت عزت کے حضور کھڑے کیے جائیں گے حکم ہوگا انہیں جنت میں لے جاؤ۔ عرض کریں گے الٰہی! ہم کس عمل پر جنت کے قابل ہوئے۔ ہم نے تو کوئی کام جنت کا نہ کیا۔ رب عزوجل فرمائے گا :

ادخلا الجنة فانی الیت علی نفسی	جنت میں جاؤ کہ میں نے حلف فرمایا ہے کہ
ان لا یدخل النار من اسمه احمد	جس کا نام احمد یا محمد ہو وہ دوزخ میں نہ
او محمد۔	جائے گا۔

یعنی جب کہ مومن ہو۔ اور مومن عرف قرآن و حدیث اور صحابہ میں اسی کو کہتے ہیں جو سنی صحیح العقیدہ ہو کما نص علیه الائمة فی التوضیح وغیره۔ ورنہ بدمذہبوں کے لیے تو حدیثیں یہ ارشاد فرماتی ہیں کہ وہ جہنم کے کتے ہیں۔ ان کا کوئی عمل قبول نہیں۔ بدمذہب اگر حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان مظلوم قتل کیا جائے اور اپنے اس مارے جانے پر صابر و طالب ثواب رہے جب بھی اللہ عزوجل اس کی کسی بات پر نظر نہ فرمائے اور اسے جہنم میں ڈالے۔ یہ حدیثیں دارقطنی و ابن ماجہ و بیہقی و ابن الجوزی وغیرہم نے حضرت ابوامامہ و حذیفہ و انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیں اور فقیر نے اپنے فتاویٰ میں متعدد جگہ لکھیں۔ تو محمد بن عبدالوہاب نجدی وغیرہ گمراہوں کے لیے ان

حدیثوں میں اصلاً بشارت نہیں، نہ کہ سید احمد خاں کی طرح کفار جس کا مسلک کفر قطعی، کہ کافر پر تو جنت کی ہوا تک یقیناً حرام ہے۔

حدیث ۶: ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں حضرت بسیط بن شریط رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

قال اللہ تعالیٰ وعزتی وجلالی	رب عزوجل نے مجھ سے فرمایا مجھے اپنے
لاعذبت احدا تسمی باسمک	عزت وجلال کی قسم جس کا نام تمہارے
فی النار	نام پر ہوگا اسے دوزخ کا عذاب نہ دوں گا۔

حدیث ۷: حافظ ابن بکیر امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

حدیث ۸: دیلمی مسند الفردوس میں موقوفاً راوی کہ مولیٰ علی فرماتے ہیں۔

حدیث ۹: ابن عدی کامل اور ابو سعید نقاش بسند صحیح اپنے معجم شیوخ میں راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما اطعم طعام علی مائدۃ ولا	جس دسترخوان پر لوگ بیٹھ کر کھانا کھائیں،
جلس علیھا وفیھا اسمی الا وقدسوا	اور ان میں کوئی محمد نام کا ہو وہ لوگ ہر روز
کل یوم مرتین۔	دو بار مقدس کیے جائیں۔

حاصل یہ کہ جس گھر میں ان پاک ناموں کا کوئی شخص ہو، دن میں دو بار اس مکان میں رحمت الٰہی کا نزول ہو۔ ولہٰذا حدیث امیر المومنین کے لفظ یہ ہیں:

ما من مائدۃ وضعت فحضر علیھا من اسمہ احمد او محمد الا قدس اللہ ذٰلک المنزل کل یوم مرتین۔

حدیث ۱۰: ابن سعد طبقات میں عثمان عمری سے مرسلاً راوی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما ضر احدکم لو کان فی بیتہ محمد	تم میں کسی کا کیا نقصان ہے اگر اس کے گھر
ومحمدان وثلثۃ۔	میں ایک محمد یا دو محمد یا تین محمد ہوں۔

ولہٰذا فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اپنے سب بیٹوں بھتیجوں کا عقیقے میں صرف محمد نام رکھا۔ پھر نام اقدس کے حفظ آداب اور باہم تمیز کے لیے عرف جدا مقرر کیے۔ بحمداللہ تعالیٰ فقیر کے یہاں پانچ محمد اب موجود ہیں، سلمہم اللہ تعالیٰ وعافاھم والی مدارج الکمال رقاھم۔ اور پانچ سے زائد اپنی راہ گئے۔ جعلھم اللہ لنا اجرا وذخرا وفرطا برحمتہ وبعزۃ اسم محمد عندہ آمین۔

حدیث ۱۱: طرائفی وابن الجوزی امیر المومنین مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما اجتمع قوم قط فی مشورۃ و فیھم رجل اسمہ محمد لم یدخلوہ فی مشورتھم الا لم یبارک لھم فیہ۔	جب کوئی قوم کسی مشورے کے لیے جمع ہوں اور ان میں کوئی شخص محمد نام ہو اور اسے اپنے مشورے میں شریک نہ کریں ان کے لیے اس مشورے میں برکت نہ رکھی جائے۔

حدیث ۱۲: طبرانی کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من ولد لہ ثلثۃ اولاد فلم یسم احدا منھم محمدا فقد جھل۔	جس کے تین بیٹے پیدا ہوں اور وہ ان میں کسی کا نام محمد نہ رکھے ضرور جاہل ہے۔

حدیث ۱۳: حاکم وخطیب تاریخ اور دیلمی مسند میں امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا سمیتم الولد محمدا فاکرموہ واوسعوا لہ فی المجلس ولا تقبحوا لہ وجھا۔	جب لڑکے کا نام محمد رکھو تو اس کی عزت کرو اور مجلس میں اس کے لیے جگہ کشادہ کرو اور اسے برائی کی طرف نسبت نہ کرو۔ یا اس پر برائی کی دعا نہ کرو۔

حدیث ۱۴: بزار مسند میں حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا سمیتم محمدا فلا تضربوہ ولا تحرموہ۔

جب لڑکے کا نام محمد رکھو تو اسے نہ مارو نہ محروم کرو۔

حدیث ۱۵: فتاویٰ امام شمس الدین سخاوی میں ہے ابو شعیب حرانی نے امام عطا تابعی جلیل الشان استاذ امام الائمہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے روایت کی ہے:

من اراد ان یکون حمل زوجتہ ذکرا فلیضع یدہ علی بطنہا ویقل ان کان ذکرا فقد سمیتہ محمدا فانہ یکون ذکرا۔

جو چاہے کہ اس کی عورت کے حمل میں لڑکا ہو اسے چاہیے اپنا ہاتھ عورت کے پیٹ پر رکھ کر کہے ان کان ذکرا فقد سمیتہ محمدا اگر لڑکا ہے تو میں نے اس کا نام محمد رکھا۔ ان شاء اللہ العزیز لڑکا ہی ہوگا۔

امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ما کان فی اھل بیت اسم محمد الا کثرت برکتہ۔

جس گھر والوں میں کوئی محمد نام کا ہوتا ہے اس گھر کی برکت زیادہ ہوتی ہے۔

ذکرہ المناوی فی شرح التیسیر تحت الحدیث العاشر والزرقانی فی شرح المواھب۔

بہتر یہی ہے کہ صرف محمد یا احمد نام رکھے۔ اس کے ساتھ جان وغیرہ اور کوئی لفظ نہ ملائے کہ فضائل تنہا انہیں اسمائے مبارکہ کے وارد ہوئے ہیں۔

غلام علی، غلام حسین، غلام غوث، غلام جیلانی اور ان کے امثال تمام جن میں اسمائے محبوبان خدا کی طرف اضافت لفظ غلام سے موسب کا جواز بھی قطعاً بدیہی ہے۔ فقیر غفرانہ تعالیٰ نے اپنے فتاویٰ میں ان ناموں پر ایک فتویٰ قدرے مفصل لکھا اور قرآن وحدیث اور خود پیشوایان وہابیہ کے اقوال سے ان کا جواز ثابت کیا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ۔

ان پر ان کے غلام گشت کرتے ہوں گے گویا وہ موتی ہیں محفوظ رکھے ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لا یقولن احدکم عبدی کلکم	ہرگز تم میں کوئی اپنے مملوک کو یوں نہ کہے کہ
عبید اللہ ولکن لیقل غلامی ھذا	میرا بندہ۔ تم سب خدا کے بندے ہو۔ ہاں یوں
مختصر رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ رض	کہے کہ میرا غلام۔

وہابیہ کے شرک ہمیشہ ایسے ہی ہوتے ہیں کہ خود قرآن وحدیث میں بھرے ہوتے ہیں۔ خدا ورسول تک ان شرک دوستوں کے حکم شرک سے محفوظ نہیں۔ والعیاذ باللہ رب العلمین مزہ یہ ہے کہ لفظ غلام کی اسمائے الٰہیہ جل وعلا کی طرف اضافت خود ممنوع ہے۔ اللہ کا غلام نہ کہا جائے گا کہ غلام کے معنی حقیقی پسر ہیں۔ ولہٰذا عبید کو شفقۃً عربی میں غلام، اُردو میں چھوکرا کہتے ہیں۔ سیدی علامہ عارف باللہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقۂ ندیہ میں زیر حدیث مذکور فرماتے ہیں :

(ولکن لیقل غلامی وجاریتی وفتائی وفتاتی) مراعاۃ لجانب الادب فی حق اللہ تعالیٰ لانہ یقال عبد اللہ وامۃ اللہ ولا یقال غلام اللہ وجاریۃ اللہ ولا فتی اللہ ولا فتاۃ اللہ اھ باختصار۔

سبحان اللہ! یہ عجب شرک ہے جو خود حضرت عزت کے لیے روا نہیں، بلکہ اس کے غیر ہی کے لیے خاص ہے۔ مگر ہے یہ کہ وہابیہ کے دین فاسد میں محبوبانِ خدا کا نام ذرا اعزاز وتکریم کی نگاہ سے آیا اور شرک نے منہ پھیلایا۔ پھر چاہے وہ بات خدا کے لیے خاص ہونا درکنار خدا کے لیے جائز بلکہ متصور ہی نہ ہو۔ آخر نہ دیکھا کہ ان کے پیشوا نے تقویۃ الایمان میں قبر پر شامیانہ کھڑا کرنا، مورچھل جھلنا شرک بتا دیا اور اُسے صاف صاف ان باتوں میں جو خدا نے اپنی تعظیم کے لیے خاص کی ہیں گنا دیا۔ یعنی اس کے معبود نے کہہ دیا ہے کہ میری ہی قبر پر شامیانہ کھڑا کرنا، میری ہی قبر پر مورچھل جھلنا۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ آخر نہ سنا کہ ان کے طائفہ غیر مقلدان کے اب نئے پیشوا صدیق حسن خان قنوجی بھوپالی آنجہانی اپنے رسالہ کلمۃ الحق میں لکھ گئے ؎

چو غلام آفتابم ہم از آفتاب گویم

خدا کی شان! غلام محمد، غلام علی، غلام حسن، غلام غوث تو معاذ اللہ شرک وحرام، اور

غلام آفتاب ہونا یوں جائز و بے ملام۔ حالانکہ ترجمہ کیجیے تو جیسا فارسی میں غلام آفتاب ویسا ہی عربی میں مشرکین عرب کا نام عبد شمس، ہندی میں کفار ہنود کا نام سورج داس۔ زبانیں مختلف ہیں اور حاصل ایک۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ہدایت علی کا جواز بھی ویسا ہی ظاہر و باہر جس میں اصلاً عدم جواز کی بو نہیں۔ وہابیہ خذلہم اللہ تعالیٰ کہ محبوبانِ خدا کے نام سے جلتے ہیں آج تک ان کے کبرا نے بھی اس میں کلام نہ کیا۔ البتہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کے مجموعہ فتاوی جلد اول طبع اول ۲۶۴ میں اس نام پر اعتراض دیکھا گیا اول کلام میں تو صرف خلاف اولیٰ ٹھیرایا تھا، آخر میں ناجائز و گناہ قرار دے دیا۔ حالانکہ یہ محض غلط ہے۔ اس کا خلاصہ عبارت یہ ہے:

استفتاء

کسے نام خود ہدایت علی می داشت بایہام اسمائے شرکیہ تبدیل نمود و ہدایت العلی نہاد۔ شخصے برآں معترض شد کہ لفظ ہدایت مشترک است بین معنیین ارأۃ الطریق و ایصال الی المطلوب و ہکذا لفظ علی بغیر الف و لام مشترک است بین اسمائے الٰہیہ و حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ مجیب گفت دریں صورت تائید من ست۔ چہ ہرگاہ لفظ ہدایت و علی مشترک شد بین معنیین، پس چہار احتمال می شود یکے ازاں از ہدایت بمعنی اول واز علی اللہ جل شانہٗ۔ دوم از ہدایت بمعنی ثانی واز علی اللہ جل جلالہٗ۔ سوم از ہدایت بمعنی اول واز علی حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ چہارم از ہدایت بمعنی ثانی واز علی حضرت علی۔ پس سہ احتمال اول خالی از ممانعت شرعیہ

کسی شخص کا نام ہدایت علی تھا۔ بوجہ وہم اسماء شرکیہ کے نام تبدیل کیا اور ہدایت العلی رکھ لیا۔ ایک شخص نے اس پر اعتراض کیا کہ لفظ ہدایت مشترک درمیان دو معنوں کے ہے۔ ایک معنی ہے راہ دکھانا اور دوسرا معنی ہے مطلوب تک پہنچانا۔ اور اسی طرح لفظ علی بغیر الف لام کے مشترک ہے درمیان اسماء الٰہیہ کے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے۔ مجیب نے کہا اس صورت میں میری تائید ہے کیونکہ جب لفظ ہدایت اور علی دو معنوں میں مشترک ہوئے پس چار احتمالات بنتے ہیں۔ ایک[1] تو یہ کہ ہدایت سے مراد معنی اول ہو اور علی سے اللہ جل شانہٗ۔ دوسرا[2] یہ کہ ہدایت سے مراد معنی ثانی اور علی سے مراد اللہ جل شانہٗ۔ تیسرا[3] یہ کہ ہدایت سے مراد معنی اول اور علی سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ چوتھا[4]

بستند۔ البتہ رابع خالی از ممنوعیت نیست چہ در جملہ اسمائے تشکیہ مفہوم می شود پس ہر اسم کہ دائرہ شود بین اسمائے تشکیہ عدم احتراز از آن لابدی ست بلکہ واجب واگر کسے بر اسم متنازع فیہ قیاس نمودہ بر عبداللہ تشکک ثابت کند یا یا علی گفتن ممانعت نماید قیاس وصحیح ست یا نہ بینوا توجروا۔

ھو المنصوب:

لفظ علی کہ از اسمائے الٰہیہ ست الف لام ہمراں زائد می شود برائے تعظیم چنانکہ در الفضل والنعمان وغیرہ بر لفظ علی کہ از اسمائے مرتضیٰ ست لام داخل نمی شود۔ بناءً علیہ ہدایت العلی اولیٰ ست از ہدایت علی چہ در اولیٰ اشتباہ اضافت ہدایت بسوئے علی مرتضیٰ نیست و در صورت ثانیہ بسبب اشتراک لفظ ہدایت بحسب استعمال واشتراک لفظ علی اشتباہ امر ممنوع موجود و در اسامی از ہمچو اسم کہ ایہام مضمون غیر مشروع سازد احتراز لازم۔ ہمیں سبب علماء از تسمیہ عبدالنبی وغیرہ منع ساختہ اند واما در عبداللہ وغیرہ پس ایہام از امر غیر مشروع نیست۔ وہمچنین در یا علی ہر گاہ مقصود ندائے پروردگار

یہ کہ ہدایت سے مراد معنی اول اور علی سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ پس پہلے تین احتمالات ممانعت شرعیہ سے خالی ہیں۔ البتہ چوتھا احتمال ممنوعیت سے خالی نہیں کیونکہ یہ اسماء تشکیہ کے زمرہ سے معلوم ہوتا ہے پس جو اسم دائر ہو درمیان تشکیہ اور غیر تشکیہ میں اس سے بچنا ضروری ہے۔ بلکہ واجب ہے۔ اگر کوئی آدمی اسم متنازع فیہ پر قیاس کرتا ہوا عبداللہ پر تشکک ثابت کرے، یا علی کہنے سے روکے تو کیا اس کا قیاس صحیح ہے یا نہ؟ بیان کرو اجر دیے جاؤ گے۔

وہی ہے سیدھی راہ دکھانے والا۔

لفظ علی جو کہ اسمائے الٰہیہ سے ہے اس پر تعظیم کے لیے الف لام زائد ہوتا ہے جیسا کہ الفضل اور النعمان وغیرہ لفظ علی جبکہ حضرت مرتضیٰ کا نام ہو اس پر الف لام داخل نہیں ہوتا۔ اس پر ہدایت العلی نام رکھنا بہتر ہے کیونکہ ہدایت العلی نام رکھنے میں اشتباہ اضافت ہدایت کا حضرت مرتضیٰ کی طرف نہیں ہے اور ہدایت علی نام رکھنے میں بسبب اشتراک لفظ ہدایت کے باعتبار استعمال کے اور بوجہ اشتراک لفظ علی کے امر ممنوع کا اشتباہ موجود ہے اور ناموں میں ایسے نام جن سے ایہام مضمون غیر مشروع کا ہو بچنا لازم ہے۔ اسی لیے علماء نے عبدالنبی وغیرہ نام رکھنے سے منع کیا ہے لیکن عبداللہ وغیرہ پس ان میں غیر مشروع

باشد نزاعی نیست۔ — کا ابہام نہیں اور اسی طرح یا علی کہنا جبکہ اس سے مقصود

حررہ ابو الحسنات عبد الحی — ندائے پروردگار ہو کوئی نزاع نہیں۔

اقول یہ جواب سخت عجب عجاب ہے۔ یتساوك هزلا بل یسادی هزلا۔

اولا: اس تمام کلام مختل النظام کا معنی ہی سرے سے پادر ہوا ہے ممنوع ایہام ہے نہ مجرد احتمال ولو ضعیفا بعیدا۔ ایہام و احتمال میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایہام میں تبادر درکار ہے۔ ذہن اس معنی ممنوع کی طرف سبقت کرے نہ یہ کہ شقوق محتملہ عقلیہ میں کوئی شق معنی ممنوع کی بھی نکل سکے۔ تلخیص میں ہے

الایہام ان یطلق لفظ له معنیان — ایہام یہ ہے کہ ایک لفظ بولا جائے جس کے

قریب و بعید و یراد البعید۔ — دو معنی ہوں۔ قریب اور بعید اور مراد بعید معنی ہو

علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف کتاب التعریفات میں فرماتے ہیں:

الایہام و یقال له التخییل — ایہام کو تخییل بھی کہتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ کوئی

ایضا وهو ان یذکر لفظ له معنیان — لفظ ذکر کیا جائے جس کے دو معانی ہوں۔

قریب و غریب فاذا سمعه الانسان — ایک قریب الفہم، ایک بعید عن الفہم پس

سبق الی فهمه القریب و هو اکثر المتشابهات — جس وقت انسان اس لفظ کو سنے اس کے

المتکلم الغریب و اکثر المتشابهات — فہم کی طرف قریب معنی سبقت کرے اور

من هذا الجنس و منه قوله تعالی — مراد متکلم کی معنی بعید ہو اور اکثر متشابہات

والسمٰوٰت مطویٰت بیمینه — اسی جنس سے ہیں۔ اور اسی قسم سے ہے فرمان

اللہ تعالی کا اور آسمان لپیٹے ہوئے ہیں اس کے داہنے ہاتھ میں۔

مجرد احتمال اگر موجب منع ہو تو عالم میں کم کوئی کلام منع و طعن سے خالی رہے گا۔ زید آگیا اٹھا بیٹھا۔ عمرو نے کھایا پیا، کہا سنا۔ مجیب صاحب نے سوال دیکھا، جواب لکھا وغیرہ وغیرہ سب افعال اختیاریہ کی اسناد دو معنی کو محتمل۔ ایک یہ کہ زید و عمرو و مجیب نے اپنی قدرت ذاتیہ مستقلہ تامہ سے یہ افعال کیے۔ دوسرے قدرت عطائیہ ناقصہ قاصرہ سے۔ اول قطعاً شرک ہے۔ لہٰذا ان اطلاقات سے احتراز لازم ہو جائے گا۔ اور یہ بداہۃً قطعاً اجماعاً باطل ہے۔ فاضل مجیب نے

بھی عمر بھر اپنے محاورات روزانہ میں ایسے ایہامات شرک برتے اور ان کی تصانیف میں ہزار در ہزار ایسے شرک بالایہام بھرے ہوں گے۔

جانے دیجیے! نماز میں وتعالیٰ جدک تو شاید آپ بھی پڑھتے ہوں گے۔ جد کے دوسرے مشہور معروف بلکہ مشہور تر معنی یہاں کیسے صریح شدید کفر ہیں۔ عجب کہ اتنے بڑے کفر کا ایہام جان کر اسے حرام نہ ماننا تو بات وہی ہے کہ ایہام میں تیا در وسیقت و اقربیت درکار ہے اور وہی ممنوع ہے، نہ مجرد احتمال۔ یہ فائدہ واجب الحفظ ہے کہ آج کل بہت بھلا ایہام و احتمال میں فرق نہ کر کے ورطۂ غلط میں پڑتے ہیں۔

ثانیاً ایسی ہی نکتہ تراشیاں ہیں تو صرف ہدایت علی پر کیوں الزام رکھیے۔ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے نام پاک علی کو اس سے سخت تر شنیع کیجیے۔ وہاں تو چار احتمالوں سے ایک میں تو آپ کو شرک نظر آیا تھا، یہاں برابر کا معاملہ نصفا نصف کا حصہ ہے۔ علی کے دو معنی ہیں۔ علو ذاتی کہ بالذات للذات متعالی عن الاضافات ہو۔ دوسرا اضافی کہ خلق کے لیے ہے۔ اول کا اثبات قطعاً شرک تو علی ہی ایہام شرک میں ہدایت علی سے دونا ٹھیرے گا۔ ولا یقول بہ جاھل فضلا عن فاضل۔

ثالثاً، ایک علی ہی کیا، جس قدر اسمائے مشترکہ فی اللفظ بین الخالق والمخلوق ہیں، جیسے رشید و حمید و جمیل و جلیل و کریم و علیم و رحیم و حلیم وغیرہا۔ سب کا اطلاق عباد پر ویسا ہی ایہام شرک ہوگا جو ہدایت علی کے ایہام سے دو چند رہے گا۔ حالانکہ خود حضرت عزت نے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں کسی کو ایک کسی کو دو نام اپنے اسمائے حسنیٰ سے عطا فرمائے اور حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسمائے طیبہ میں تو ساٹھ سے زیادہ آئے کما فصلہ العلماء فی المواھب وغیرھا۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا نام پاک حامد و شکر بتایا۔ صحابہ و تابعین و ائمۂ دین میں کتنے اکابر کا نام مالک تھا۔ ان کے ایہاموں کو کیجیے۔ درمختار وغیرہ معتمدات میں تصریح کی کہ ایسے نام جائز ہیں اور عباد کے حق میں دوسرے معنی مراد لیے جائیں گے، نہ وہ جو حضرت حق کے لیے۔ جاز التسمیۃ بعلی ورشید وغیرھما من الاسماء المشترکۃ ویراد فی حقنا غیر ما

یرادفی حق اللہ تعالیٰ۔ کیوں نہیں کہتے کہ ایسے نام بوجہ اشتراک ناجائز ہیں کہ دوسرے معنی شرک کا احتمال باقی ہے۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

رابعاً، سائل نے اپنی جہالت سے صرف عبداللہ میں شرک سے سوال کیا تھا حضرت مجیب نے اپنی بنالت سے وغیرہ بھی بڑھا دیا کہ اپنے نام نامی کو ایہام شرک سے بچالیں مگر جناب کی دلیل سلامت ہے تو اس ایہام سے سلامت بخیر ہے۔

عبدالحی میں دو جزء ہیں اور دونوں کے دو دو معنی۔ ایک عبد مقابل اللہ، دوم مقابل آقا۔ قال اللہ تعالیٰ:

وانکحوا الایامیٰ منکم والصٰلحین من عبادکم واما ئکم۔

دیکھو، حق سبحانہٗ تعالیٰ نے ہمارے غلاموں کو ہمارا عبد فرمایا۔ یونہی ایک حی اسم الٰہی کہ حیات ذاتیہ ازلیہ ابدیہ واجبہ سے مشعر، اور دوسرا من وتو، زید وعمرو سب پر صادق جس سے آیہ کریمہ تخرج الحی من المیت وغیرہا ناطق۔ اب اگر عبد بمعنی اول اور حی بمعنی دوم لیجیے، قطعاً شرک ہے۔ وہی چار صورتیں ہیں، اور وہی ایک صورت پر شرک موجود۔ پھر عبدالحی ایہام شرک سے کیونکر محفوظ؟ اس سے بھی احتراز لازم تھا۔

بعینہٖ یہی تقریر مولوی عبدالحلیم صاحب کے نام میں جاری ہوگی۔ ملاحظہ ہو کہ یہ تشقیق و تدقیق کہاں تک پہنچی؟ نسأل اللہ السلامۃ۔

فقیر کے نزدیک ظاہراً یہ پھڑکتی ہوئی برہان حضرت مجیب کو جناب سائل کے فیض سے پہنچی۔ سائل نے ذکر کی مجیب نے بے غور کے قبول کرلی۔ ورنہ ان کا ذہن شاید ایسی دلیل ذلیل علیل کلیل کی طرف ہرگز نہ جاتا جس سے خود ان کا نام نامی بھی عادم الجواز ولازم الاحتراز قرار پاتا۔

خامساً، یا علی کو فرمایا جاتا ہے کہ جب مقصود ندائی معبود تو نزاع مفقود۔ جی کیا وجہ یہاں بھی صاف دوسرا احتمال موجود۔ اپنا قصد نہ ہونا ایہام واحتمال کا نا کافی کب ہوسکتا ہے ایہام تو کہتے ہی وہاں ہیں جہاں وہ معنی موہم مراد متکلم نہ ہوں۔ تلخیص و تعریفات کی عبارتیں ابھی سن چکے۔ اور اگر قصد پر مدار واعتماد ہے، تو ہدایت علی پر کیا ایراد ہے؟ وہاں کب معنی شرک

مقصود و مراد ہے۔

سادساً علی پر الف لام لانا کب ایسے عالمگیر ابہام شرک سے نجات دے گا۔ علی علماً پر لام نہ آتا سہی صفۃً پر تو قطعاً آسکتا ہے اور وہ یقیناً صفات مشترکہ سے ہے تو احتمال اب بھی قائم اور احتراز لازم، بلکہ سراجیہ و تاتارخانیہ و منح الغفار وغیرہا سے تو ظاہر کہ العلی باللام نام رکھنا بھی روا ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

فی التاتارخانیۃ عن السراجیۃ التسمیۃ باسم یوجد فی کتاب اللہ تعالیٰ کالعلی والکبیر والرشید والبدیع جائزۃ الخ ومثلہ فی المسخ عنہا وظاہرہ الجواز ولو معرفا بال۔	تاتارخانیہ اور سراجیہ میں ہے نام رکھنا ساتھ اس نام کے جو کتاب اللہ میں پائے جاتے ہیں جیسے علی، کبیر، رشید، بدیع جائز ہیں الخ اور اس کی مثل مسخ میں سراجیہ سے نقل کیا ہے اور ظاہر اس کا جواز ہے اگرچہ معرف بالف لام ہی ہو۔

سابعاً، جب گفتگو احتمال پر چل رہی ہے تو معینین ایصال فی المطلوب ارادت طریق میں تفرقہ باطل۔ ایصال و ارادت دونوں دو معنی خلق و تسبب پر مشتمل معنی خلق دونوں مختص بحضرت احدیت ہیں۔ کیا ارادت بمعنی خلق رویت غیر سے ممکن ہے اور بمعنی تسبب دونوں غیر کے لیے حاصل ہیں؟ کیا انبیاء سے ایصال بمعنی سببیت فی الوصول نہیں ہوتا۔ فطاح التفرقۃ و سراح الشقشقۃ۔ ہاں یوں کہئے کہ ادھر علی مشترک، ادھر ہدایت خلق و تسبب دونوں میں مستعمل یوں چار احتمال ہوئے۔ مگر اب یہ مصیبت پیش آئے گی کہ جس طرح ہدایت بمعنی خلق غیر خدا کی طرف منسوب نہیں ہوسکتی بمعنی محض تسبب حضرت عزت جل جلالہ کی طرف نسبت نہیں پاسکتی۔ ورنہ معاذ اللہ اصل خالق و معطی دوسرا ٹھیرے گا، اور اللہ عزوجل صرف سبب و واسطہ و وسیلہ، اس کا پایہ شرک سے بھی اونچا جائے گا کہ وہاں تو تسویہ تھا، یہاں اللہ سبحانہ پر تفضیل دینا قرار پائے گا۔ علی پر لام لاکر اول کا علاج کرلیا، اس دوم کا کہ اس سے بھی سخت تر ہے علاج کدھر سے آئے گا؟ اب ایک نیا لام گھڑ کر ہدایت پر داخل کیجیے کہ وہ معنی خلق میں متعین ہوجائے و احتمال تسبب اٹھ کر ابہام شرک و بدتر از شرک راہ نہ پائے۔

ثامناً، ایک ہدایت کیا جتنے افعال مشترکۃ الاطلاق ہیں سب میں اسی آفت کا سامنا ہوگا جیسے احسان و انعام، اذلال و اکرام، تعلیم و افہام، تعذیب و ایلام، عطاء و منع، اضرار و نفع، قہر و قتل، نصب و عزل وغیرہا کہ مخلوق کی طرف نسبت کیجیے تو معنی خلق موہم شرک، اور خالق کی طرف تو معنی تسبب مشعر کفر بہرحال مفرکد ہر اگر کیجیے خالق عزوجل کی طرف نسبت ہی دلیل کافی ہے کہ معنی خلق مراد ہیں۔ ہم کہیں گے مخلوق کی جانب اضافت ہی برہان وافی ہے کہ معنی تسبب مقصود ہیں۔ ولہذا علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ امثال انبت الربیع البقل و حکم علی الدھر میں فاعل کا موحد ہونا ہی قرینہ شافی ہے کہ اسناد مجاز عقلی ہے۔

تاسعاً، آپ نے (باآنکہ اسمائے الٰہیہ توقیفیہ ہیں، اور خصوصاً آپ بہت جگہ صرف نہ وارد ہونے، نہ منقول ہونے کو حجت ممانعت جانتے ہیں) حق سبحانہ کا نیا نام مصوب ایجاد فرمایا، ہر جواب کی ابتدا ہو المصوب سے ہوتی ہے، یہ کب احتمال شنیع سے خالی ہے تصویب جس طرح ٹھیک بتانے کو کہتے ہیں یونہی سر جھکانے کو اور مثلاً جو سر جھکائے بیٹھا ہو اسے مصوب اور دونوں معنی حقیقی ہیں تو آپ کے طور پر اس کلمہ میں ایہام تجسیم ہے اور تجسیم کفر و ضلال عظیم ہے۔

عاشراً، جب مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی طرف اضافت ہدایت کا اشتباہ امر ممنوع کا اشتباہ اور موجب لزوم احتراز ہے تو بالقصد اس جناب ہدایت مآب کی طرف اضافت ہدایت کس درجہ سخت ممنوع و مفترض الاحتراز ہوگی۔ یہاں مولیٰ علی کو ہادی کہنا حرام ہوگیا۔ حالانکہ یہ احادیث صریحہ و اجماع جمیع ائمہ اہل سنت و جماعت کے خلاف ہے۔ شاید یہ عذر کیجیے کہ ہدایت بمعنی خلق کا اشتباہ موجب منع تھا۔ اس معنی پر اضافت قصدیہ ضرور حرام بلکہ ضلال تام ہے نہ بمعنی تسبب کہ جائز و معمول اہل اسلام ہے مگر یہ وہی عذر معمولی ہے جس کا رد گزر چکا۔ کیا جب مولیٰ علی کی طرف اضافت کا اصلاً قصد ہی نہ ہو اس وقت تو بوجہ اشتراک معنی مولیٰ علی کی جانب ہدایت بمعنی خلق کی اضافت کا اشتباہ ہوتا ہے۔ اور جب بالقصد خود حضرت مولیٰ علی ہی کی طرف اضافت مراد ہو تو اب وہ اشتراک معنی جاتا رہتا اور اشتباہ راہ نہیں پاتا۔ اگر مانع اشتباہ مخلوق کا اس معنی کے لیے صالح نہ ہونا ہے تو صورت عدم قصد میں کیوں مانع نہیں۔ اور اگر باوصف عدم صلوح اشتباہ قائم رہتا ہے تو صورت قصد میں کیوں واقع نہیں۔

حادی عشر، نہ صرف امیر المومنین علی بلکہ انبیائے کرام ورسل عظام وخود حضور پرنور سید الانام علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کسی کی طرف اضافت ہدایت اصلاً روا نہ رہیگی کہ بوجہ احتمال معنی دوم ایہام شرک ہے۔ اب مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہادی کہنا بھی حرام ہوگیا۔ اور یہ قرآن عظیم وصحاح احادیث واجماع امت بلکہ ضروریات دین کے خلاف ہے۔

ثانی عشر: خود جناب مجیب نے اپنے فتاوی جلد سوم صفحہ ۸۶ میں اس لزوم احتراز کا رد صریح فرمادیا۔ ادعائے ایہام کا فیصلہ یوں دیا۔ فرماتے ہیں:

"**سوال**: عبد النبی یا مانند آں نام نہادن درست ست یا نہ؟ **جواب**: اگر اعتقاد ایں معنی ست کہ ایں کس کہ عبد النبی نام دارد بندۂ نبی ست عین شرک است۔ واگر عبد بمعنی غلام مملوک ست آنہم خلاف واقع ست۔ واگر مجازاً عبد بمعنی مطیع ومنقاد گرفتہ شود، مضائقہ ندارد لیکن خلاف اولیٰ ست۔ دوی مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لا یقولن احدکم عبدی وامتی۔ کلکم عباد اللہ کل نساءکم اماء اللہ ولکن لیقل غلامی وجاریتی وفتائی وفتاتی۔ انتہیٰ۔

اقول: قطع نظر اس سے کہ یہ جواب بھی بوجوہ مخدوش ہے۔ اولاً عبد وبندہ میں سوائے اختلاف زبان کے کوئی فرق نہیں، ایک دوسرے کا پورا ترجمہ ہے۔ عبد وبندہ دونوں عربی وعجمی۔ دونوں زبانوں میں اللہ وخدا، مولیٰ وآقا دونوں کے مقابل بولے جاتے ہیں تو عبد بمعنی بندہ کو مطلقاً عین شرک کہدینا ایسا ہی ہے کہ کوئی کہہ دے عین سے مراد عین ہے تو غلط ہے اور چشمہ مقصود ہو تو صحیح۔

حضرت مولوی قدس سرہٗ المعنوی مثنوی شریف میں حدیث شرائے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فرماتے ہیں جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں خرید لیا اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے ہمیں شریک نہ کیا۔ اس پر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی ؎

گفت ما دو بندگان کوئے تو!
کردش آزاد ہم بر روئے تو!

لاجرم جو تفصیل عبد میں ہے وہی بندہ میں۔

ثانیاً، عبد بمعنی بندہ و بمعنی مملوک میں یہ تفرقہ کہ اول شرک اور ثانی خلاف واقع ہے۔ محض بے اصل وضائع ہے مملوک بھی ملک ذاتی حقیقی و ملک عطائی مجازی دونوں کو مشتمل اور اول میں قطعاً شرک حاصل اور بندہ بھی مقابل خدا و خواجہ دونوں مستمل اور ثانی سے یقیناً شرک زائل۔

ثالثاً، آپ نے تو عبد بمعنی مملوک کو خلاف واقع یعنی کذب ٹھیرا کر اس ارادہ کو شرک سے اتار کر گناہ مانا مگر ائمہ دین و اولیائے معتمدین و علمائے مستندین قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم اجمعین اس اعتقاد کو کمال ایمان مانتے اور اس سے خالی کو حلاوت ایمان سے بے بہرہ جانتے ہیں۔ حضرت امام اجل عارف باللہ سیدی سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر امام اجل قاضی عیاض شفا شریف پھر امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں نقلاً و تذکیراً۔ پھر علامہ شہاب الدین خفاجی مصری نسیم الریاض۔ پھر علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شرح مواہب میں شرحاً و تفسیراً فرماتے ہیں:

من لم یرد ولایۃ الرسول علیہ	جو ہر حال میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا
فی جمیع احوالہ ولم یر نفسہ فی	والی اور اپنے آپ کو حضور کا مملوک نہ جانے
ملکہ لا یذوق حلاوۃ سنتہ	وہ سنت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
	حلاوت سے اصلاً خبردار نہ ہوگا۔

رابعاً، مولانا عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں نقل فرماتے ہیں کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ زبور شریف میں فرماتا ہے:

یا احمد فاضت الرحمۃ علی	اے احمد تیرے لبوں پر رحمت نے جوش مارا
شفتیک من اجل ذلک ابارک	میں اس لیے تجھے برکت دیتا ہوں۔ تو اپنی
علیک وتقلد السیف فان	تلوار حمائل کر کہ تیری چمک اور تیری تعریف

بهاءك وحمدك الغالب	ہی غالب ہے۔ سب امتیں تیرے قدموں میں
الی قوله الامم یجیرون تحتك	گریں گی سچی کتاب لایا اللہ برکت و پاکی کے
کتاب حق جاء الله به من	ساتھ مکہ کے پہاڑ سے۔ بھر گئی زمین احمد کی
الیمن التقدیس من جبل فاران	حمد اور اس کی پاکی بولنے سے۔ احمد مالک
او امتلأت الارض من تحمید احمد	ہوا ساری زمین اور تمام امتوں کی گردنوں کا
وتقدیسه وملك الارض و	(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)
رقاب الامم	

کیا زبور پاک کے ارشاد کو بھی معاذ اللہ خلاف واقع کہا جائے گا۔

خامساً: امام احمد مسند میں بطریق ابی معشر البراء ثنی صدقة بن طیسلة ثنی معن بن ثعلبة الماذنی والحی بعد ثنی الاعشی الماذنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبداللہ بن احمد زوائد المسند میں بطریق عوف بن کهمس بن الحسن عن صدقة بن طیسلة الخ۔ اور امام جعفر طحاوی شرح معانی الآثار میں بطریق ابی معشر المذکور نحو روایة احمد سنداً ومتناً۔ اور ابن خیثمہ و ابن شاہین بهذا الطریق وبغیرہ۔ اور بغوی و ابن السکن و ابن ابی عاصم بطریق الجنید بن امین بن ذرورة بن نضلة ابن طریف بن بهصل الحرمازی عن ابیه عن جده نضلة حضرت اعشیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ یہ خدمت اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اپنے بعض اقارب کی ایک فریاد لے کر حاضر ہوئے اور اپنی منظوم عرضی مسامع قدسیہ پر عرض کی جس کی ابتدا اس مصرع سے تھی ؎

یا مالك الناس ودیان العرب

اے تمام آدمیوں کے مالک اور اے عرب کے جزا و سزا دینے والے

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی فریاد سن کر رفع شکایت فرما دی۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک شخص کا مالک کہنا آپ کے گمان میں معاذ اللہ کذب تھا تو تمام آدمیوں کا مالک بتانا، یا مالك الناس کہہ کر حضور کو ندا کرنا عیاذاً باللہ سنکھوں

ہاں سنکھوں کذب کا مجموعہ ہوگا۔ حالانکہ یہ حدیث جلیل شہادت دے رہی ہے کہ صحابی نے حضور کو مالک تمام بشر کہا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مقبول و مقرر رکھا۔

سادساً، بات یہ ہے کہ آپ کے خیال شریف میں مالک و مملوک کے یہی معنی تھے کہ زید عمرو کو تانبے کے کچھ ٹکڑوں یا چاندی کے چند ٹکڑوں پر خریدے۔ جبھی تو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مالکیت کو خلاف واقع فرمادیا۔ حالانکہ یہ مالکیت سخت پوچ لچر محض بے وقعت بے قدر ہے کہ جان درکنار گوشت پوست پر بھی پوری نہیں۔ سچی کامل مالکیت وہ ہے کہ جان و جسم سب کو محیط اور جن و بشر سب کو شامل ہے یعنی اولیٰ بالتصرف ہونا کہ اس کے حضور کسی کو اپنی جان کا بھی اصلاً اختیار نہ ہو۔ یہ مالکیت حقہ صادقہ محیطہ شاملہ تامہ کاملہ حضور پرنور مالک الناس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بخلافت کبریائے حضرت کبریا عزّ و علا تمام جہان پر حاصل ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ۔

نبی زیادہ مالک و مختار ہے تمام اہل ایمان کا خود ان کی جانوں سے۔

وقال اللہ تبارک وتعالیٰ:

ما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا۔

نہیں پہنچتا کسی مسلمان مرد نہ کسی مسلمان عورت کو جب حکم کردیں اللہ و رسول کسی بات کا کہ انہیں کچھ اختیار رہے اپنی جانوں کا اور جو حکم نہ مانے اللہ و رسول کا تو وہ صریح گمراہ ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم۔ رواہ احمد والبخاری ومسلم والنسائی وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اگر یہ معنی مالکیت جناب مجیب کے خیال میں ہوتے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مالکیت کو خلاف واقع نہ جانتے۔ اور خود اپنی جان اور سارے جہان کو محمد رسول اللہ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملک مانتے۔ اور اس سے زائد مرتبۂ حق حقائق ہے جس کے سننے کو گوش شنوا سمجھنے کو دل بینا درکار ہے۔

وما اوتیتم من العلم الا قلیلا ۔

وفوق کل ذی علم علیم ۔

ولا یلقھا الا الذین صبروا ولا یلقھا الا ذو حظ عظیم ۔

سابعاً، حدیث صحیح مسلم محض بے محل مذکور ہوئی۔ حدیث میں تعلیم تواضع و نفی تکبر اور آقاؤں کو ارشاد ہے کہ اپنے غلاموں کو عبد نہ کہو۔ نہ یہ کہ غلام بھی اپنے کو مولیٰ کا عبد یا دوسرے ان کو ان کے عبید نہ کہیں۔ یہ ہے قرآن، کہ ہمارے غلاموں کو ہمارا عبد فرما رہا ہے۔ آیت عنقریب گزری۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس علی المسلم فی عبدہ ولا فرسہ صدقۃ۔ رواہ احمد، والسنۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

مسلمان پر اپنے عبد اور اپنے گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں۔

فقہ کا محاورۂ عامہ وائمۂ صدر اول سے آج تک مستمر ہے:

اعتق عبدہ دبر عبدہ۔

خود مولوی مجیب صاحب اپنے رسالہ نفع المفتی مسائل متعلقہ جمعہ میں فرماتے ہیں:

ان اذن المولیٰ عبدہ لھا یتخیر۔ وہیں ہے: وللمولیٰ منع عبدہ۔

عجب ہے کہ زید و عمرو بلکہ کسی کافر و مشرک کے غلام کو اس کا عبد کہنے پر حدیث وارد نہ ہو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں کو ان کا عبد کہنے پر معترض ہو۔

اور سُنیے تو سہی! امام ابو حذیفہ اسحاق بن بشیر فتوح الشام اور حسن بن بشران اپنے فوائد میں ابن شہاب زہری وغیرہ ائمۂ تابعین سے راوی کہ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں برسر منبر فرمایا:

قد کنت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فکنت عبدہ و

میں حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تھا۔ تو میں حضور کا عبد

خادمہ ۔ تھا حضور کا بندہ حضور کا خدمتی تھا ۔

نیز ابن بشران امالی اور ابو احمد دہقان جزء حدیثی اور ابن عساکر تاریخ دمشق اور لالکائی کتاب السنۃ میں افضل التابعین سیدنا سعید بن المسیب بن حزن رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی جب امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے ۔ منبر اطہر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا ۔ حمد و درود کے بعد کہا :

ایھا الناس، انی قد علمت انکم	لوگو! میں جانتا ہوں کہ تم مجھ میں سختی و درشتی
کنتم تؤنسون منی شدۃ وغلظۃ	پاتے تھے اور اس کا سبب یہ ہے کہ میں
وذلک انی کنت مع رسول اللہ	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کنت	تھا اور میں حضور کا عبد حضور کا بندہ اور
عبدہ وخادمہ ۔	حضور کا خدمتگار تھا ۔ الحدیث

اب تو ظاہر ہوا کہ حدیث مسلم کو اس محل سے اصلاً تعلق نہیں ۔ ذرا وہابی صاحب بھی اتنا سُن رکھیں کہ یہ حدیث نفیس جس میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے آپ کو عبد النبی، عبد الرسول، عبد المصطفیٰ کہہ رہے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مجمع عام زیر منبر حاضر ہے ۔ سب سنتے اور قبول کر رہے ہیں ۔

جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے بھی ازالۃ الخفا میں بحوالہ ابو حذیفہ و کتاب مستطاب الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ میں استناداً ذکر کی اور مقرر رکھی ۔ امیر المومنین کو جس طرح بجرم ترویج تراویح معاذ اللہ گمراہ بدعتی لکھ دیا، یہاں عیاذاً باللہ مشرک کہہ دیجیے ۔ اور آپ کے اصول مذہب نا مہذب پر ضرور کہنا پڑے گا ۔ مگر صاحبو، ذرا سوچ سمجھ کر کہ شاہ ولی اللہ صاحب کا دامن بھی اسی پتھر کے تلے دبا ہے ؎

یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر
اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر!

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔

خیر! بات دور پہنچی ۔ لفظ عبد و بندہ کی تحقیق تام و تفصیل احکام فقیر کی کتاب

مجیر معظم شرح اکسیر اعظم میں ملاحظہ ہو۔ یہاں یہ گزارش کرنی ہے کہ مولوی مجیب صاحب کے اس فتوے نے اس ادعائے ایہام کا کام تمام کر دیا۔

عبد النبی میں جناب کے نزدیک تین احتمال تھے: ایک شرک، ایک کذب، ایک صحیح۔ تو ناجائز احتمال جائز سے دونے تھے۔ بایں ہمہ اس کا حکم صرف خلاف اولیٰ فرمایا جو ممانعت وکراہت تحریمی درکنار، کراہت تنزیہی کو بھی مستلزم نہیں۔ ہر مستحب کا ترک خلاف اولیٰ ہے مگر مطلقاً مکروہ تنزیہی نہیں۔ ردّ المحتار میں بحر الرائق سے ہے:

لا یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراھۃ اذ لا بد لھا من دلیل خاص۔

اسی میں تحریر الاصول سے ہے:

خلاف الاولیٰ ما لیس فیہ صیغۃ نہی کترک صلوٰۃ الضحیٰ بخلاف المکروہ تنزیھا۔

تو ہدایت علی جس میں چار احتمالوں سے صرف ایک باطل ہے یعنی جائز احتمالات ناجائز سے تگنے ہیں۔ یہ کس طرح خلاف اولیٰ درکنار مکروہ تنزیہی سے بھی گزر کر لازم الاحتراز ہوگیا؟ اربعہ کے حساب سے تو اسے خلاف اولیٰ کا نصف بھی نہ ہونا چاہیے تھا۔ بلکہ صرف $\frac{3}{8}$ یعنی مباح مساوی الطرفین سے اگر سیر بھر دوری پر خلاف اولیٰ کہا جائے تو ہدایت علی میں صرف ڈیڑھ پاؤ ہوگی۔ اس لیے کہ $\frac{2}{3} : 1 :: \frac{1}{4}$ مجہول۔ پس $\frac{1}{4} \div \frac{2}{3} = \frac{3}{8}$

خیر! یہ حساب تو ایک تطییب قلوب ناظرین تھا۔ حق یہ ہے کہ ہدایت علی میں اصلاً کوئی وجہ کراہت تنزیہی کی بھی نہیں، لزوم احتراز تو بڑی چیز ہے۔ اور فی الواقع ہر ادنیٰ عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ عبد النبی سے ہدایت علی کو نسبت ہی کیا ہے۔ جب وہ صرف خلاف اولیٰ ہے تو اسے خلاف اولیٰ کہنا بھی محض بیجا ہے۔ کلام یہاں کثیر ہے اور جس قدر مذکور ہوا طالب حق کے لیے کافی۔ واللہ یقول الحق ویھدی السبیل۔ واللہ سبحٰنہٗ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ
بمحمد ن المصطفےٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۲: ۶ محرم الحرام ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ موسم سرما میں زوال کس وقت ہوتا ہے اور موسم گرما میں کس وقت؟ اگر موسم سرما میں زوال بحساب قمری بارہ بجے سے پیشتر ہوتا ہے تو بارہ بجے سے پہلے جو شخص نماز ظہر پڑھے گا اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟ جواب مدلل ارقام فرمائیے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

دھوپ گھڑی سے تو ایسا ہی ہے کہ زوال ہمیشہ ٹھیک بارہ بجے ہوتا ہے۔ نہ کبھی پیشتر ہوتا ہے نہ بعد۔ مگر گھڑیوں کے اعتبار سے وقت بلدی صرف چار دن ۱۶ اپریل، ۱۵ جون، یکم ستمبر، ۲۵ دسمبر کے سوا کسی دن ٹھیک بارہ بجے زوال نہیں ہوتا۔ گھڑیوں کی چال روزانہ ایک سی ہوتی ہے اور آفتاب کی چال کبھی ایک سی نہیں۔ اوج ۴ جولائی سے حضیض ۳ جنوری تک تیز ہوتی ہے کہ ہر روز پہلے دن سے زیادہ قوس قطع کرتا ہے۔ اور روزانہ زیادت بھی یکساں نہیں بلکہ آئندہ زیادت پہلی زیادت سے زیادہ ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ حضیض پر اگر غایت سرعت پر پہنچتا ہے۔ پھر حضیض ۴ جنوری سے اوج ۳ جولائی تک چال سست ہوتی ہے کہ ہر روز پہلے دن سے کم قوس قطع کرتا ہے۔ اور روزانہ کمی بھی ایک سی نہیں بلکہ ہر آئندہ کمی پہلی کمی سے کم ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اوج پر پہنچ کر نہایت درنگ ہو جاتا ہے۔ پھر وہی دور آغاز پاتا ہے اور اب اس سبب سے کہ ہندوستان میں عام طور پر ریلوے وقت رائج ہے۔ یہ چاروں بھی برابری کے باقی نہ رہے۔ بلکہ بلاد شرقیہ میں بقدر تفاوت طولین تمام تعدیلات ناقص ہوں گی۔ اور بلاد غربیہ میں تمامی تعدیلات اسی قدر بڑھ جائیں گی۔ مثلاً بریلی کے لیے اگر خاص شہر کا وقت دیا جائے تو بلاشبہ یہی چاروں برابری کے ہوں گے۔ جن میں زوال جیسی گھڑی اور دھوپ گھڑی دونوں سے ٹھیک ۱۲ بجے ہوگا۔ اور اگر ریلوے سے وقت دیا جائے تو بقدر تفاوت طولین ۱۲ سکنڈ ۱۲ منٹ ہے تمامی تعدیلات زائد ہو جائیں گی۔ تو اب چار دن برابری کے جن میں دونوں وقتوں سے زوال ٹھیک ۱۲ بجے تھا ۱۲ سکنڈ ۱۲ منٹ ۱۲ ت پر ہوگا۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔

تعمیم نفع کے لیے ایک جدول نصف النہار حقیقی و شروع وقت ظہر بریلی بحذف سکنڈ

کہ ایک زمانہ کے لیے کارآمد ہو، ریلوے وقت سے دیا جاتا ہے کہ اس وقت وہی رائج ہے۔
ان وقتوں سے اگر ۱۲ منٹ کم کر دیں تو اصلی وقت بریلی کا ہوگا۔

جدول تصف النہار حقیقی و شروع وقت ظہر بریلی

تاریخ شمسی	وقت گھنٹہ	وقت منٹ	تاریخ شمسی	وقت گھنٹہ	وقت منٹ	تاریخ شمسی	وقت گھنٹہ	وقت منٹ	تاریخ شمسی	وقت گھنٹہ	وقت منٹ
یکم جنوری	۱۲	۱۵	۷ مارچ	۱۲	۲۳	۲۹ اپریل	۱۲	۹	۱۶ اگست	۱۲	۱۶
۲	۱۲	۱۶	۱۱	۱۲	۲۲	۸ مئی	۱۲	۸	۲۱	۱۲	۱۵
۴	۱۲	۱۷	۱۵	۱۲	۲۱	۲۴	۱۲	۹	۲۵	۱۲	۱۴
۶	۱۲	۱۸	۱۹	۱۲	۲۰	۲ جون	۱۲	۱۰	۲۸	۱۲	۱۳
۹	۱۲	۱۹	۲۲	۱۲	۱۹	۸	۱۲	۱۱	یکم ستمبر	۱۲	۱۲
۱۱	۱۲	۲۰	۲۵	۱۲	۱۸	۱۳	۱۲	۱۲	۲	۱۲	۱۲
۱۴	۱۲	۲۱	۲۹	۱۲	۱۷	۱۵	۱۲	۱۲	۴	۱۲	۱۱
۱۶	۱۲	۲۲	یکم اپریل	۱۲	۱۶	۱۸	۱۲	۱۳	۷	۱۲	۱۰
۱۹	۱۲	۲۳	۴	۱۲	۱۵	۲۳	۱۲	۱۴	۱۰	۱۲	۹
۲۳	۱۲	۲۴	۸	۱۲	۱۴	۲۷	۱۲	۱۵	۱۳	۱۲	۸
۲۷	۱۲	۲۵	۱۱	۱۲	۱۳	۲ جولائی	۱۲	۱۶	۱۶	۱۲	۷
یکم فروری	۱۲	۲۶	۱۵	۱۲	۱۲	۸	۱۲	۱۷	۱۹	۱۲	۶
۲۵	۱۲	۲۵	۱۲	۱۲	۱۱	۱۵	۱۲	۱۸	۲۱	۱۲	۵
۳ مارچ	۱۲	۲۴	۲۴	۱۲	۱۰	۹ اگست	۱۲	۱۷	۲۴	۱۲	۴

تاریخ شمسی	وقت گھنٹہ	وقت منٹ	تاریخ شمسی	وقت گھنٹہ	وقت منٹ	تاریخ شمسی	وقت گھنٹہ	وقت منٹ
۶ دسمبر	۱۲	۳	۲۷ ستمبر	۱۲	۳	۱۶ اگست	۱۲	۱۶
۹	۱۲	۴	۳۰	۱۲	۲	۲۱	۱۲	۱۵
۱۱	۱۲	۵	۳ اکتوبر	۱۲	۱	۲۵	۱۲	۱۴
۱۳	۱۲	۶	۷	۱۲	۰	۲۸	۱۲	۱۳
۱۵	۱۲	۷	۱۰	۱۱	۵۹	یکم ستمبر	۱۲	۱۲
۱۸	۱۲	۸	۱۴	۱۱	۵۸	۲	۱۲	۱۲
۲۱	۱۲	۹	۱۸	۱۱	۵۷	۴	۱۲	۱۱
۲۴	۱۲	۱۰	۲۴	۱۱	۵۶	۷	۱۲	۱۰
۲۳	۱۲	۱۱	۱۵ نومبر	۱۱	۵۷	۱۰	۱۲	۹
۲۵	۱۲	۱۲	۲۱	۱۱	۵۸	۱۳	۱۲	۸
۲۶	۱۲	۱۲	۲۵	۱۱	۵۹	۱۶	۱۲	۷
۲۷	۱۲	۱۳	۲۸	۱۲	۰	۱۹	۱۲	۶
۲۹	۱۲	۱۴	یکم دسمبر	۱۲	۱	۲۱	۱۲	۵
۳۱	۱۲	۱۵	۴	۱۲	۲	۲۴	۱۲	۴

رامپور و دیگر بلاد کے لیے بھی یہ نقشہ بحسب زیادتی یا کمی وقت بریلی موافق نقشہ جات رمضان المبارک معدل کر لینے سے ایک زمانہ تک کے لیے ابتدائی وقت ظہر معلوم کرنے کا ایک اعلیٰ درجہ کا آلہ ہوگا۔ نماز ظہر میں گھڑیوں کے ۱۲ بجے کا کچھ اعتبار نہیں۔ اگر تصف النہار کے بعد نماز پڑھی،

ہوگئی اور قبل پڑھنے سے نماز نہ ہوگی۔ ۲۸ر نومبر کو بریلی میں ریلوے ٹائم سے ٹھیک ۱۲ بجے نصف النہار ہے۔ پھر بعد کو ہوا کرے گا یہاں تک کہ یکم فروری کو ۱۲ ت ۲۶ منٹ پر ہوکر گھٹنا شروع ہوگا حتیٰ کہ ۸ر مئی کو ۱۲ ت ۸ منٹ پر ہوگا۔ پھر بڑھنا شروع ہوگا یہاں تک کہ ۱۵ر جولائی کو ۱۲ ت ۱۸ منٹ پر ہوگا۔ پھر گھٹتے گھٹتے ۷ر اکتوبر کو ٹھیک ۱۲ بجے ہوکر گھٹتا رہا یہاں تک کہ ۱۲ بجے سے پہلے وقت ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ ۲۴ر اکتوبر کو منتہائے نقصان ۱۱ ت ۵۰ منٹ پر آکر بڑھنا شروع ہوگا اور ۲۸ر نومبر کو پھر ٹھیک ۱۲ بجے زوال ہوگا۔ تو ۷ر اکتوبر سے ۲۸ر نومبر تک جس شخص نے ٹھیک ۱۲ بجے یا کچھ پہلے مگر نصف النہار کے بعد نماز پڑھ لی، نماز ہوگئی۔ ہاں جس نے وقت سے پہلے پڑھی اس کی نہ ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدالمذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد ن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۳ : ۱۱ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۳ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایمان کی تعریف کیا ہے اور ایمان کامل کیسے ہوتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب : محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر بات میں سچا جاننا، حضورؐ کی خفانیت کو صدق دل سے ماننا ایمان ہے جو اس کا مقر ہے اسے مسلمان جانیں گے جبکہ اس کے کسی قول یا فعل یا حال میں اللہ و رسول کا انکار یا تکذیب یا توہین نہ پائی جائے۔ اور جس کے دل میں اللہ و رسول جل وعلا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علاقہ تمام علاقوں پر غالب ہو، اللہ و رسول کے محبوبوں سے محبت رکھے۔ اگرچہ اپنے دشمن ہوں اور اللہ و رسول کے مخالفوں بدگوں سے عداوت رکھے، اگرچہ اپنے جگر کے ٹکڑے ہوں۔ جو کچھ دے اللہ کے لیے دے۔ جو کچھ روکے اللہ کے لیے روکے۔ اس کا ایمان کامل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من احبّ للہ و ابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد ن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۴ : جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

علمائے اہل سنت وجماعت کی خدمت میں گزارش ہے کہ آج کل اکثر سنی فرقۂ باطلہ کی صحبت میں رہ کر چند مسائل سے بدعقیدہ ہو گئے ہیں۔ اگرچہ حضور کی تصانیف کثیرہ میں ہر قسم کے مسائل موجود ہیں لیکن احقر کی نگاہ سے یہ مسئلہ نہیں گزرا اس واسطے اس کی زیادہ ضرورت ہوئی کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت زید کہتا ہے کہ وہ لالچی شخص تھے یعنی انہوں نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور آل رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یعنی امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑ کر ان کی خلافت لے لی اور ہزارہا صحابہ کو شہید کیا۔

بکر کہتا ہے کہ میں ان کو خطا پر جانتا ہوں کہ ان کو امیر نہ کہنا چاہیے۔

عمرو کا یہ قول ہے کہ وہ اجلہ صحابہ میں سے ہیں ان کی توہین کرنا گمراہی ہے۔

ایک مدرس جو اپنے آپ کو سنی المذہب کہتا اور کچھ علم بھی رکھتا ہے (حق یہ ہے کہ وہ نرا جاہل ہے) وہ کہتا ہے کہ سب صحابہ اور خصوصاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (نعوذ باللہ منہا) لالچی تھے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعش مبارک رکھی تھی اور وہ اپنے اپنے خلیفہ ہونے کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔

ان چاروں شخصوں کی نسبت کیا حکم ہے؟ اور ان کو سنت جماعت کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور حضور کا اس مسئلہ میں کیا مذہب ہے؟ جواب مدلل عام فہم ارقام فرمائیے۔ بینوا توجروا۔

الجواب :

اللہ عزوجل نے سورہ حدید میں صحابۂ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دو قسمیں فرمائیں۔ ایک وہ کہ قبل فتح مکہ مشرف بایمان ہوئے اور راہ خدا میں مال خرچ کیا، جہاد کیا۔ دوسرے وہ کہ بعد۔ پھر فرمادیا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى "دونوں فریق سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا"۔ اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا ان کو فرماتا ہے:

اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۝ لَا	وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔ اس کی
يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا وَهُمْ فِيْ مَا	بھنک تک نہ سنیں گے اور وہ لوگ اپنی

اشتهت انفسهم خلدون ۔	جی چاہی چیزوں میں ہمیشہ رہیں گے ۔
لا یحزنهم الفزع الاکبر	قیامت کی وہ سب سے بڑی گھڑی انہیں غمگین
وتتلقهم الملئکة هذا یومکم	نہ کرے گی، فرشتے ان کا استقبال کریں گے
الذی کنتم توعدون ۔	یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے
	وعدہ تھا ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عزوجل بتاتا ہے ۔ تو جو کسی صحابی پر طعنہ کرے، اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے ۔ اور ان کے بعض معاملات جن میں اکثر حکایات کاذبہ ہیں ارشادِ الٰہی کے مقابل پیش کرنا اہلِ اسلام کا کام نہیں ۔ رب عزوجل نے اسی آیت میں اس کا منہ بھی بند فرما دیا کہ دونوں فریق صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھلائی کا وعدہ کرکے ساتھ ہی ارشاد فرما دیا "واللہ بما تعملون خبیر" "اور اللہ کو خوب خبر ہے جو کچھ تم کرو گے"۔ بایں ہمہ میں تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا ۔ اس کے بعد جو کوئی بکے اپنا سر کھائے خود جہنم میں جائے ۔ علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں ۔

ومن یکون یطعن فی معاویة

فذلک من کلاب الهاویة

"جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کرے وہ جہنمی کتوں سے ایک کتا ہے"۔

ان چار شخصوں میں عمرو کا قول سچا ہے، زید و بکر جھوٹے ہیں، اور چوتھا شخص سب سے بدتر خبیث رافضی تبرائی ہے ۔ امام کا مقرر کرنا ہر مہم سے زیادہ مہم ہے ۔ تمام انتظام دین و دنیا اسی سے متعلق ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جنازۂ انور اگر قیامت تک رکھا رہتا اصلاً کوئی خلل مختل نہ تھا ۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسامِ طاہرہ بگڑتے نہیں ۔ سیدنا حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد انتقال ایک سال کھڑے رہے، سال بھر بعد دفن ہوئے جنازۂ مبارکہ حجرۂ ام المومنین صدیقہ میں تھا جہاں اب مزار انور ہے اس سے باہر لے جانا نہ تھا ۔ چھوٹا سا حجرہ اور تمام صحابہ کو اس نماز اقدس سے مشرف ہونا ایک ایک جماعت آتی اور پڑھتی اور باہر جاتی ۔ دوسری آتی ۔ یوں یہ سلسلہ تیسرے دن ختم ہوا ۔ اگر تین برس میں ختم ہوتا

تو جنازۂ اقدس تین برس یوں ہی رکھا رہنا تھا کہ اس وجہ سے تاخیر دفن اقدس ضروری تھا۔ ابلیس کے نزدیک یہ اگر لالچ کے سبب تھا تو سب سے سخت تر الزام امیر المومنین مولیٰ علی پر ہے۔ یہ تو لالچی نہ تھے۔ اور کفن دفن کا کام گھر والوں سے ہی متعلق ہوتا ہے۔ یہ کیوں تین دن ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے۔ انہوں نے رسول کا یہ کام کیا ہوتا پچھلی خدمت بجا لائے ہوتے۔ تو معلوم ہوا کہ اعتراض ملعون ہے اور جنازۂ انور کا جلد دفن نہ کرنا ہی مصلحت دینی تھا جس پر علی مرتضیٰ اور سب صحابہ نے اجماع کیا۔ مگر ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد
عیب نماید بہ نگاہش ہنر!

یہ خبثا خذلہم اللہ تعالیٰ صحابہ کرام کو ایذا نہیں دیتے بلکہ اللہ و رسول کو ایذا دیتے ہیں۔ حدیث میں ہے:

من اذاھم فقد اذانی ومن	جس نے میرے صحابہ کو ایذا دی اس نے مجھے
اذانی فقد اذی اللہ ومن اذی	ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے
اللہ فیوشک اللہ ان یاخذہ۔	اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو

قریب ہے کہ اللہ اسے گرفتار کرے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد ن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۵: ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ۔

کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ زید کچھ روپیہ دہقانوں کو فصل سے پہلے اس شرط پر تقسیم کر دیتا ہے کہ جس وقت روپیہ دیا اُس وقت گندم خواہ کوئی غلہ۔ اما کا تھا اور اس نے ۱۴ اما فی روپیہ نرخ ٹھیرا کر روپیہ دے دیا۔ اب فصل پر خواہ کوئی نرخ کم و بیش ۱۴ اما سے فروخت ہو لیکن وہ فی روپیہ ۱۴ اما کے حساب سے غلہ لے لیگا۔ بکر کہتا ہے کہ تو نے سود لیا۔ کیونکہ نرخ سے زیادہ ٹھیرا لیا۔

الجواب: یہ صورت بیع سلم کی ہے۔ اگر اس کے سب شرائط پائے گئے تو بلاشبہ

جائز ہے اور کسی طرح سود نہیں اگرچہ دس سیر کی جگہ دس من قرار دے۔ ہاں اگر جبر ہے تو حرام ہے۔ اگر دس سیر کی جگہ سیر ہی بھر لے۔ لقولہ تعالیٰ الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم۔ اور اگر بیع رضامندی سے ہوئی مگر کوئی شرط رہ گئی، مثلاً غلہ کی جنس یا نوع یا صفت یا وزن کی تعیین نہ ہوئی، یا وہ چیز ٹھیری جو اس وقت سے وقت وعدہ تک ہر وقت بازار میں موجود نہ رہے گی۔ یا میعاد مجہول رکھی۔ یا اسی جلسہ میں روپیہ تمام وکمال ادا نہ کر دیا تو ضرور حرام وسود ہے اگرچہ نرخ بازار سے کچھ زیادہ نہ ٹھیرا۔ اور اگر خریدم وفروختم کا مضمون درمیان نہ آیا۔ مثلاً اس نے کہا کہ ۱۴ سیر لیں گے۔ اُس نے کہا دوں گا۔ تو یہ نہ سود، نہ حرام، نہ اس کے لیے کسی شرط کی حاجت۔ نہ اسے اس پر مطالبہ پہنچے۔ اس کی خوشی پر ہے، چاہے دے یا نہ دے۔ کہ یہ سرے سے بیع ہی نہ ہوئی، نرا وعدہ ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر احمد رضا عفی عنہ

مسئلہ ۲۶: ۱۹ جمادی الآخرہ ۱۳۳۷ھ۔

کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر سے دس روپیہ اس شرط پر مانگے کہ میں فصل پر گندم ۱۵ سیر کے دوں گا۔ اور خالد نے بکر سے دس روپیہ اس شرط پر مانگے کہ جو نرخ بازار فصل پر ہوگا اسی نرخ سے دس روپیہ کے گندم دوں گا۔ بکر نے کہا کہ میرے پاس اس وقت روپیہ نہیں ہے۔ تم دونوں شخص دس دس روپیہ کے گندم جو اس وقت دس سیر کا نرخ ہے لے جاؤ۔ دونوں شخص رضامندی سے گندم حسب شرائط بالا لے گئے اور فروخت کر کے دس دس روپیہ اپنے صرف میں لائے۔ اب زید کو فصل پر فی روپیہ ۱۵ سیر گندم حسب وعدہ اور خالد کو فی روپیہ ۱۲ سیر گندم نرخ بازار دیتا ہوئے۔ یہ بیع جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر بکر خالد کو حسب شرائط بالا یعنی جو فصل پر نرخ ہوگا دوں گا، دیتا تو جائز ہوتا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

یہ صورت حرام قطعی اور خالص سود ہے۔ ڈھائی من گیہوں جو اس نے دیے ان سے زیادہ لینا حرام حرام حرام۔ اور اگر روپیہ دیتا تو اس میں دو صورتیں تھیں۔ روپیہ قرض دیتا اور یہ شرط ٹھیرا لیتا کہ ادا کے وقت گیہوں دینا تو شرط باطل تھی زید وخالد پر صرف اتنا روپیہ

ادا کرنا تھا۔ اور اگر گیہوں کی خریداری کرتا اور روپیہ پیشگی دیتا تو یہ صورت بیع سلم کی تھی۔ اگر اس کے شرائط پائے جاتے۔ جائز ہوتی ورنہ حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد ن المصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۷ : ۱۷ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شہر میں بہت جگہ نماز جمعہ ہوتی ہے تو ہر وہ مسجد جس میں جمعہ ہوتا ہے جامع مسجد ہے اور جامع مسجد کی فضیلت رکھتی ہے یا وہی ایک مسجد جو متصل قلعہ کے جامع مسجد مشہور ہے؟ اور شہر میں بہت جگہ جمعہ ہونے میں کچھ ممانعت تو نہیں ہے؟ اور جمعہ میں کم از کم کتنے آدمی ہوں جو جمعہ ہو سکے؟ اور زیادہ ثواب شہر کی کس مسجد میں ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب :

جامع مسجد وہی ایک ہے۔ شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہونے کی ممانعت نہیں۔ جمعہ کے لیے کم سے کم امام کے سوا تین آدمی ہوں۔ مگر جمعہ وعیدین کا امام ہر شخص نہیں ہو سکتا۔ وہی ہوگا جو سلطانِ اسلام ہو یا اس کا نائب یا اس کا ماذون اور ان میں کوئی نہ ہو تو بضرورت جسے عام نمازی امام جمعہ مقرر کرلیں۔ جمعہ کا زیادہ ثواب جامع مسجد میں ہے۔ مگر جبکہ دوسری مسجد کا امام اعلم وافضل ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد ن المصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۸ : ۱۵ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طلاق کی کتنی قسمیں ہیں اور ہر ایک کی تعریف کیا ہے؟ اور وہ کون کون لفظ ہیں جن سے طلاق ہو جاتی ہے؟ اور پھر اس کو اپنے نکاح میں کیسے لا سکتا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب : طلاق تین قسم ہے : رجعی۔ بائن۔ مغلظہ۔ رجعی وہ جس سے عورت

فی الحال نکاح سے نہیں نکلتی۔ عدت کے اندر اگر شوہر رجعت کرلے وہ بدستور اس کی زوجہ رہے گی۔ ہاں عدت گزر جائے اور رجعت نہ کرے تو اس وقت نکاح سے نکلے گی۔ پھر بھی برضائے خود نکاح کر سکتے ہیں۔

بائن وہ جس سے عورت فی الفور نکاح سے نکل جاتی ہے۔ ہاں برضائے خود نکاح کر سکتے ہیں۔ عدت کے اندر خواہ بعد۔

مغلظہ وہ کہ عورت فوراً نکاح سے نکل بھی گئی اور اب کبھی ان دونوں کا نکاح نہیں ہو سکتا جب تک حلالہ نہ ہو۔ یہ تین طلاقوں سے ہوتا ہے۔ خواہ ایک ساتھ دی ہوں خواہ برسوں کے فاصلہ سے۔

رجعی دی ہوں یا بائن۔ یا بعض رجعی بعض بائن، طلاق کے سیکڑوں لفظ ہیں بعض سے رجعی پڑتی ہے بعض سے بائن بعض سے مغلظ۔ رجعی و بائن کے تقریباً دو سو لفظ ہم نے اپنے فتاوے میں ذکر کیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
محمد المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۹: ۲۷ شعبان ۱۳۳۷ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و خلیفہ مرسلین مسائل ذیل میں:

(۱) صاحب نصاب رائج الوقت کے کتنے روپیہ سے ہو سکتا ہے؟

(۲) کیا نوٹ اور روپیہ کا ایک ہی حکم ہے؟ نوٹ تو چاندی سونے سے علیحدہ کاغذ ہے۔

(۳) فیصدی زکوٰۃ کا کیا دینا ہوتا ہے؟

(۴) جس شخص کے پاس روپیہ نہ ہو اور سونے چاندی کا زیور روزمرہ پہننے کا بقدر نصاب ہو کیا اس کو اس زیور میں سے زکوٰۃ دینا ہوگی؟

(۵) جس روپیہ میں سے زکوٰۃ پہلے سال دے دی اور باقی روپیہ بدستور دوسرے سال تک رکھا رہا۔ اب دوسرے سال آنے پر کیا پھر اُسی روپیہ میں سے جس میں پہلے سال زکوٰۃ دے چکا ہے، دینا ہوگی؟

(۶) فطرہ کے گندم بریلی کے وزن سے فی کس کتنے ہونے چاہییں؟
(۷) جو شخص روزہ رکھے یا نہ رکھے، بالغ یا نابالغ، سب کا فطرہ دینا واجب ہے؟ جو شخص
(۸) بوجہ ضعیفی کے روزہ نہ رکھ سکے اس کو فی روزہ کتنی خوراک مسکین کو دینا ہوگی؟ وہ مسکین روزہ دار ہو یا غیر روزہ دار؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

(۱) نصاب انگریزی رائج روپوں سے چھپن روپے ہے۔
(۲) نوٹ اور روپیہ کا ایک حکم نہیں ہوسکتا۔ روپیہ چاندی ہے کہ پیدائشی ثمن ہے، اور نوٹ کاغذ ہے، اصطلاحی ثمن ہے۔ تو جب تک چلے اس کا حکم پیسوں کے مثل ہے کہ وہ بھی اصطلاحی ثمن ہیں۔
(۳) زکوٰۃ ہر نصاب و خمس نصاب پر چالیسواں حصہ ہے اور مذہب صاحبین پر نہایت آسان حساب اور فقراء کے لیے نافع یہ ہے کہ فیصدی ڈھائی روپے۔
(۴) بے شک۔
(۵) دس برس رکھا رہے ہر سال زکوٰۃ واجب ہوگی جب تک نصاب سے کم نہ رہ جائے۔ یہ اس لیے کہ جب پہلے سال کی زکوٰۃ نہ دی، دوسرے سال اس قدر کا مدیون ہے تو اتنا کم کرکے باقی پر زکوٰۃ ہوگی۔ تیسرے سال اگلے دونوں برسوں کی زکوٰۃ اس پر دین ہے تو مجموع کم کرکے باقی پر ہوگی۔ یونہی اگلے سب برسوں کی زکوٰۃ منہا کرکے جو بچے اگر خود یا اس کے اور مال زکوٰۃ سے مل کر نصاب ہے تو زکوٰۃ ہوگی ورنہ نہیں۔
(۶) اٹھنی بھر اوپر پونے دو سیر۔
(۷) اپنا صدقہ واجب ہے اور اپنی نابالغ اولاد کا اگرچہ ایک ہی دن کی ہو۔ اور بالغ اولاد یا زوجہ صاحب نصاب ہوں تو ان کا صدقہ ان پر ہے۔ نہ ہوں تو کسی پر نہیں۔ غرض اس سے کسی حال اس کا مطالبہ نہیں۔ ہاں ان کے اذن سے ان کی طرف سے دیدے تو احسان ہے۔

(۸) فی روزہ وہی اٹھتی پھر اوپر پوتے دو سیر گیہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد ن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۳۰: ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ۔

کیا فرمان ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ آج کل عموماً بہت لوگ مساجد میں دنیوی باتیں کرتے بلکہ بعض بعض بے باک تو قہقہہ، آپس میں دل لگی کرتے ہیں اور مسجد کا کوئی ادب نہیں سمجھتے کہ یہ خانہ خدا ہے ان کے واسطے کیا حکم ہے؟ اور مسجد میں باتیں کرنے کی مذمت اور خاموش رہنے کی بھلائی مع حدیث شریف بیان فرمائی جائے تاکہ ایسے لوگ عبرت حاصل کریں۔

الجواب:

مسجد میں دنیا کی بات نیکیوں کو ایسا کھاتی ہے جیسا آگ لکڑی کو۔ اور مسجد میں ہنسنا قبر میں اندھیرے لاتا ہے۔ اس کی حدیثیں بارہا بیان ہوئیں مگر کون سنتا ہے۔ اللہ ہدایت دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد ن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۳۱: ۶ شوال ۱۳۳۷ھ۔

کیا قول ہے علمائے حقانی کا مسئلہ ذیل میں کہ ناجائز روپیہ یعنی سود و شراب و رشوت وغیرہ اگر نیک کام مسجد، مدرسہ، چاہ، نیاز، فاتحہ، عرس وغیرہ میں لگایا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور جو شخص اس مسجد میں نماز، مدرسہ میں علم اور چاہ کا پانی اور فاتحہ عرس کا کھانا کھائے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر اسی روپیہ کو خیرات کیا جائے اور امید ثواب رکھی جائے تو کیا حکم ہے؟ ایسے روپیہ کو کسی شرعی حیلہ سے جائز کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور وہ حیلہ کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: حرام روپیہ کسی کام میں لگانا جائز نہیں نیک کام ہوں یا اور۔ سوا

اس کے کہ جس سے لیا اسے واپس دے۔ یا فقیروں پر تصدق کردے بغیر اس کے کوئی حیلہ اس کے پاک کرنے کا نہیں۔ اسے خیرات کرکے جیسا پاک مال پر ثواب ملتا ہے اس کی امید رکھے تو سخت حرام ہے بلکہ فقہاء نے کفر لکھا ہے۔ ہاں جو شرع نے حکم دیا کہ حقدار نہ ملے تو فقیروں پر تصدق کردے۔ اس حکم کو مانا تو اس پر ثواب کی امید کرسکتا ہے۔ مسجد مدرسہ وغیرہ میں بعینہٖ روپیہ نہیں لگایا جاتا بلکہ اس سے اشیاء خریدتے ہیں۔ خریداری میں اگر یہ نہ ہوا ہو کہ حرام دکھا کر کہا کہ اس کے بدلے فلاں چیز دے۔ اس نے دی۔ اس نے قیمت میں زرِ حرام دیا تو جو چیز خریدیں وہ خبیث نہیں ہوتی۔ اس صورت میں فاتحہ وعرس کا کھانا جائز ہے اور اکثر یہی صورت ہوتی ہے۔ مسجد میں نماز، مدرسہ میں تحصیل علم جائز ہے۔ اور کوئیں کا پانی تو ہر طرح جائز ہے اگرچہ اس میں وہ نادر صورت پائی گئی ہو کہ خباثت آئی تو اینٹوں مسالہ میں، نہ کہ زمین کے پانی میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمدن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۳۲: ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ۔

کیا حکم ہے اہل شریعت کا کہ ملازمت چنگی کی جائز ہے یا نہیں؟ اور حاکم وقت کو اس کا روپیہ تحصیل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یہ روپیہ رعایا سے تحصیل کرنا رعایا ہی کی آسائش کے واسطے روشنی سڑک وغیرہ کے کام میں لگا دیتے ہیں۔ اور چنگی کا محصول چرانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

نیک نیت سے چنگی کی نوکری تحصیل وصول کی جائز ہے۔ نص علیہ فی الدر وغیرہ من الاسفار الخ چوری یعنی دوسرے کا مال معصوم بے اس کے اذن کے اُس سے چھپا کر ناحق لینا کسی کو بھی جائز نہیں۔ اور جائز نوکری میں نوکر کا خلاف قرارداد کرنا غدر ہے اور غدر مطلقاً حرام ہے۔ نیز کسی قانونی جرم کا ارتکاب کرکے اپنے آپ کو بلاوجہ ذلت وبلا کے لیے پیش کرنا شرعاً بھی جرم ہے کما استفید من القرآن المجید والحدیث

رہا کہ حکام وقت کو اس کا تحصیلنا شرعاً کیسا ہے؟ نہ حکام کو اس بحث سے نہ سائل حاکم۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد المصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۳۳: ۲۲ شوال ۱۳۳۷ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کفار کے قسم کے ہوتے ہیں اور ہر ایک کی تعریف کیا ہے؟ اور صحبت کونسے کفار کی سب سے زیادہ مضر ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

اللہ عزوجل ہر قسم کے کفر و کفار سے بچائے، کافر دو قسم ہے: اصلی و مرتد۔

اصلی وہ جو شروع سے کافر اور کلمۂ اسلام کا منکر ہے۔ یہ دو قسم ہے: مجاہر و منافق۔

مجاہر وہ کہ علی الاعلان کلمہ کا منکر ہو۔

اور منافق وہ کہ بظاہر کلمہ پڑھتا اور دل میں منکر ہو۔ یہ قسم حکم آخرت میں سب اقسام سے بدتر ہے:

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔ بیشک منافقین سب سے نیچے طبقۂ دوزخ میں ہیں۔

کافر مجاہر چار قسم ہے:

اوّل، دہریہ کہ خدا ہی کا منکر ہے۔

دوئم، مشرک کہ اللہ عزوجل کے سوا اور کو بھی معبود اور واجب الوجود جانتا ہے جیسے ہندو بت پرست کہ بتوں کو واجب الوجود تو نہیں مگر معبود مانتے ہیں۔ اور آریہ خود پرست کہ روح و مادہ کو معبود تو نہیں مگر قدیم و غیر مخلوق جانتے ہیں دونوں مشرک ہیں۔ اور آریوں کو موحد سمجھنا سخت باطل۔

سوم، مجوسی آتش پرست

چہارم، کتابی یہود و نصاریٰ، کہ دہریے نہ ہوں۔

ان میں اول تین قسم کی ذبیحہ مردار اور ان کی عورتوں سے نکاح باطل۔ اور قسم چہارم کی عورت سے نکاح ہو جائے گا اگرچہ ممنوع و گناہ ہو۔

کافر مرتد وہ کہ کلمہ گو ہو کر کفر کرے۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں: مجاہر و منافق۔

مرتد مجاہر وہ کہ پہلے مسلمان تھا پھر علانیہ اسلام سے پھر گیا۔ کلمۂ اسلام کا منکر ہو گیا چاہے دہریہ ہو جائے یا مشرک یا مجوسی کتابی کچھ بھی ہو۔

مرتد منافق وہ کہ کلمۂ اسلام اب بھی پڑھتا ہے۔ اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہے اور پھر اللہ عزوجل یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی نبی کی توہین کرتا یا ضروریات دین میں کسی شے کا منکر ہے۔ جیسے آج کل کے وہابی، رافضی، قادیانی، نیچری، چکڑالوی جھوٹے صوفی کہ شریعت پر ہنستے ہیں۔

حکم دنیا میں سب سے بدتر مرتد ہے۔ اس سے جزیہ نہیں لیا جا سکتا۔ اس کا نکاح کسی مسلم، کافر، مرتد اس کے ہم مذہب ہوں یا مخالف مذہب، غرض انسان حیوان کسی سے نہیں ہو سکتا۔ جس سے ہوگا محض زنا ہوگا، مرتد مرد ہو یا عورت۔

مرتدوں میں سب سے بدتر مرتد منافق ہے۔ یہی ہے وہ کہ اس کی صحبت ہزار کافر کی صحبت سے زیادہ مضر ہے کہ یہ مسلمان بن کر کفر سکھاتا ہے۔ خصوصاً وہابیہ دیوبندیہ کہ اپنے آپ کو خاص اہل سنت وجماعت کہتے حنفی بنتے، چشتی نقشبندی بنتے، نماز روزہ ہمارا سا کرتے، ہماری کتابیں پڑھتے پڑھاتے اور اللہ و رسول کو گالیاں دیتے ہیں۔ یہ سب سے بدتر زہر قاتل ہیں۔ ہوشیار خبردار مسلمانو! اپنا دین و ایمان بچائے ہوئے۔ فاللہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد ن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۳۴: ذوالقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا حکم ہے علمائے اہل سنت وجماعت کا اس مسئلہ میں کہ مسجد کے اندر سوال کرنا اپنے یا غیر کے واسطے اور سائل کو دینا اس کے یا غیر کے واسطے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

یہ جو مسجد میں ل مچا دیتے ہیں، نمازیوں کی نماز میں خلل ڈالتے ہیں، لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے صفوں میں پھرتے ہیں مطلقاً حرام ہے۔ اپنے لیے مانگیں خواہ دوسرے کے لیے۔

حدیث میں ہے:

جنبوا مساجدکم صبیانکم — مسجدوں کو بچوں اور پاگلوں اور بلند
ومجانینکم ورفع اصواتکم۔ — آوازوں سے بچاؤ۔

رواہ ابن ماجۃ عن واثلۃ بن الاسقع وعبد الرزاق عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حدیث میں ہے:

من تخطی رقاب الناس یوم — جس نے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگیں
الجمعۃ اتخذ جسرا الی جھنم — اس نے جہنم تک پہنچنے کا اپنے لیے پل بنایا

رواہ احمد والترمذی وابن ماجۃ عن معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اور اگر یہ باتیں نہ ہوں جب بھی اپنے لیے مسجد میں بھیک مانگنا منع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من سمع رجلا ینشد فی المسجد — جو کسی کو مسجد میں اپنی گمی چیز دریافت کرتے
ضالۃ فلیقل لا ادھا اللہ — سنے اس سے کہے اللہ تجھے وہ چیز نہ ملائے
الیک فان المساجد لم تبن — مسجدیں اس لیے نہ بنیں۔
لھذا۔ رواہ احمد ومسلم وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جب اتنی بات منع ہے تو بھیک مانگنی خصوصاً اکثر بلا ضرورت بطور پیشہ کہ خود ہی حرام ہے یہ کیونکر جائز ہو سکتی ہے۔ ولہذا ائمہ دین نے فرمایا ہے جو مسجد کے سائل کو ایک پیسہ دے وہ ستر پیسے راہِ خدا میں اور دے کہ اس پیسہ کے گناہ کا کفارہ ہوں۔ اور دوسرے محتاج کے لیے امداد کو کہنا یا کسی دینی کام کے لیے چندہ کرنا جس میں نہ غل نہ شور، نہ گردن پھلانگنا، نہ کسی کی نماز میں خلل یہ بلا شبہ جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے۔ اور بے سوال کسی محتاج کو

دینا بہت خوب اور مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ثابت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد ن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۳۵: ۲ر محرم الحرام ۱۳۳۸ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آج کل لوگ خیرات اس قسم کی کرتے ہیں کہ چھتوں اور کوٹھوں پر سے روٹیاں اور ٹکڑے روٹیوں کے اور بسکٹ وغیرہ پھینکتے ہیں اور صدہا آدمی ان کو لوٹتے ہیں۔ ایک کے اوپر ایک گرتا ہے اور بعض کے چوٹ لگ جاتی ہے اور وہ روٹیاں نیچے زمین میں گر کر پاؤں سے روندی جاتی ہیں، بلکہ بعض اوقات غلیظ نالیوں میں بھی گرتی ہیں۔ اور رزق کی سخت بے ادبی ہوتی ہے۔ اور یہی حال شربت کا ہے کہ اوپر سے آبخوروں میں وہ لوٹ مچائی جاتی ہے کہ آدھا آبخورہ بھی شربت کا نہیں رہتا اور تمام شربت گر کر زمین پر بہتا ہے۔ ایسی خیرات اور لنگر جائز ہے؟ یا بوجہ رزق کی بے ادبی کے گناہ ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

یہ خیرات نہیں، شرور و سیئات ہے۔ نہ ارادۂ وجہ اللہ کی یہ صورت ہے بلکہ ناموری اور دکھاوے کی، اور وہ حرام ہے۔ اور رزق کی بے ادبی اور شربت کا ضائع کرنا گناہ ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد ن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۳۶: ۲۶ر محرم الحرام ۱۳۳۸ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے حنفی اس مسئلہ میں کہ جس مسجد میں درخت امرود، بیلہ، گلاب وغیرہ ہو اور بوجہ تعمیر ہونے حجرہ و غسل خانہ کے ان درختوں کو کاٹا جاوے۔ تو کوئی شخص ان درختوں کو کھود کر اپنے مکان میں لگا سکتا ہے یا نہیں؟

دوسرے یہ کہ پیال یا لڑسی موسم سرما میں جو مسجدوں میں ڈالی جاتی ہے اور بعد گزر جانے

موسم سرما کے اس کو نکال کر پھینک دیتے ہیں۔ تو جو شخص اس پیال یا لڈی یا چٹائی کہنہ جو قابل پھینک دینے کے ہو اس کو اپنے صرف میں مثل پانی گرم کرنے کے لا سکتا ہے یا نہیں؟

تیسرے یہ کہ منڈیر یا فصیل مسجد جس پر وضو کرتے ہیں یا اذان دیتے ہیں وہ مسجد کے حکم میں ہے؟ کیا مثل مسجد کے بات وغیرہ کرنے کی وہاں بھی ممانعت ہوگی؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

ان درختوں کو مسجد سے واجبی و مناسب قیمت پر مول لے کر لگا سکتا ہے۔ پیال یا چٹائی بیکار شدہ کہ پھینک دی جائے لے کر صرف کر سکتا ہے۔ فصیل مسجد بعض باتوں میں حکم مسجد میں ہے۔ معتکف بلا ضرورت اس پر جا سکتا ہے۔ اس پر تھوکنے یا ناک صاف کرنے یا کوئی نجاست ڈالنے کی اجازت نہیں۔ بیہودہ باتیں فقہ سے ہنسنا وہاں بھی نہ چاہیے۔ اور بعض باتوں میں حکم مسجد میں نہیں۔ اس پر اذان دیں گے، اس پر بیٹھ کر وضو کر سکتے ہیں۔ جب تک مسجد میں جگہ باقی ہو اس پر نماز فرض میں مسجد کا ثواب نہیں۔ دنیا کی جائز قلیل بات جس میں نہ چیقلش ہو نہ کسی نمازی یا ذاکر کی ایذا، اس میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد ن المصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۳۷: ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ بعد دفن کر دینے میت کے حافظ قرآن کو اس کی قبر پر واسطے تلاوت سوم تک یا کچھ کم و بیش بٹھاتے ہیں، اور وہ حافظ اپنی اجرت لیتے ہیں۔ پس اس طرح کی اجرت دے کر قبروں پر پڑھوانا چاہیے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: تلاوت قرآن عظیم پر اجرت لینا دینا حرام ہے اور حرام پر استحقاق عذاب ہے نہ کہ ثواب پہنچے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ حافظ کو اتنے دنوں کے لیے معین داموں پر کام کاج کے لیے نوکر رکھ لیں۔ پھر اس سے کہیں ایک کام یہ کرو کہ اتنی دیر قبر

پر پڑھ آیا کرو۔ یہ جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد ن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ: ۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ بیمار آدمی کے ساتھ کھاتے ہوئے پرہیز کرتے ہیں اور اس مریض کا کپڑا نہیں پہنتے۔ اور کہتے ہیں بیماری ایک آدمی کی دوسرے شخص کو لگ جاتی ہے۔ آیا حدیث میں اس کی کوئی ممانعت آئی ہے یا نہیں؟

الجواب:

یہ جھوٹ ہے کہ ایک کی بیماری دوسرے کو اڑ کر لگتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لاعدوی بیماری اڑ کر نہیں لگتی۔ اور فرماتے ہیں فمن اعدی الاول اس دوسرے کو تو پہلے کی اڑ کر لگی اس پہلے کو کس کی لگی جس مریض کے بدن سے نجاست نکلتی اور کپڑوں کو لگتی ہو۔ جیسے تر خارش یا معاذ اللہ جذام میں اس کا کپڑا نہ پہنا جائے۔ نہ اس خیال سے کہ بیماری لگ جائے گی بلکہ نجاست سے احتیاط کے لیے۔ اور جہاں یہ نہ ہو کپڑا پہننے میں حرج نہیں۔ یونہی ساتھ کھانے میں، جبکہ ایمان قوی ہو کہ اگر معاذ اللہ بتقدیر الٰہی اسے وہی مرض ہو جائے تو یہ نہ سمجھے کہ ساتھ کھانے یا اس کا کپڑا پہننے سے ہو گیا۔ ایسا نہ کرتا تو نہ ہوتا۔ اور اگر ضعیف الایمان ہے تو وہ ان مرض والوں سے بچے جن کی نسبت متعدی ہونا عوام کے ذہن میں جما ہوا ہے جیسے جذام والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ یہ بچنا اس خیال سے نہ ہو کہ بیماری لگ جائے گی۔ کہ یہ تو مردود و باطل ہے۔ بلکہ اس خیال سے کہ عیاذاً باللہ اگر بتقدیر الٰہی کچھ واقع ہوا تو ایمان ایسا قوی نہیں کہ شیطانی وسوسہ کی مدافعت کرے۔ اور جب مدافعت نہ ہو سکی تو فاسد عقیدہ میں مبتلا ہونا ہوگا۔ لہٰذا احتراز کرے۔ ایسوں کو حدیث میں ارشاد ہوا فر عن المجذوم کما تفر من الاسد" مجذوم سے بھاگ جیسا کہ شیر سے بھاگتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد ن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۹: ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

علمائے اہل سنت وجماعت کی خدمت میں گزارش ہے کہ ۱۱ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ کو میں مسجد اسٹیشن جنکشن پر نماز ظہر پڑھنے گیا (کیونکہ اسی چوکی پر میری تعیناتی تھی) مرزا صاحب امام مسجد نے بعد اذان ظہر صلوٰۃ کہی۔ ایک صاحب محمد نبی احمد ساکن سنبھل نے کہا یہ جو آپ نے صلوٰۃ کہی یہ بدعت ہے۔ بعد گفتگو کے وہ صاحب بہت تیز ہوئے اور کہا کہ تمام شہروں میں میں گیا مگر یہ طریقہ جو آپ کے یہاں ہے نہیں دیکھا۔ مرزا صاحب نے کہا میں عالم نہیں ہوں جو آپ کو سمجھاؤں۔ اگر آپ اس مسئلہ کو سمجھنا چاہتے ہیں تو آپ میرے ہمراہ شہر میں چلیے، وہاں کے علماء آپ کا اطمینان کر دیں گے۔ اس پر وہ راضی نہ ہوئے اور بدعت بدعت کرتے رہے اور کہا کہ کسی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے وقت میں یہ صلوٰۃ نہ تھی۔

میں نے اس شخص سے کہا کہ اکثر شہروں میں مثل رامپور وغیرہ کے بعد نماز صلوٰۃ ہوتی ہے اور ہمارے سردار رسول اکرم نبی معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود اور سلام بھیجنے کو آپ بدعت کہتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے وقت میں یہ مدرسہ وسرائے وغیرہ نہیں تھی ان کو بھی آپ بدعت کہتے ہیں تو جواب دیا کہ یہ بدعت مباح ہے۔ میں نے کہا کہ صلوٰۃ بدعت حسنہ ہے جس کا ثواب ہم اہل سنت ہی کی قسمت میں اللہ جل شانہ نے لکھ دیا ہے اور منکر اس ثواب سے محروم ہیں۔

اب گزارش یہ ہے کہ صلوٰۃ کب سے جاری ہے؟ اور اس کی قدر سے تفصیل مع دلائل اور ایسا شخص جو ہمارے سردار معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کو بدعت کہے گمراہ ہے یا کیا؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

آپ نے ٹھیک جواب دیا۔ اور جس امر کا اللہ عزوجل قرآن عظیم میں مطلق حکم دیتا ہو اور خود اپنے ملائکہ کا فعل بتاتا ہو اسے بدعت کہہ کر منع کرنا انہیں وہابیوں کا کام ہے۔ اور وہابیہ گمراہ نہ ہوں گے تو ابلیس بھی گمراہ نہ ہوگا کہ اس کی گمراہی ان سے تکی ہے۔ وہ کذب کو اپنے لیے بھی پسند نہیں کرتا۔ اسی لیے اس نے اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ استثنا کر دیا تھا۔

یہ اللہ عزوجل پر جھوٹ کی تہمت رکھتے ہیں۔ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ۔

صلوٰۃ بعد اذان ضرور مستحسن ہے۔ ساڑھے پانسو برس سے زائد ہوئے بلاد اسلام حرمین شریفین و مصر و شام وغیرہ میں جاری ہے۔ درمختار میں ہے:

والتسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الآخر سنۃ ۷۸۸ سبع مائۃ واحدی وثمانین فی عشاء لیلۃ الاثنین ثم یوم الجمعۃ ثم بعد عشر سنین حدث فی الکل الا المغرب ثم فیہا مرتین۔ وھو بدعۃ حسنۃ۔

قول البدیع امام سخاوی ہے:

والصواب انہ بدعۃ حسنۃ یؤجر فاعلہ ــ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد بن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۴۰: ۲۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۰ھ۔

کیا حکم ہے اہل شریعت کا کہ تمباکو کھانا حرام ہے یا مکروہ؟ جو لوگ تمباکو پان کھانے کے عادی ہوتے ہیں وہ اگر تمباکو پان کھا کر تلاوت قرآن عظیم و دیگر وظائف درود شریف وغیرہ پڑھیں تو کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

بقدر ضرر و اختلال حواس کھانا حرام ہے۔ اور اس طرح کہ منہ میں بو آنے لگے مکروہ۔ اور اگر تھوڑی خصوصاً مشک وغیرہ سے خوشبو کر کے پان میں کھائیں اور ہر بار کھا کے کلیوں سے خوب منہ صاف کر دیں کہ بو آنے نہ پائے تو خالص مباح ہے۔

بو کی حالت میں کوئی وظیفہ نہ چاہیئے۔ منہ اچھی طرح صاف کرنے کے بعد ہو۔ اور قرآن عظیم تو حالت بدبو میں پڑھنا اور بھی سخت ہے۔ ہاں جب بدبو نہ ہو تو درود شریف و دیگر وظائف اس حالت میں بھی پڑھ سکتے ہیں کہ منہ میں پان یا تمباکو ہو اگرچہ بہتر صاف کر لینا ہے۔ لیکن قرآن عظیم کی تلاوت کے وقت ضرور منہ بالکل صاف کر لیں۔ فرشتوں کو

قرآن عظیم کا بہت شوق ہے اور عام ملائکہ کو تلاوت کی قدرت نہ دی گئی۔ جب مسلمان قرآن شریف پڑھتا ہے فرشتہ اس کے منہ پر منہ رکھ کر تلاوت کی لذت لیتا ہے۔ اس وقت اگر منہ میں کھانے کی کسی چیز کا لگاؤ ہوتا ہے فرشتہ کو ایذا ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

طیبوا افواھکم بالسواك فان افواھکم طریق القرآن۔

اپنے منہ مسواک سے ستھرے کرو کہ تمہارے منہ قرآن عزیز کا راستہ ہیں۔

رواہ السنجری من الابانۃ عن بعض الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بسند حسن۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا قام احدکم یصلی من اللیل فلیستنك ان احدکم اذا قرأ فی صلاتہ وضع ملك فاہ علی فیہ ولا یخرج من فیہ شیٔ الا دخل فم الملك۔ رواہ البیہقی فی الشعب وتمام فی فوائدہ والضیاء فی المختارۃ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما وھو حدیث صحیح

جب تم میں کوئی تہجد کو اٹھے مسواک کرلے کہ جو نماز میں تلاوت کرتا ہے فرشتہ اس کے منہ پر اپنا منہ رکھتا ہے جو اس کے منہ سے نکلتا ہے فرشتہ کے منہ میں داخل ہوتا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے:

لیس شیٔ اشد علی الملك من ریح الثوم ما قام عبد الی صلوٰۃ قط الا التقم فاہ ملك ولا یخرج من فیہ آیۃ الا یدخل فی فی الملك۔

فرشتہ پر کوئی چیز کھانے کی بو سے زیادہ سخت نہیں جب کبھی مسلمان نماز کو کھڑا ہوتا ہے فرشتہ اس کا منہ اپنے منہ میں لے لیتا ہے جو آیت اس کے منہ سے نکلتی ہے فرشتہ کے منہ میں داخل ہوتی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ : ۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

علمائے اہل سنت کی خدمت میں لزارش ہے مسلمان پڑوسی کا کیا حق ہے اگر کافر یا فاسق یا وہابی بھی مسلمان کے پڑوسی ہوں تو ان کا بھی وہی حق ہوگا جو مسلمان کا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب :

مسلمان پڑوسی کے بہت حق ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ما زال جبریل یوصینی بالجار حتی ظننت انہ یورثہ۔ رواہ البیہقی فی شعب الایمان عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بسند صحیح

جبریل مجھ سے پڑوسی کے حق کی تاکیدیں بیان کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ اسے وارث کر دیں گے۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

حق الجار علی جارہ ان مرض عدتہ وان مات شیعتہ وان استقرضک اقرضتہ وان افتقر سترتہ وان اصابہ خیر ہنأتہ وان اصابتہ مصیبۃ عزیتہ ولا ترفع بناءک فوق بنائہ فتسد علیہ الریح ولا تؤذیہ بریح قدرک الا ان تغرف لہ منہا۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن معویۃ بن حیدۃ القشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ہمسائے کا ہمسائے پر حق یہ ہے کہ بیمار پڑے تو تو اس کے پوچھنے کو جائے اور مرے تو اس کے جنازہ کے ساتھ جائے اور وہ تجھ سے قرض مانگے تو اسے قرض دے۔ اور اس کا کوئی عیب معلوم ہو جائے تو اسے چھپائے اور اسے کوئی بھلائی پہنچے تو تو اسے مبارک باد دے اور کوئی مصیبت پڑے تو اسے دلاسا دے اور اپنی دیوار اس کی دیوار سے اتنی اونچی نہ کر کہ اس کے مکان کی ہوا روکے۔ اور اپنی دیگچی کی خوشبو سے اسے ایذا نہ دے مگر یہ کہ اس کھانے میں سے اسے بھی چمچہ دے (یعنی تو امیر ہے اور وہ غریب اور تیرے یہاں عمدہ کھانے پکتے پکاتے ہیں خوشبو اسے پہنچے گی۔ وہ ان پر قادر نہیں اس سے ایذا پائے گا۔ لہٰذا اس میں سے اسے بھی دے کہ وہ ایذا خوشی سے مبدل ہو جائے)۔

رافضی وہابی کا کوئی حق نہیں کہ وہ مرتد ہیں۔ نہ کسی کافر غیر ذمی کا، اور یہاں کے سب کافر ایسے ہی ہیں۔ ان کے بارے میں صرف اتنا ہی ہے کہ ان سے غدر و بدعہدی جائز نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد ن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۴۲: ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ۔

راہبران دین ومفتیان شرع متین کا کیا حکم ہے کہ نیاز اور فاتحہ میں کیا فرق ہے؟ اور نیاز فاتحہ دینے کا مستحب طریقہ۔ اور یہ کہ جس کی نیاز یا فاتحہ دلائی جائے اس کو ثواب کس طریقہ سے پہنچائے؟ اور سوائے اس کے اور مسلمانوں کو کس طرح کہہ کر ثواب پہنچائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

مسلمانوں کو دنیا سے جانے کے بعد جو ثواب قرآن مجید کا تنہا یا کھانے وغیرہ کے ساتھ پہنچاتے ہیں عرف میں اسے فاتحہ کہتے ہیں کہ اس میں سورۂ فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔

اولیائے کرام کو جو ایصال ثواب کرتے ہیں اسے تعظیماً نذر و نیاز کہتے ہیں۔

سورۂ فاتحہ و آیۃ الکرسی اور تین بار یا سات بار یا گیارہ بار سورۂ اخلاص، اول آخر ۳-۳ یا زائد بار درود شریف پڑھیں۔ اس کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر عرض کرے کہ الٰہی! میرے اس پڑھنے (اور اگر کھانا کپڑا وغیرہ بھی ہوں تو ان کا نام بھی شامل کرے اور اس پڑھنے اور ان چیزوں کے دینے پر) جو ثواب مجھے عطا ہوا سے میرے عمل کے لائق نہ دے، اپنے کرم کے لائق عطا فرما۔ اور اسے میری طرف سے فلاں ولی اللہ مثلاً حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں نذر پہنچا، اور ان کے آبائے کرام اور مشائخ عظام و اولاد امجاد و مریدین ومحبین اور میرے ماں باپ اور فلاں اور فلاں اور سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روز قیامت تک جتنے مسلمان ہو گزرے یا موجود ہیں یا قیامت تک ہوں گے سب کو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۴۳: ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

کیا حکم ہے علمائے اہل سنت کا کہ خضاب کا لگانا جائز ہے یا نہیں بعض علماء جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: سُرخ یا زرد خضاب اچھا ہے اور زرد بہتر اور سیاہ خضاب کو حدیث میں فرمایا کافر کا خضاب ہے۔ دوسری حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کا منہ کالا کرے گا۔ یہ حرام ہے۔ جواز کا فتویٰ باطل و مردود ہے۔ ہمارا مفصل فتویٰ اس بارے میں مدت کا شائع ہو چکا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۴۴: ۳۰ جمادی اولیٰ ۱۳۳۸ھ

رہبران دین و مفتیان شرع متین کیا فرماتے ہیں کہ ذبیحہ رافضی و وہابی اور قادیانی کا جائز ہے یا نہیں جبکہ بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے؟ اور کافر اہل کتاب عیسائی یہودی کے ذبیحہ کا کیا حکم ہے جبکہ وہ بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کریں؟ اور مسلمان عورت بھی ذبح کر سکتی ہے یا نہیں جبکہ کوئی مرد مکان میں نہ ہو؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

عورت کا ذبیحہ جائز ہے جبکہ ذبح صحیح طور پر کر سکے۔ یہودی کا ذبیحہ حلال ہے جبکہ نام الٰہی عزوجلالہ لے کر ذبح کرے۔ یونہی اگر کوئی واقعی نصرانی ہو نہ نیچری دہریہ جیسے آج کل کے عام نصاریٰ ہیں۔ کہ نیچری کلمہ گو مدعی اسلام کا ذبیحہ تو مردار ہے نہ کہ مدعی نصرانیت کا۔ رافضی تبرائی، وہابی دیوبندی، وہابی غیر مقلد، قادیانی، چکڑالوی، نیچری ان سب کے ذبیحے محض نجس و مردار حرام قطعی ہیں۔ اگرچہ لاکھ بار نام الٰہی لیں اور کیسے ہی متقی پرہیزگار بنتے ہوں کہ یہ سب مرتدین ہیں۔ ولا ذبیحۃ للمرتد۔ ہاں غیر تبرائی یعنی تفضیلیہ کا ذبیحہ حلال ہے جبکہ

ضروریات دین سے نہ کسی شے کا خود منکر ہو نہ اس کے منکر رافضی وغیرہ کو مسلمان جانتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۴۵: ۲۵ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ ایک شخص رامپوری نے کمترین سے کہا کہ تم اعلیٰ حضرت سے دریافت کرنا کہ میں نے علماء کی زبانی سنا ہے کہ کافر کتابی سے نکاح جائز ہے اور رافضی تبرائی، وہابی، قادیانی سے حرام بلکہ خالص زنا ہے۔ تو کیا رافضی، وہابی، قادیانی کافر کتابی سے بدتر ہیں؟ رافضی تو خلفائے کرام کو تبرا کہہ کر، اور وہابی توہین رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے، اور قادیانی دعویٰ نبوت سے کافر ہوئے۔ لیکن کلمہ گو اور باقی افعال مثل نماز روزہ وغیرہ تو مسلمانوں کی طرح ہیں لیکن کافر کتابی تو سرے سے نہ حضور اکرم نبی معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مانتے ہیں نہ نماز روزہ اور سب ضروریات دین کے منکر ہیں۔ اگر رافضی، وہابی، قادیانی سے نکاح ناجائز ہے تو کافر کتابی سے بدرجہ اولیٰ ناجائز ہونا چاہیے۔ اور یہ بھی کہا کہ اگر مرد مسلمان ہو تو اس گمان پر رافضیہ، وہابیہ، قادیانیہ سے نکاح کرے کہ یہ میری محکوم رہے گی۔ میں سمجھا کر یا جس طرح ہو سکے گا مسلمان کر لوں گا، تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

اگر مسئلہ ۳۲ کو دیکھتے اس کا جواب واضح ہو جاتا۔ احکام دنیا میں سب سے بدتر مرتد ہے اور مرتدوں میں سب سے خبیث تر مرتد منافق۔ رافضی، وہابی، قادیانی، نیچری، چکڑالوی کہ کلمہ پڑھتے، اپنے آپ کو مسلمان کہتے، نماز وغیرہ افعال اسلام بظاہر بجالاتے، بلکہ وہابی وغیرہ قرآن وحدیث کا درس دیتے لیتے اور دیوبندی کتب فقہ کے ماننے میں بھی شریک ہوتے بلکہ چشتی، نقشبندی وغیرہ بن کر پیری مریدی کرتے، وعظ علماء ومشائخ کی نقل اتارتے اور باایں ہمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرتے یا ضروریات دین سے کسی شے کا انکار رکھتے ہیں۔ ان کی اس کلمہ گوئی وادعائے اسلام اور افعال واقوال میں مسلمانوں کی نقل اتارنے ہی نے

ان کو اخبث واضر اور ہر کافر اصلی یہودی، نصرانی، بت پرست، مجوسی، سب سے بدتر کر دیا کہ یہ آکر پلٹے، دیکھ کر اُلٹے، واقف ہو کر اوندھے۔ قال اللہ تعالیٰ:

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝

یہ اس کا بدلہ ہے کہ وہ ایمان لاکر کافر ہوئے تو ان کے دلوں پر مُہر کر دی گئی تو اب ان کو اصلا سمجھ نہ رہی۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۴۶: ۹ رجب ۱۳۳۸ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے احناف اس مسئلہ میں، کہ زید چند طریقہ سے صرافی کرتا ہے:

(۱) روپیہ کا کل نامہ چاندی کا دیتا ہے۔

(۲) کل نامہ گلٹی کا۔

(۳) پورے سولہ آنے پیسے۔

(۴) چاندی گلٹی پیسے ملے ہوئے مگر سولہ آنے دیتا ہے۔

(۵) ہر چہار طریقہ مذکورۂ بالا میں ایک پیسہ کم۔

(۶) اسی طریقہ سے نوٹ کا نامہ دیتا ہے۔ یا تو ہر طریقہ میں پورا نامہ، یا ہر ایک میں ایک ایک پیسہ کم۔

(۷) اور ۱۰۰ نوٹوں کے ۹۹ روپیہ بھی فروخت کرتا ہے اور خریدنے والے خوشی سے لے جاتے ہیں۔

آیا یہ سب طریقے جائز ہیں یا ناجائز؟ بینوا توجروا

الجواب:

دونوں طرف نری چاندی ہو تو دو باتیں فرض ہیں۔ دونوں کانٹے کی تول ہموزن ہوں، اور دونوں دست بدست اسی جلسہ میں ادا کی جائیں۔ بائع مشتری کو دیدے مشتری بائع کو۔

ان میں سے جو بات کم ہوگی حرام ہے۔ اور اگر ایک طرف روپیہ ہے اور دوسری طرف نری چاندی نہیں، گلٹ یا پیسے یا نوٹ ہیں۔ یا روپیہ سے کم چاندی باقی پیسے یا گلٹ نوٹ۔ یا ایک طرف نوٹ ہے اور دوسری طرف چاندی یا گلٹ یا پیسے یا نوٹ تو صرف ایک بات لازم ہے کہ ایک طرف کا قبضہ ہو جائے۔ اگر بیع و شراکر لی اور نہ بائع نے مشتری کو بیع دی نہ مشتری نے بائع کو ثمن تو حرام ہے اور ایک طرف کا قبضہ ہو جائے تو جائز۔ اگرچہ دوسری طرف سے ابھی نہ ہو۔ اور اس صورت میں پیسے دو پیسے خواہ زائد کی کمی بیشی یا سو کا نوٹ ایک روپیہ، یا ایک روپیہ کا سو روپیہ کو برضامندی بیچنا سب جائز ہے۔ یہ سب صورتوں کا جواب ہو گیا۔ یہ احکام بیع میں ہیں۔ اگر روپیہ یا گلٹ یا پیسے یا نوٹ قرض دیے اور یہ ٹھیرا لیا کہ ایک پیسہ زائد لیا جائے گا تو حرام قطعی اور سود ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد ن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۴۷: ۱۵ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ۔

کیا حکم ہے علمائے اہل سنت وجماعت کا کہ دیہات میں اکثر یہ رواج ہے کہ مسلمان بکرے کو ذبح کر کے چلا جاتا ہے۔ باقی گوشت پوست سب ہندو چک بنا کر فروخت کرتے ہیں۔ ایسا گوشت مسلمانوں کو کھانا چاہیے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

حرام ہے۔ کافر کا یہ کہنا کہ یہ وہی بکرا ہے جو مسلمان نے ذبح کیا تھا مسموع نہیں اذ لا قول لہ فی الدیانات۔ ہاں اگر وقت ذبح سے وقت خریداری تک مسلمان کی نگاہ سے غائب نہ ہوا ہو۔ کوئی نہ کوئی مسلمان جب سے اب تک اسے دیکھتا رہا ہو جس سے اس پر اطمینان ہو کہ یہ وہی جانور ہے جو مسلمان نے ذبح کیا تھا تو خریداری جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد ن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۴۸ : ۲۸ رجب ۱۳۳۸ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ والدین کا بھی اولاد کے اوپر کچھ حق ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب :

والدین کا حق اولاد پر اتنا ہے کہ رب عزوجل نے اپنے حقوق عظیمہ کے ساتھ گنا ہے :

ان اشکر لی ولوالدیک ۔ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد ن المصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۴۹ :

کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ رافضیوں کی مجلس میں مسلمانوں کو جانا اور مرثیہ سننا، ان کی نیاز کی چیز لینا خصوصاً آٹھویں محرم کو جبکہ ان کے یہاں حاضری ہوتی ہے کھانا جائز ہے یا نہیں ؟ محرم میں بعض مسلمان ہرے رنگ کے کپڑے پہنتے ہیں اور سیاہ کپڑوں کی بابت کیا حکم ہے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب :

جانا اور مرثیہ سننا حرام ہے۔ ان کی نیاز کی چیز نہ لی جائے۔ ان کی نیاز نیاز نہیں اور وہ غالباً نجاست سے خالی نہیں ہوتی۔ کم از کم ان کے ناپاک قلیتین کا پانی ضرور ہوتا ہے اور وہ حاضری سخت ملعون ہے اور اس میں شرکت موجب لعنت۔

محرم میں سیاہ اور سبز کپڑے علامت سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے خصوصاً سیاہ کہ شعار رافضیان لئام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد ن المصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۵۰ : ۱۱ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و خلیفۂ مرسلین مسائل ذیل میں :

(۱) بعض اہل سنت جماعت عشرۂ محرم میں نہ تو دن بھر روٹی پکاتے اور نہ جھاڑو دیتے ہیں۔ کہتے ہیں بعد دفن تعزیہ روٹی پکائی جائے گی۔

(۲) ان دس دن میں کپڑے نہیں اتارتے۔

(۳) ماہ محرم میں کوئی بیاہ شادی نہیں کرتے۔

(۴) ان ایام میں سوائے امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کسی کی نیاز فاتحہ نہیں دلاتے ——— یہ جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔

الجواب :

پہلی تینوں باتیں سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے۔ اور چوتھی بات جہالت ہے۔ ہر مہینے میں ہر تاریخ ہر ولی کی نیاز اور ہر مسلمان کی فاتحہ ہو سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد ن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ : ۱۵ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی سید صاحب سر پہ بال اس طرح رکھیں کہ وہ کاکل یا گیسو کہے جا سکیں۔ تو ایسے بال ان سید صاحب کو بڑھانا جائز ہیں یا نہیں؟ سنا گیا ہے کہ امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے گیسو تھے جو شانوں پر لٹکتے تھے۔

الجواب :

شانوں تک گیسو جائز ہیں بلکہ سنت سے ثابت ہیں۔ اور شانوں سے نیچے بال کرنا عورتوں سے خاص اور مرد کو حرام ہے۔ قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعن اللہ تعالیٰ المتشبھین بالنساء۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد ن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۵۲ : ۲۱ محرم الحرام ۱۳۲۹ھ۔

کیا حکم ہے اہلِ شریعت کا اس مسئلہ میں کہ امامت کس کس شخص کی جائز ہے اور کس کس کی ناجائز اور مکروہ ؟ اور سب سے بہتر امامت کس شخص کی ہے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب :

جو قراءت غلط پڑھتا ہو جس سے معنی فاسد ہوں، یا وضو یا غسل صحیح نہ کرتا ہو، یا ضروریاتِ دین سے کسی چیز کا منکر ہو جیسے وہابی۔ رافضی، غیر مقلد، نیچری، قادیانی، چکڑالوی وغیرہم۔ ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔

اور جس کی گمراہی حد کفر تک نہ پہنچی ہو، جیسے تفضیلیہ کہ مولیٰ علی کو شیخین سے افضل بتاتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ یا تفسیقیہ، کہ بعض صحابہ کرام مثل امیر معاویہ و عمرو بن عاص و ابوموسیٰ اشعری و مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بُرا کہتے ہیں، ان کے پیچھے نماز بکراہت شدیدہ تحریمیہ مکروہ ہے۔ کہ انہیں امام بنانا حرام، اور ان کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ، اور جتنی پڑھی ہوں، سب کا پھیرنا واجب۔

اور انہیں کے قریب ہے فاسق معلن۔ مثلاً ڈاڑھی مُنڈا، یا خشخاشی رکھنے والا، یا کتروا کر حد شرع سے کم کرنے والا، یا کندھوں سے نیچے عورتوں کے سے بال رکھنے والا، خصوصاً وہ جو چوٹی گندھوائے اور اس میں موباف ڈالے، یا ریشمی کپڑا پہنے، یا مغرق ٹوپی، یا ساڑھے چار ماشہ سے زائد کی انگوٹھی، یا کئی نگ کی انگوٹھی، یا ایک نگ کی دو انگوٹھی اگرچہ مل کر ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کی ہوں، یا سود خوار، یا ناچ دیکھنے والا۔ ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔

اور جو فاسق معلن نہیں، یا قرآن عظیم میں وہ غلطیاں کرتا ہے جن سے نماز فاسد نہیں ہوتی، یا نابینا یا جاہل، یا غلام یا ولد الزنا یا خوبصورت امرد یا جذامی یا برص والا جس سے لوگ کراہت و نفرت کرتے ہوں اس قسم کے لوگوں کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے۔ کہ پڑھنی خلاف اولیٰ اور پڑھ لیں تو حرج نہیں۔

اگر یہی قسم اخیر کے لوگ حاضرین میں سب سے زائد مسائل نماز و طہارت کا علم رکھتے ہوں تو انھیں کی امامت اولیٰ ہے۔ بخلاف ان سے پہلی دو قسم والوں سے اگرچہ عالم متبحر ہو وہی حکم کراہت

رکھتا ہے مگر جہاں جمعہ یا عیدین ایک ہی جگہ ہوتے ہوں اور ان کا امام بدعتی یا فاسق معلن ہے اور دوسرا امام نہ مل سکتا ہو، وہاں ان کے پیچھے جمعہ و عیدین پڑھ لیے جائیں۔ بخلاف قسم اوّل مثل دیوبندی وغیرہم، کہ نہ ان کی نماز نماز ہے نہ ان کے پیچھے نماز نماز۔ بالفرض وہی جمعہ یا عیدین کا امام ہو اور کوئی مسلمان امامت کے لیے نہ مل سکے تو جمعہ و عیدین کا ترک فرض ہے جمعہ کے بدلے ظہر پڑھے اور عیدین کا کچھ عوض نہیں۔

امام اسے کیا جائے جو سنی صحیح العقیدہ، صحیح الطہارت، صحیح القراءۃ ہو۔ مسائل نماز و طہارت کا عالم غیر فاسق ہو۔ نہ اس میں کوئی ایسا جسمانی یا روحانی عیب ہو جس سے لوگوں کو تنفر ہو۔

یہی اس مسئلہ کا اجمالی جواب اور تفصیل موجب تطویل و اطناب، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۵۳: یکم صفر ۱۳۳۹ھ

کیا ارشاد ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ عورت پر مرد کے اور مرد پر عورت کے کیا حق ہیں؟

الجواب:

مرد پر عورت کا حق نان و نفقہ دینا، رہنے کو مکان دینا، مہر وقت پر ادا کرنا، اس کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ رکھنا، اسے خلاف شرع باتوں سے بچانا۔ قال تعالیٰ:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ اور ان کے ساتھ اچھی گزران کرو۔

وقال تعالیٰ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے آپ اور اپنے اہل کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

اور عورت پر مرد کا حق خاص امور متعلقہ زوجیت میں اللہ و رسول کے بعد تمام حقوق حتیٰ کہ ماں باپ کے حق سے زائد ہے۔ ان امور میں اس کے احکام کی اطاعت، اس کے ناموس کی

نگاہداشت عورت پر فرض اہم ہے۔ بے اس کے اذن کے محارم کے سوا کہیں نہیں جا سکتی اور محارم کے یہاں بھی ماں۔ باپ کے یہاں ہر آٹھویں دن، وہ بھی صبح سے شام تک کے لیے، اور بہن بھائی، چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی کے یہاں سال بھر بعد۔ اور شب کو کہیں نہیں جا سکتی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "اگر میں کسی کو کسی غیر خدا کے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے"۔ اور ایک حدیث میں ہے "اگر شوہر کے نتھنوں سے خون اور پیپ بہہ کر اس کی ایڑیوں تک جسم بھر گیا ہو اور عورت اپنی زبان سے چاٹ کر اسے صاف کرے تو اس کا حق ادا نہ ہوگا"۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمدن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۵۴: ۲۹ صفر ۱۳۳۹ھ۔

کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ ننگے سر نماز پڑھتے اور پڑھاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ جل شانہ کے سامنے عاجزی کرتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے اور نماز میں کسی طرح کی کراہت تو نہ ہوگی؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

اگر بہ نیت عاجزی ننگے سر پڑھتے ہیں تو کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمدن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۵۵: ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۹ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس جانور کو ذبح کیا اور بسم اللہ اللہ اکبر کہنے کے ساتھ ہی پہلی دفعہ میں اس کی گردن اس کے جسم سے علیحدہ ہو گئی، اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کی کھال اس کے سر سے کچھ لگی رہی تو کیا حکم ہے؟

الجواب: دونوں صورتوں میں جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۵۶ : ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۹ھ۔

کیا حکم ہے علمائے اہل سنت کا اس مسئلہ میں کہ چنوں پر جو سوئم کی فاتحہ کے بعد کلمہ طیبہ پڑھا جاتا ہے ان کے کھانے کو بعض شخص مکروہ جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قلب سیاہ ہوتا ہے آیا یہ صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو ان کو کیا کرنا چاہیے؟ اسی طرح فاتحہ کے کھانے کو جو عام لوگوں کی ہوتی ہے کہتے ہیں۔

ایک موضع میں ان سویم کے پڑھے ہوئے چنوں کو مسلمان اپنا اپنا حصہ لے کر مشرک چماروں کو دے دیتے ہیں وہاں یہی رواج ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ لہٰذا ان کلمہ طیبہ کے پڑھے ہوئے چنوں کو مشرک چماروں کو دینا چاہیے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب :

یہ چیزیں غنی نہ لے، فقیر لے۔ اور وہ جو ان کا منتظر رہتا ہے، ان کے ملنے سے خوش ہوتا ہے اس کا قلب سیاہ ہوتا ہے۔ مشرک یا چمار کو ان کا دینا گناہ، گناہ، گناہ۔ فقیر لے کر خود کھائے اور غنی لے ہی نہیں۔ اور لے لیے ہوں تو مسلمان فقیر کو دیدے۔

یہ حکم عام فاتحہ کا ہے۔ نیاز اولیائے کرام طعام موت نہیں، وہ تبرک ہے۔ فقیر و غنی سب لیں جبکہ مانی ہوئی نذر بطور نذر شرعی نہ ہو۔ شرعی نذر پھر غیر فقیر کو جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد ن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۵۷ : ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید مذبح میں گاؤکشی کرتا ہے اور ہر ایک ذبیحہ پر دو پیسے یا ایک آنہ لیتا ہے اور وہی زید امامت بھی کرتا ہے اور گاہ گاہ اجرت ذبیحہ میں گوشت بھی لیتا ہے۔ اب علمائے دین فرمائیں کہ ذبیحہ پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اور اس کا امامت کرنا درست ہے یا نہیں؟

اور بعض شخص کہتے ہیں کہ گوشت کھانا کسی آیت و حدیث سے ثبوت نہیں۔ بعض شخص

کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ میں گاؤ کو ذبح کرا کر اور اس کا گوشت پکوا کر اس میں اپنی انگشت مبارک تر کر کے چوس لیا ہے۔ سو یہ بھی تب کیا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کئی دن کا فاقہ تھا۔ جب سے گوشت کھانا لوگوں نے اپنے مزے کی خاطر جاری کر لیا ہے اب جناب قبلہ سے امیدوار ہیں کہ اس کا پورا پورا ثبوت مع آیت و حدیث شریف کے تحریر فرما کر عطا فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب :

ذبح پر اجرت لینے میں کوئی حرج نہیں لانہ لیس بمعصیۃ ولا واجب متعین علیہ۔ ہاں یہ بھیر اناکہ سے ذبح کرتا ہوں اس میں سے اتنا گوشت اجرت میں لوں گا، یہ ناجائز ہے۔ لانہ کتعیین الصحن جو جائز ذبح پر جائز اجرت لے۔ اس کے پیچھے نماز میں اس وجہ سے کوئی حرج نہیں۔ اس کی امامت درست ہے۔ جبکہ کوئی مانع شرعی نہ رکھتا ہو۔ گوشت کھانا بلاشبہ قرآن و حدیث و اجماع امت سے ثابت ہے۔

قال اللہ تعالیٰ فکلوا منہ وطعموا البائس الفقیر وقال اللہ تعالیٰ فمنہا رکوبہم ومنہا یاکلون وقال اللہ تعالیٰ وما لکم الا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ۔

وہ بے سروپا حکایت جو کسی نے بیان کی محض کذب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحمد ن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

مسئلہ ۵۸ :

۲۷ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ ہجری۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے شجرہ خوانی دائم تزویر ہے۔ اور اس پر بہارستان مولانا جامی سے یہ عبارت نقل کرتا ہے :

از حضرت سید بہاؤ الدین صاحب نقشبند رحمۃ اللہ علیہ پرسیدند کہ از حضرت شجرہ شما چیست فرمودند کہ کسے از شجرہ خوانی بجائے نرسید پس خدائے عزوجل

حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ حضرت جناب کا شجرہ کیا ہے جناب نے ارشاد فرمایا کہ صرف شجرہ خوانی سے کوئی کسی مقام

را بیگانگی می شناسیم - وبہمہ انبیاء واولیاء ایمان آریم - ومقید سلسلہ نیستیم" یہ قول صحیح ہے یا غلط؟

پر نہیں پہنچتا پس ہم اللہ تعالیٰ کو بے مثلیت کے ساتھ پہچانتے ہیں اور تمام انبیا اور اولیا پر ایمان رکھتے ہیں اور کسی ایک سلسلہ کے ہم پابند نہیں ہیں۔

الجواب :

یہ قول محض باطل ہے۔ اور اس میں ہزار ہا اولیائے کرام پر حملہ ہے۔ اور بہارستان سے جو عبارت نقل کی ہے۔ ساختہ ہے۔ اس میں شجرہ خوانی یا شجرہ کا لفظ کہیں نہیں۔ اور پس خدائے عزوجل سے آخیر تک ساری عبارت اپنی طرف سے بڑھائی ہوئی ہے۔ بہارستان میں نہیں۔ شجرہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک بندے کے اتصال کی سند ہے۔ جس طرح حدیث کی اسناد میں امام عبدالرشید بن مبارک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کہ اولیاء وعلماء ومحدثین وفقہاء سب کے امام ہیں۔ فرماتے ہیں :

لولا الاسناد لقال فی الدین من شاء ما شاء۔

اگر سند کا سلسلہ نہ ہوتا تو جو شخص چاہتا دین میں اپنی مرضی کی بات کرتا پھرتا۔

شجرہ خوانی سے متعدد فوائد ہیں۔

اوّلاً۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک اپنے اتصال کی سند کا حفظ۔

دوم۔ صالحین کا ذکر کہ موجب نزولِ رحمت ہے۔

سوم۔ نام بنام اپنے آقایانِ نعمت کو ایصالِ ثواب کہ اُن کی بارگاہ سے موجب نظرِ عنایت ہے۔

چہارم۔ جب یہ اوقاتِ سلامت میں اُن کا نام لیوا رہے گا۔ وہ اوقاتِ مصیبت اِس کے دستگیر ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

تعرف الی اللہ فی الرخاء یعرفک فی الشدۃ۔

آرام کی حالت میں خدا کو پہچان وہ تجھے سختی میں پہچانے گا۔

رَوَاہُ اَبُو الْقَاسِمِ مِنْ بِشْرَانَ فِیْ اَمَالِیْہِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَغَیْرِہٖ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ بِسَنَدٍ حَسَنٍ۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

مسئلہ ۵۹:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے اندر کھانا پینا جائز ہے۔ یا مکروہ۔ یا حرام؟ کیا وہ شخص جو نفل اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں داخل ہوا ہو۔ کھا پی سکتا ہے۔ یا نہیں؟ اگر کھا پی سکتا ہے تو کیا کچھ ذکر الٰہی کرنے کے بعد۔ یہ داخل ہوتے ہی فوراً کھا پی سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

مسجد میں ایسا کھانا پینا کہ مسجد میں گرے۔ اور مسجد آلودہ ہو۔ مطلقاً حرام ہے۔ معتکف ہو یا غیر معتکف۔ اسی طرح ایسا کھانا جس سے نماز کی جگہ گھرے۔ اور اگر یہ دونوں باتیں نہیں۔ تو غیر معتکف مکروہ۔ اور معتکف کو مباح۔ کہ اگر واقعی اسے اعتکاف منظور ہی نہ تھا جب تو نیت کرتے ہی معاً کھا پی سکتا ہے۔ اور اگر اعتکاف کی نیت اس لیے کی۔ کہ کھانا پینا جائز ہو جائے۔ تو پہلے کچھ دیر ذکر الٰہی کرے پھر کھائے۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

مسئلہ ۶۰:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا۔ اور اس کی حیات میں اس کی چھوٹی بہن سے نکاح کیا۔ نکاح دوم جائز ہے۔ یا ناجائز؟ اور ان دونوں عورتوں سے جو اولاد ہوگی۔ وہ کیسی ہوگی؟ اور زید کا متروکہ پانے کی مستحق ہے۔ یا نہیں؟ اور یہ دونوں عورتیں مہر پانے کی مستحق ہیں۔ یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: زوجہ جب تک زوجیت یا عدت میں ہے اس کی بہن سے نکاح حرام

قطعی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ۔ اُس سے جو اولاد ہوگی۔ شرعاً اولاد حرام ہے۔ مگر ولد الزنا نہیں۔ اسے ولد حرام یعنی ولد الزنا کہنا جائز نہیں۔ جب تک اُس دوسری کو ہاتھ نہ لگایا تھا پہلی حلال تھی۔ اُس وقت تک کے جماع سے جو اولاد پہلی سے ہوئی۔ ولد حلال ہے۔ اور بعد کے جماع سے جو اولاد ہو۔ وہ بھی شرعاً اولادِ حرام ہے۔ مگر ولد الزنا نہیں۔ دونوں عورتوں کی سب اولادیں کہ زید سے ہوئیں۔ زید کا ترکہ پائیں گی۔ کہ نسب ثابت ہے۔ ہاں زوجۂ ثانیہ ترکہ نہ پائے گی۔ کہ نکاح فاسد ہے۔ دونوں عورتیں مہر کی مستحق ہیں۔ پہلی مطلقاً اور دوسری اُس صورت میں کہ حقیقۃً اُس سے جماع کیا ہو۔ فقط خلوت کافی نہیں۔ پھر بھی اپنا پورا مہر پائے گی۔ اور دوسری مہر مثل اور جو مہر بندھا تھا۔ ان دونوں میں سے جو کم ہو۔ وہ پائے گی۔

درمختار میں ہے:

یَجِبُ مَهْرُ الْمِثْلِ فِیْ نِکَاحٍ فَاسِدٍ وَهُوَ الَّذِیْ فُقِدَ شَرْطًا مِّنْ شَرَائِطِ الصِّحَّةِ کَشُهُوْدٍ وَمِثْلُهٗ تَزَوَّجَ الْاُخْتَیْنِ مَعًا وَنِکَاحِ الْاُخْتِ فِیْ عِدَّةِ الْاُخْتِ اھ ش بِالْوَطْءِ لَا بِغَیْرِهٖ کَالْخُلْوَةِ وَلَهٗ یَزِدْ مَهْرُ الْمِثْلِ عَلَی الْمُسَمّٰی لِرِضَاهَا بِالْحَطِّ وَلَوْ کَانَ دُوْنَ الْمُسَمّٰی لَزِمَ مَهْرُ الْمِثْلِ۔	واجب ہوگا مہر مثلی نکاح فاسد میں یعنی وہ نکاح جس میں شرائط صحت نکاح میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے مثلاً گواہ اور اسی طرح ہے دو بہنوں کا اکٹھا نکاح اور ایک بہن کی عدت میں دوسری بہن کا نکاح اش مذکورہ بالا صورت میں مہر وطئی کرنے سے واجب ہوگا وطئی کے بغیر خلوت وغیرہ سے مہر لازم نہیں ہوگا اور مہر مثل مہر مسمی پر زائد بھی نہ ہو کیونکہ کمی پر عورت راضی ہو چکی ہے اور اگر یہ مہر مسمی سے کم ہو تو مہر مثلی لازم ہوگا۔

ہدایہ باب النکاح الرقیق میں ہے:

بَعْضُ الْمَقَاصِدِ فِی النِّکَاحِ الْفَاسِدِ	بعض مقاصد نکاح فاسد میں حاصل ہیں

حَاصِلٌ کَالنَّسَبِ وَوُجُوْبِ الْمَهْرِ وَالْعِدَّةِ۔

جیسے ثبوت نسب اور وجوب مہر اور عدت

درمختار میں ہے:

یَسْتَحِقُّ الْاِرْثَ بِنِکَاحٍ صَحِیْحٍ فَلَا تَوَارُثَ بِفَاسِدٍ وَّلَا بَاطِلٍ اِجْمَاعًا وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ

آدمی مستحق وراثت صحیح نکاح سے ہی ہوگا پس نکاح فاسد اور باطل سے کوئی ایک دوسرے کا وارث نہیں ہوسکتا اجماعًا۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمدن المصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

احکامِ شریعت

(حصہ دوم)

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا قول ہے وقت مغرب بہت قلیل ہے اسی وجہ سے چھوٹی سورۃ مغرب میں پڑھتے ہیں اور بعد دو سنت و نفل کے مغرب کا وقت نہیں رہتا یا پانچ۔ چھ منٹ اور رہتا ہے۔ عمرو کہتا ہے نماز مغرب اول وقت پڑھنا اور چھوٹی سورۃ کا پڑھنا یہ سب مستحب ہے۔ مغرب کا وقت جب تک سرخی شفق کی رہتی ہے باقی رہتا ہے۔ بلکہ آدھ گھنٹے سے زائد رہتا ہے لہٰذا گزارش ہے کہ وقت مغرب کی پہچان کہ کب تک رہتا ہے اور کتنی دیر رہتا ہے اور زید و عمرو کے قول کی تصدیق اور یہ کہ سرخی کے بعد جو سفیدی رہتی ہے اگر اس وقت کوئی شخص نماز مغرب ادا کرے تو جائز ہے یا نہیں اور بلا کراہت کس وقت تک پڑھنا جائز ہے۔

الجواب:

زید کا قول محض غلط ہے اس نے اپنی طبیعت سے یہ بات گڑھی ہے جبھی تو وہ شک کی حالت میں ہے خود نہیں کبھی کہتا ہے نہیں رہتا پھر کہتا ہے پانچ یا چھ منٹ اور رہتا ہے یہ سب اس کے باطل خیالات ہیں جن کو شرعی معاملات میں استعمال کرنا حرام ہے بلکہ مغرب کا وقت اس سپیدی کے ڈوبنے تک رہتا ہے جو عرضاً یعنی جانب مغرب میں شمالاً جنوباً پھیلی ہوئی صبح کی طرح پھیلی ہوتی ہے اس کے بعد جو سپیدی نہ جنوباً شمالاً بلکہ آسمان میں اوپر کی طرف کو طولاً صبح کاذب کی طرح باقی رہے اس کا اعتبار نہیں۔ غروب آفتاب سے اس سپیدی کے ڈوبنے تک جو عرضاً پھیلی ہوتی ہے۔ ان بلاد میں کم از کم ایک گھنٹہ ۱۸ منٹ وقت ہوتا ہے اور زائد سے زائد ایک گھنٹہ ۳۵ منٹ، ۱۸ سے ۳۵ منٹ تک وقت بدلتا رہتا ہے کہ بعض دنوں میں سپیدی ایک گھنٹہ ۱۸ منٹ

(ح) قربانی کس پر ہے اور واجب ہے یا فرض ؟

(ط) آج کل ہندوستان میں گائے کی قربانی کو بعض مسلمان مشرکوں کی خوشنودی کے لیے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بکری کی قربانی کرو تو کس کی قربانی کی جائے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

(الف) زیور مطلقاً زکوٰۃ ہے ہر وقت پہنے رہیں خواہ کبھی نہ پہنیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ب) سونے کے عوض سونا اور چاندی کے عوض چاندی زکوٰۃ میں دی جائے جب تو نرخ کی کوئی حاجت ہی نہیں وزن کا چالیسواں حصہ دیا جائے گا، ہاں اگر سونے کے بدلے چاندی یا چاندی کے بدلے سونا دینا چاہیں تو نرخ کی ضرورت ہوگی نرخ بنوانے کے وقت کا معتبر ہوگا نہ وقت ادا کا اگر ادا سال تمام سے پہلے یا بعد ہو بلکہ جس وقت یہ مالک نصاب ہوا تھا وہ ماہ عربی وہ تاریخ وہ وقت جب غور کریں گے اُس پر زکوٰۃ کا سال تمام ہوگا۔ اُس وقت کا نرخ لیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(ج) سال تمام پر بازار کے بھاؤ سے جو اُس مال تجارت کی قیمت ہے اس کا چالیسواں حصہ دینا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(د) آسانی اسی میں ہے کہ فی صدی ڈھائی روپے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(ہ) اُن کو دینا حرام ہے اور اگر ان کو دے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(و) یہ جن کی اولاد میں ہے جیسے ماں باپ دادا دادی نانا نانی اور جو اس کی اولاد ہیں جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی، نواسا نواسی ان کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا اور بھائی بہن اگر مصرف زکوٰۃ ہوں تو اُن کو دینا سب سے افضل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(ز) چھپن ۵۶ روپیہ کا چالیسواں حصہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(ح) صاحب نصاب جو اپنی حوائج اصلیہ سے فارغ چھپن ۵۶ روپیہ کے مال کا مالک ہو اس پر قربانی واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(ط) مشرکوں کی خوشنودی کے لیے گائے کی قربانی بند کرنا حرام حرام سخت حرام ہے

اور جو بند کرے گا جہنم کے عذاب شدید کا مستحق ہوگا اور روز قیامت مشرکوں کے ساتھ ایک رسی میں باندھا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کے ذمہ نماز قضا دس یا بارہ یا چودہ سال کی ہو وہ شخص کس طریقہ سے نماز قضا پھیرے جو طریقہ آسان ہو ارقام فرمایئے مع نیت اور وتر کے کہ نماز وتر قضا پڑھی جائے گی یا نہیں۔ جواب عام فہم ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

قضا سہ روز کی نماز کی بیس ۲۰ رکعتیں ہوتی ہیں دو ۲ فرض فجر کے چار ۴ ظہر چار ۴ عصر تین ۳ مغرب چار ۴ عشاء کے اور تین ۳ وتر، اور قضا میں یوں نیت کرنی ضرور ہے۔ نیت کی میں نے سب میں پہلی یا سب میں پچھلی فجر کی جو مجھ سے قضا ہوئی یا پہلی یا پچھلی ظہر کی جو مجھ سے قضا ہوئی اور ابھی تک میں نے اسے ادا نہ کیا اسی طرح ہر نماز میں کیا کرے اور جس پر قضا نمازیں کثرت سے ہیں وہ آسانی کے لیے اگر یوں بھی ادا کرے تو جائز ہے کہ ہر رکوع اور ہر سجدہ میں تین ۳ تین ۳ بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم، سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کی جگہ صرف ایک ایک بار کہے مگر یہ ہمیشہ ہر طرح کی نماز میں یاد رکھنا چاہیے کہ جب آدمی رکوع میں پورا پہنچ جائے اس وقت سبحٰن کا سین شروع کرے اور جب عظیم کا میم ختم کرے اس وقت رکوع سے سر اٹھائے اسی طرح سجدہ میں۔ ایک تخفیف کثرت قضا والے کے لیے یہ ہو سکتی ہے دوسری تخفیف یہ کہ فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں اَلْحَمْد شریف کی جگہ فقط سُبْحَانَ اللہ تین بار کہہ کر رکوع کر لے مگر وتروں کی تینوں رکعت میں الحمد اور سورۃ دونوں ضرور پڑھی جائیں۔ تیسری تخفیف یہ کہ پچھلی التحیات کے بعد دونوں درودوں اور دعا کی جگہ صرف اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ کہہ کر سلام پھیر دے چوتھی تخفیف یہ کہ وتروں کی تیسری رکعت میں دعا قنوت کی جگہ اَللہُ اَکْبَر کہہ کر فقط ایک یا تین بار رَبِّ اغْفِرْلِیْ کہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ کیا حکم ہے شرع مطہر کا اس مسئلہ میں کہ تین بھائی حقیقی ایک مکان میں

رہتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد تین قطعے ہو گئے دو مکانوں کا دروازہ ایک ہی رہا اور تیسرے قطعہ کا دروازہ علیحدہ دوسری جانب کو بنایا گیا مگر اُس مکان میں ایک کھڑکی پچھلے دونوں قطعوں میں آمد و رفت کے واسطے رہی جس کے باعث سے تینوں بھائیوں کے مکان ایک ہی سمجھے جاتے ہیں۔ اس تیسرے قطعہ یعنی کھڑکی والے مکان کے ساکن کا انتقال ہو گیا تو مرحوم کی بی بی ایام عدت میں اس کھڑکی سے پچھلے دونوں قطعوں میں جا سکتی ہے یا نہیں اور پچھلے دونوں قطعوں کے مالک بھی مرحوم ہی تھے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب :

جب کہ میت کا مکان سکونت وہ تھا عورت اُس میں عدت پوری کرے اور کھڑکی دو مکانوں کو ایک نہیں کر سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے نکاح کیا بعد رخصت کے یہ معلوم ہوا کہ عورت امراض سخت میں مبتلا ہے اور اولاد کی اس سے قطعاً نا اُمیدی ہے اور کاروبار خانہ داری سے بالکل مجبور رہے۔ دو سال تک زید نے اپنی عورت کا علاج کیا مگر کچھ افاقہ نہیں ہوا مجبوراً زید نے دوسرا نکاح کیا۔ زوجہ اولیٰ کے والدین نے اپنی لڑکی کو اپنے مکان پر روک لیا اور زید کے یہاں بھیجنے سے انکار کیا چند بار زید اپنی بی بی کے لینے کے واسطے گیا اور بہت خوشامد کی مگر زوجہ اولیٰ کے والدین کسی طرح رضامند نہیں ہوئے زید اُس کے بلانے کی کوشش میں ہے ایسی حالت میں زید کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب :

اگر یہ صورت واقعہ ہے تو زید کا قصور کیا ہے اس کے پیچھے نماز بے تکلف روا ہے اگر اور شرائط امامت رکھتا ہے قال اللہ تعالیٰ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک بازاری عورت طوائف کا بیٹا ہے بچپن سے زید کی طبیعت علم کی طرف مائل تھی حتیٰ کہ وہ عالم ہوگیا نماز اُس کے پیچھے پڑھنا جائز ہے یا نہیں کیونکہ اس کے والد کا پتہ نہیں کہ کون تھا۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

نماز جائز ہونے میں تو کلام نہیں بلکہ جب وہ عالم ہے اگر عقیدہ کا سُنّی ہو اور اور کوئی وجہ اس کے پیچھے منع نماز کی نہ ہو تو وہی امامت کا مستحق ہے جبکہ حاضرین میں اُس سے زیادہ کسی کو مسائل نماز وطہارت کا علم نہ ہو کما فی الدر المختار وغیرہ من الاسفار واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:

کیا حکم ہے شریعت مطہر کا اس میں کہ دعوت طعام کونسی سنت ہے اور کس دعوت طعام سے انکار کرنا اور قبول نہ کرنا گناہ ہے بالتفصیل ارشاد ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

دعوت ولیمہ کا قبول کرنا سنت مؤکدہ ہے جب کہ وہاں کوئی معصیت مثل مزامیر وغیرہ نہ ہو۔ نہ اور کوئی مانع شرعی ہو اور اس کا قبول وہاں جانے میں ہے کھانے نہ کھانے کا اختیار ہے۔ باقی عام دعوتوں کا قبول افضل ہے، جبکہ نہ کوئی مانع ہو نہ کوئی اس سے زیادہ اہم کام ہو اور خاص اس کی کوئی دعوت کرے تو قبول نہ کرنے کا اُسے مطلقاً اختیار ہے ردالمحتار میں ہے:

دعی الی ولیمۃ ھی طعام العرس وقیل الولیمۃ اسم لکل طعام فی الھندیۃ عن التمرتاشی اختلف فی اجابۃ الدعوی قال بعضھم واجبۃ لایسع ترکھا وقال العامۃ ھی سنۃ والافضل ان یجیب اذا کانت ولیمۃ والا فھو مخیر والاجابۃ افضل لان فیھا ادخال السرور فی قلب المؤمن واذا اجاب فعل ما علیہ اکل اولا والافضل ان یاکل لو غیر صائم وفی البنایۃ اجابۃ الدعوۃ سنۃ

ولیمۃ اوغیرھا واما دعوۃ یقعد بھا التطاول او انشاء الحمد او ما اشبہ۔ فلا ینبغی اجابتھا لا یما اھل العلم اھ ملخصا و فی الاختیار ولیمۃ العرس سنۃ قدیمۃ ان لم یجبھا اثم وحقا انہ استھزاء بالمضیف اھ ومقتضاہ انھا سنۃ مؤکدۃ بخلاف غیرھا وصرح شارح الھدایۃ بانھا قریبۃ من الواجب فی التاتارخانیۃ عن الینابیع لو دعی الی دعوتہ فالواجب الاجابۃ ان لم یکن ھناک معصیۃ ولا بدعۃ والاقتداء اسلم فی زماننا الا اذا علم یقینا ان لا بدعۃ ولا معصیۃ اھ وظاھرہ حملہ علی غیر الولیمۃ لما مر تامل اھ

مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

(ا) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج براق پر سوار ہوتے وقت اللہ تعالیٰ سے وعدہ لے لیا ہے کہ روز قیامت جب کہ سب لوگ اپنی اپنی قبروں سے اٹھیں گے ہر ایک مسلمان کی قبر پر اسی طرح ایک ایک براق بھیجوں گا جیسا کہ آج آپ کے واسطے بھیجا گیا ہے یہ مضمون صحیح ہے یا نہیں کیونکہ کتاب معارج النبوۃ سے لوگ اس کو بیان کرتے ہیں۔

(ب) کتاب معارج النبوۃ کیسی کتاب ہے اور اس کے مصنف عالم اہل سنت معتبر محقق تھے یا نہیں۔

(ج) طوائف جس کی آمدنی صرف حرام پر ہے اس کے یہاں میلاد شریف پڑھنا اور اس کی اسی حرام آمدنی کی منگائی ہوئی شیرینی پر فاتحہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔

(د) مجلس میلاد شریف میں بعد بیان میلاد شریف کے ذکر شہادت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور واقعات کربلا پڑھنا جائز ہیں یا نہیں۔

(ہ) خاتون جنت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسبت یہ بیان کرنا کہ روز محشر وہ برہنہ سر و پا ظاہر ہونگی اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ و امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون آلودہ اور زہر آلودہ کپڑے کاندھے پر ڈالے ہوئے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دندان مبارک جو جنگ احد میں شہید کیا گیا تھا ہاتھ میں لیے ہوئے بارگاہ الٰہی میں حاضر

ہوں گی اور عرش کا پایا پکڑ کر ہلائیں گی اور خون کے معاوضہ میں اُمت عاصی کو بخشوائیں گی صحیح ہے یا نہیں؟

(و) مجلس میلاد شریف پڑھنے کے لیے پیشتر ٹھہرا لینا کہ ایک روپیہ دو تو ہم پڑھیں گے اور اس سے کم پر نہیں پڑھیں گے اور وہ بھی اس سے پیشگی بطور بیعانہ یا سائی جمع کرا لینا جائز ہے یا نہیں؟

(ز) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شب معراج عرش الٰہی پر نعلین مبارک تشریف[1] لے جانا صحیح ہے یا نہیں؟

(ح) رافضیوں کے یہاں محرم میں ذکر شہادت و مصائب شہدائے کربلا و سوز خوانی و مرثیہ مصنفہ انیس و دبیر پڑھنا جائز ہیں یا نہیں؟

(ط) بیان کیا جاتا ہے کہ شب معراج حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عذاب دکھایا گیا اور ارشاد باری ہوا کہ اے حبیب یا ماں باپ کو بخشوا لے یا اُمت کو آپ نے ماں باپ کو چھوڑا امت اختیار کی صحیح ہے یا نہیں؟

(ی) زید باوجود اطلاع پانے جوابات سوالات مذکور الصدر کے اگر اپنے قول و افعال مذکورہ بالا سے باز نہ آئے اور تائب نہ ہو اور ان جوابات کو جھوٹا تصور کرے اور یہی بیانات اور طریقے جاری رکھے تو اُس سے مجلس شریف پڑھوانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

(الف) بے اصل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ب) سُنّی واعظ تھے۔ کتاب میں رطب و یابس سب کچھ ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ج) اس مال کی شیرینی پر فاتحہ کرنا حرام ہے مگر جب کہ اس نے مال بدل کر مجلس کی ہو اور یہ لوگ جب کوئی کار خیر کرنا چاہتے ہیں تو ایسا ہی کرتے ہیں اور اس کے لیے کوئی شہادت کی حاجت نہیں اگر وہ کہے کہ میں نے قرض لے کر یہ مجلس کی ہے اور وہ قرض اپنے مال

[1] اللہ کے حضور حاضر ہونا کہنا چاہیئے نہ کہ تشریف لے جانا ۱۲ مؤلف یعنی معہ نعلین عرش پر جانا ۱۲ مؤلف

حرام سے ادا کیا ہے تو اس کا قوا مقبول ہوگا کما نص علیہ فی الھندیۃ وغیرھا۔ بلکہ اگر شیرینی اپنے مال حرام ہی سے خریدی اور خریدنے میں اس پر عقد و نقد جمع نہ ہوئی یعنی حرام روپیہ دکھا کر اس کے بدلے خرید کر دو ہی حرام روپیہ دیا اگر ایسا نہ ہوا ہو تو مذہب مفتی بہ پر وہ شیرینی بھی حرام نہ ہوگی۔ جو شیرینی اُسے خاص اُجرت زنا یا غنا میں ملی یا اس کے کسی آشنا نے تحفہ میں بھیجی یا اس کی خریداری میں عقد و نقد مال حرام پر جمع ہونے وہ شیرینی حرام اور اُس پر فاتحہ حرام ہے۔ یہ حکم تو شیرینی و فاتحہ کا ہوا تو مگر اُس کے یہاں جانا اگرچہ مجلس شریف پڑھنے کے لیے ہو معصیت یا منظنۂ معصیت یا تہمت یا منظنۂ تہمت سے خالی نہیں اور ان سب سے بچنے کا حکم ہے۔ حدیث میں ہے:

من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فلا یقص مواقع التھم۔

جو اللہ عزوجل اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ ہرگز تہمت کی جگہ نہ کھڑا ہو اوّل تو ان کی چوکی اور فرش اور ہر استعمالی چیز انہیں احتمالات خباثت پر ہی ہے جو اہل تقوٰی نہیں، اُسے ان کے ساتھ قرب آگ اور بارود کا قرب ہے اور جو اہل تقوٰی ہے اس کے لیے وہ لوہار کی بھٹی ہے کہ کپڑے جلے نہیں تو کالے ضرور ہوں گے پھر اپنے نفس پر اعتماد کرنا اور شیطان کو دور سمجھنا احمق کا کام ہے ومن وقع حول الحمی اوشک ان یقع فیہ جو رمنے کے گرد چرائے گا کبھی اُس میں پڑ بھی جائے گا۔

واللہ تعالٰی اعلم

(د) علمائے کرام نے مجلس میلاد شریف میں ذکر شہادت سے منع فرمایا ہے کہ وہ مجلس سرور ہے ذکر حزن مناسب نہیں

(ھ) یہ سب محض جھوٹ اور افترا اور کذب اور گستاخی و بے ادبی ہے مجمع اولین و آخرین میں اُن کا برہنہ سر تشریف لانا جن کو برہنہ سر کبھی آفتاب نے بھی نہ دیکھا وہ کہ جب صراط پر گزر فرمائیں گے زیر عرش سے منادی ندا کرے گا اے اہل محشر اپنے سر جھکا لو اور اپنی آنکھیں بند کر لو کہ فاطمہ بیٹی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صراط پر گزر فرماتی ہیں پھر وہ نور الٰہی ایک برق کی طرح بیشتر ہزار حوریں جلو میں لیے ہوئے

گزر فرمائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(و) اللہ عزوجل فرماتا ہے لَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا۔ یہ ممنوع ہے اور ثواب عظیم سے محرومی مطلق۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ز) یہ محض جھوٹ اور موضوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ح) حرام ہے ع کند ہم جنس باہم جنس پرواز۔ حدیث میں ارشاد ہوا لاتجالسوھم ان کے پاس نہ بیٹھو دوسری حدیث میں فرمایا من کثر سواد قوم فھو منھم جو کسی قوم کا مجمع بڑھائے وہ انہیں میں سے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ط) محض جھوٹ افترا اور کذب و بہتان ہے اللہ و رسول پر افترا کرنے والے فلاح نہیں پاتے جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ی) جو بعد اطلاع احکام شرعیہ نہ مانے اور انہیں افعال پر مصر رہے اور فتوٰی شریعت کو جھوٹا تصور کرے وہ گمراہ ہے اُس سے مجلس شریف پڑھوانا یا اُس کا سُننا اُس سے اُمید ثواب رکھنا اُس کی تعظیم کرنا سب ناجائز ہے جب تک تائب نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے اگر ہجرت ہی کرنا ہے تو بجائے کابل کے مدینہ منورہ کو ہجرت کروں گا کم از کم یہ تو ہوگا کہ مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھنے سے پچاس ہزار نماز کا ثواب ملے گا اور کہتا ہے دین مدینہ منورہ سے نکلا ہے اور پھر اُسی طرف پلٹ جائے گا پس اس جگہ سے کون جگہ افضل ہو گی اور اس زمانہ میں جبکہ نصاریٰ کا قبضہ اُس جگہ ہے کابل سے ہزار درجہ اس جگہ کی ہجرت کو افضل کہتا ہے اور اپنے لیے باعث سلامتی دین و شفاعت تصور کرتا ہے زید کا یہ خیال درست ہے یا نہیں اور یہ ہجرت اس کی درست ہو گی یا نہیں اور اگر ہجرت میں یہ نیت کرے کہ جب تک بیت اللہ شریف اور مدینہ منورہ پر کفار کا قبضہ ہے اتنی مدت اپنے وطن میں نہ آئے گا ایسی نیت اس کی درست ہو گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

زید کے بالائی خیالات سب صحیح ہیں بے شک مدینہ منورہ سے کسی شہر کو نسبت نہیں ہو سکتی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: والمدینۃ خیر لہم لو کانوا یعلمون ۰ مدینہ منورہ انکے لیے سب سے بہتر ہے اگر وہ جانیں مگر مدینہ طیبہ میں مجاورت ہمارے ائمہ کے نزدیک مکروہ ہے کہ حفظ آداب نہیں ہو سکے گا اور قبضۂ کفار کا بیان غلط اور ہو تو یہ نیت کہ ان کے قبضہ تک وہیں رہے گا الٹی نیت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:

خدمت والا میں گزارش ہے کہ براہ کرم امور ذیل کا جواب مرحمت فرما کر خادم کی تسلی فرمائیں:

(۱) مسائل خلافت اسلامیہ و ہجرت عن الہند کے متعلق مولوی عبدالباری فرنگی محلی و ابوالکلام آزاد وغیرہ نے جو کچھ آواز اٹھائی ہے یہ حدود اسلامیہ و شرعیہ کے موافق ہے یا خلاف۔

(۲) ہر لحاظ سے جناب والا کی خاموشی کن مصالح کی بنا پر ہے اگر موافق ہے تو کیوں ان اصحاب کی تائید میں آواز نہیں اٹھاتے اور اگر خلاف ہے تو دوسرے مسلمانوں کو خطرناک ہلاکت سے کیوں نہیں روکا جاتا جناب والا نے اپنے لیے کیا راہ تجویز فرمائی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

مقصد بتایا جاتا ہے اماکن مقدسہ کی حفاظت اس میں کون مسلمان خلاف کر سکتا ہے اور کارروائی کی جاتی ہے کفار سے اتحاد مشرک لیڈروں کی غلامی و تقلید قرآن شریف و حدیث شریف کی عمر کو بت پرستی پر نثار کرنا۔ مسلمانوں کا قشقہ لگوانا کافروں کی جے بولنا رام لچھمن پر پھول چڑھانا اور اماین کی پوجا میں شریک ہونا مشرک کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھا کر اس کی جے بول کر مرگھٹ کو لے جانا، کافروں کو مسجد میں لے جا کر مسلمانوں کا واعظ بنانا شعار اسلام قربانی گاؤ کو کفار کی خوشامد میں بند کرنا ایک ایسے مذہب کی فکر میں ہونا جو اسلام و کفر کی تمیز اٹھا دے اور بتوں کے معبد پراگ کو مقدس ٹھہرائے اور اسی طرح

کے بہت اقوال احوال افعال جن کا پانی سر سے گزر گیا جنہوں نے اسلام پر یکسر پانی پھیر دیا کون مسلمان ان میں موافقت کر سکتا ہے ان حرکات خبیثہ کے رد میں فتوے لکھے گئے۔ اور لکھے جا رہے ہیں اس سے زیادہ کیا اختیار ہے پاکی ہے اُسے جو مقلب القلوب والابصار ہے۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو پتا یا درخت بوجہ غفلت تسبیح گر جاتا ہے یا جانور ذبح کر دیا جاتا ہے تو پھر بعد سزائے غفلت ان کا تسبیح میں مشغول ہونا ثابت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

رب عزوجل فرماتا ہے:۔

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ	اس کی تسبیح کرتے ہیں آسمان اور زمین اور
وَمَنْ فِيْهِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا	جو کوئی اُن میں ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جو
يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ	اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہو
تَسْبِيْحَهُمْ۔	مگر تم اُنکی تسبیح نہیں سمجھتے۔

یہ کلیہ عامہ جمیع اشیاء عالم کو شامل ہے ذی روح ہوں یا بے روح۔ اجسام محضہ جن کے ساتھ کوئی روح نباتی بھی قائم نہیں دائم التسبیح ہیں کہ ان من شیء کے دائرہ سے خارج نہیں مگر ان کی تسبیح بے منصب ولایت نہ مسموع نہ مفہوم اور وہ اجسام جن سے روح انسی یا ملکی یا جنی یا حیوانی یا نباتی متعلق ہے ان کی دو تسبیحیں ہیں ایک تسبیح جسم کہ اُس روح متعلق کے اختیاری نہیں وہ اسی ان من شیء کے عموم میں اس کی اپنی ذاتی تسبیح ہے۔

دوسری تسبیح روح یہ ارادی و اختیاری ہے اور برزخ میں ہر مسلمان کو مسموع و مفہوم۔ اس تسبیح ارادی میں غفلت کی سزا حیوان و نباتات کو قتل و قطع سے دی جاتی ہے اور اس کے بعد یا جب جانور مر جائے یا نبات خشک ہو جائے منقطع ہو جاتی ہے ولہذا

ائمہ دین نے فرمایا ہے کہ تر گھاس مقابر سے نہ اکھیڑیں

فانہ مادام رطبا یسبح للہ — کہ وہ جب تک تر ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی

تعالیٰ فیؤنس المیت — ہے تو میت کا دل بہلتا ہے۔

مگر قتل و قطع و موت و یبس کے بعد بھی وہ تسبیح کہ نفس جسم کی تھی جب تک اس کا ایک جزو لایتجزیٰ باقی رہے گا منقطع نہ ہوگی۔ ان من شیٔ الا یسبح بحمدہ اسے روح سے تعلق نہ تھا کہ تعلق روح نہ رہنے سے منقطع ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اہل سنت و جماعت اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی صاحب وعظ میں اس طرح کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کو اپنے کلام پاک میں یوں ارشاد فرماتے ہیں" اور کبھی اس طرح کہتے تھے" ارشاد فرماتا ہے" کہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور کہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایسے کلام کے کہنے سے انسان پر کفر و شرک تو لازم نہیں آتا ہے گنہگار ہوتا ہے یا نہیں اور کتابوں کے مصنف نے اللہ فرماتے ہیں کیوں نہیں لکھا اور فرماتا ہے لکھا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

اللہ عزوجل کو ضمائر مفرد سے یاد کرنا مناسب ہے کہ وہ واحد فرد وتر ہے اور تعظیماً ضمائر جمع میں بھی حرج نہیں اس کی نظیر قرآن عظیم میں ضمائر متکلم میں تو صدہا جگہ ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۔ اور ضمائر خطاب میں صرف ایک جگہ ہے وہ بھی کلام کافر سے کہ عرض کرے گا رب ارجعون اعمل صالحاً۔ اس میں علما نے تاویل فرمادی ہے کہ ارجع کی جمع باعتبار تکرار ہے یعنی ارجع ارجع ارجع۔ ہاں ضمائر غیبت میں ذکر مرجع صیغہ جمع فارسی اور اردو میں بکثرت بلا نکیر رائج ہیں ؎

آسماں بار امانت نتوانست کشید

قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند!

ع سعدیا روز ازل جنگ بترکاں دادند ؎

زرویت ماہ تاباں آفریدند
زقدرت سرو بستاں آفریدند

ایسی جگہ لوگ قضا و قدر کو مرجع بتاتے ہیں بہر حال یوں ہی کہنا مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مگر اس میں کفر و شرک کا حکم کسی طرح نہیں ہو سکتا نہ گناہ ہی کہا جائے گا بلکہ خلاف اولیٰ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳ :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اکثر قاعدہ ہے جب لڑکا چار برس چار ماہ چار دن کا ہوتا ہے تو بسم اللہ شریف اس کو پڑھاتے ہیں اور خوشی کرتے مٹھائی وغیرہ بانٹتے ہیں اس کا کیا حکم ہے جائز ہے یا نہیں سنت ہے یا مستحب کیا یہی ضروری ہے کہ جب لڑکے کی عمر مذکورہ بالا ہو جب ہی پڑھائی جائے یا کم و بیش پر بھی پڑھا سکتا ہے۔ اور کسی عالم کے پاس لے جائے یا ہر شخص صحیح عقیدہ پڑھ سکتا ہے نیز مسنون طریقہ ارقام فرمائیے۔

الجواب :

طریقہ مذکورہ جائز ہے اور اتنی عمر ضروری نہیں کم بیش بھی ہو سکتی ہے اور عالم کو پڑھانا بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴ :

حضرات کرام اہل سنت وارث علوم شریعت کیا فرماتے ہیں کہ زید سنی ایک بزرگوار کا مرید ہے ابھی تھوڑا ہی زمانہ گزرا ان بزرگوار کا انتقال ہو گیا اب زید اور کسی عالم سے بیعت ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :

تبدیل بیعت بلا وجہ شرعی ممنوع ہے اور تجدید جائز بلکہ مستحب ہے اور جو سلسلہ عالیہ قادریہ میں نہ ہو اور اپنے شیخ سے بغیر انحراف کے اس سلسلہ عالیہ میں بیعت کرے وہ تبدیل بیعت نہیں بلکہ تجدید ہے کہ جمیع سلاسل اسی سلسلہ اعلیٰ کی طرف راجع

ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵:

کیا فرماتے ہیں اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ فاضل بریلوی مولٰنا احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ بالبر والاحسان اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی نماز پڑھ کر اس کے بعد پھر نماز ظہر پڑھنی چاہیے یا نہیں۔

الجواب:

ہندوستان بفضلہ دارالاسلام ہے یہاں کے شہروں میں جمعہ صحیح ہے اس کے بعد نماز ظہر کی حاجت نہیں ہاں جاہلوں نے جو دیہات میں جمعہ نکال لیا ہے وہاں اگر کوئی جمعہ پڑھے تو اسپر ظہر پڑھنا ضرور لازم ہے کہ دیہات میں جمعہ نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی داڑھی منڈے سے ملاقات ہو اور یہ شناخت نہ ہو کہ مسلمان ہے یا ہندو اس کو سلام کرنا چاہیے یا نہیں اور اُس سے صاحب سلامت کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

جو شخص پہچان میں نہ آئے کہ مسلمان ہے یا کافر اُس سے ابتداء سلام جائز نہیں کہ ابتداء سلام مسلمان کے ساتھ سنت ہے اور کافر کے ساتھ حرام اور فعل جب سنت و حرام میں متردد ہو ناجائز رہے گا کما فی الخلاصۃ والدر المختار وغیرہما واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۷:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عبداللہ بن مطلب بن ہاشم بن عبد مناف چاروں پشت پر فاتحہ درود پڑھنا چاہیے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

ہمارے نزدیک صحیح و رجیح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آباء و

امہات حضرت عبداللہ و حضرت آمنہ سے حضرت آدم علیہ السلام و حضرت حوا تک سب اہل توحید واسلام و نجات ہیں تو انہیں ایصال ثواب میں حرج نہیں البتہ اختلاف علماء سے بچنے کے لیے مناسب یہ ہے کہ ثواب نذر بارگاہ بیکس پناہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرے اور حضور کے طفیل میں حضور کے علاقہ والوں کو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۸:

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت اس مسئلہ میں کہ از روئے فرمان اللہ و رسول یزید بخشا جائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

یزید پلید کے بارے میں ائمہ اہل سنت کے تین قول ہیں امام احمد وغیرہ اکابر اسے کافر جانتے ہیں تو ہرگز بخشش نہ ہوگی اور امام غزالی وغیرہ مسلمان کہتے ہیں تو اس پر کتنا ہی عذاب ہو بالآخر بخشش ضرور ہے اور ہمارے امام سکوت فرماتے ہیں کہ ہم نہ مسلمان کہیں نہ کافر لہذا یہاں بھی سکوت کریں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو چیز خالص لوجہ اللہ دی جاتی ہے اس کا کھانا امیر و غنی کو کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

صدقہ واجبہ جیسے زکوٰۃ و صدقہ فطر غنی پر حرام ہے اور صدقہ نافلہ جیسے حوض و سقایہ کا پانی یا مسافر خانہ کا مکان غنی کو بھی جائز ہے مگر میت کی طرف سے جو صدقہ ہو غنی کو دے غنی لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فرشتہ پر فاتحہ درود پڑھنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب:

درود جیسے علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ تو ملائکہ کے لیئے ہے یہی ایصال ثواب بھی کر سکتے ہیں

لان الملئکۃ اھل الثواب کما ذکرہ امام الرازی و فی رد المحتار للملیکۃ فضائل علینا فی الثواب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی کہے یعنی منت مانے کہ جان کا بدلہ صدقہ مسجد میں لے جائیں گے اور اسی کو بعض یوں کہتے ہیں کہ جان بچ جائے یا کام بن جائے تو نذر اللہ مصلی کو کھلائیں گے کوئی کہے کہ ہمارا کام پورا ہو جائے تو مسجد میں شیرینی لے جاکر مصلی کو کھلائیں گے تو یہ چیز ہر ایک کو کھانا جائز ہے یا نہیں خواہ امیر ہو یا غریب۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

مسجد میں شیرینی لے جائیں گے یا نمازیوں کو کھلائیں گے یہ کوئی نذر شرعی نہیں جب تک کہ خاص فقراء کے لیے نہ کہے اُسے امیر فقیر جس کو دے سب کھا سکتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مُردہ کے نام کا کھانا جو امیر و غریب کو کھلاتے ہیں کس کو کھانا چاہیے اور کس کو نہیں اور یوں بھی کہتے ہیں کہ مردہ کے نام کا کھانا مصلی امیر غریب سب کو کھلاتے ہیں جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

مُردہ کا کھانا صرف فقرا کے لیے ہے عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے غنی نہ کھائے کما فی فتح القدیر و مجمع البرکات۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سورج کدو یعنی پیٹھا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

پیٹھا حلال ہے۔ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ختنہ کی تقریب میں جو کھانا کھلایا

جاتا ہے وہ درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

درست ہے کہ یہ سرور ہے اور سرور میں دعوت سنت ہے بخلاف طعام موت کے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص منت کسی قسم کی نماز روزہ حج صدقہ مانے اور بغیر ادا کیے ہوئے مر گیا اُس کے اس حق کے ادا کی کیا صورت ہے:۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

اگر وصیت کر گیا ادا واجب ہے اور وصیت تہائی مال میں نافذ ہو گی۔ حج کرائیں صدقہ دیں، نماز روزہ کا فدیہ دیں اور اگر وصیت نہ کی اور وارث بالغ اُس کی طرف سے حج کرے یا کرائے اور اپنے حصہ میں سے صدقہ فدیہ دے تو بہتر و موجب اجر ہے ورنہ مطالبہ نہیں میت نے اگر ادا میں تقصیر کی تو اس پر مطالبہ ہے ورنہ اس پر بھی نہیں جوہرہ نیرہ و درمختار میں ہے:۔

اذا مات من علیہ زکوۃ او فطرا و کفارۃ او نذر لم تؤخذ من ترکتہ عندنا الا یتبرع ورثتہ بذلک وھم من اھل التبرع ولم یجبروا علیہ و ان اوصی تنفذ من ثلث۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو بھائی کافر ہیں ایک مسلمان ہو گیا تو اب وہ بھائی کافر اس کو حق حصہ نہیں دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تم ہمارے مذہب سے نکل گئے تمہارا حق کیسا ہے تو اس مسلمان بھائی کا حق ہو گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

اگر باپ کا ترکہ دونوں بھائیوں نے پایا تھا اب ایک مسلمان ہو گیا تو وہ اپنے حصہ کا مالک ہے مسلمان ہونے سے ملک زائل نہ ہوئی ہاں اس کے اسلام کے بعد اُن کافروں میں جو

مرا اس کا ترکہ اُسے نہ ملے گا لاختلاف الدین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷ :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بزرگوں کے مزار پر عرسوں میں یا اُس کے علاوہ عورتیں جاتی ہیں پاکی یا ناپاکی کی حالت میں بھلائی کی طلب و حاجت برائی کے لیے اور وہاں بیٹھتی ہیں تو اس قبرستان میں ان کا ٹھہرنا جائز ہے یا نہیں اگر یہ باتیں بُری ہیں تو اُس بزرگ میں تصرف وقوت اُس بزرگ میں تصرف وقوت اس کے روکنے کی ہے یا نہیں اور یہ کہا جاتا ہے کہ دربار بزرگان میں آنے والے اُن کے مہمان ہیں یہ صحیح ہے یا نہیں اور جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ بزرگ لوگ اپنے مزار سے تصرف نہیں کر سکتے ہیں اور یہ دلیل لاتے ہیں کہ اگر وہ تصرف کر سکتے تو وہاں رنڈیاں گاتی بجاتی ناچتی ہیں عورتیں غیر محرم رہتی ہیں ان کے بچے پیشاب کرتے ہیں تو کیوں نہیں روکتے یہ کہنا ان لوگوں کا اور ان کی یہ دلیل صحیح ہے یا نہیں اور اس کا کیا جواب ہے بینوا توجروا۔

الجواب :

عورتوں کو مزارات اولیا و مقابر عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے اولیائے کرام کا مزارات سے تصرف کرنا بیشک حق ہے اور وہ بے ہودہ دلیل محض باطل اصحاب مزارات دائرہ تکلیف میں نہیں وہ اس وقت محض احکام تکوینیہ کے تابع ہیں سیکڑوں ناحفاظیاں لوگ مسجدوں میں کرتے ہیں اللہ عزوجل تو قادر مطلق ہے کیوں نہیں روکتا حاضران مزار مہمان ہوتے ہیں مگر عورتیں ناخواندہ مہمان ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸ :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قوالی جو عرسوں میں یا اُن کے علاوہ ہوتی ہے جس میں سوا نعتیہ غزلیات کے عاشقانہ آلات یعنی مزامیر کے ساتھ بجائے جاتے ہیں جائز ہیں یا نہیں بزرگ لوگ جو اس میں شریک ہوتے ہیں بلکہ بعض کی نسبت وصال ہو جانا بھی سُنا جاتا ہے یہ فعل ان کا کیسا ہے اگر یہ بُرا ہے تو گدیوں یعنی خانقاہوں میں پشتہا پشت سے ہوتی چلی آتی ہیں خلاف ہے یا نہیں اور ایسی خانقاہوں میں جانا اور ارادت اختیار کرنا اور انہیں بہتر سمجھنا اور اُن کے سامنے سرنیاز خم کرنا کیسا ہے جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

خالی قوالی جائز ہے اور مزامیر حرام زیادہ غلو اب منتسبان سلسلہ عالیہ چشتیہ کو ہے اور حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوائد الفواد شریف میں فرماتے ہیں مزامیر حرام است حضرت مخدوم شرف الملۃ والدین یحییٰ منیری قدس سرہ نے مزامیر کو زنا کے ساتھ شمار کیا ہے۔ اکابر اولیا نے ہمیشہ فرمایا ہے کہ مجرد شہرت پر نہ جاؤ جب تک میزان شرع پر مستقیم نہ دیکھ لو پیر بنانے کے لیے جو چار شرطیں لازم ہیں اس میں ایک یہ بھی کہ مخالفت شرع مطہر آدمی خود اختیار نہ کرے ناجائز فعل کو ناجائز ہی جانے۔ اور ایسی جگہ کسی ذات خاص سے بحث نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۹:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بزرگوں کے مزار سے جو چراغ کی روشنی غیبی ہوتی ہے یہ کیسی ہے اور اس سے صاحب مزار کی بزرگی ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

اگر منجانب اللہ ہے تو ضرور بزرگی ثابت ہوتی ہے اور اگر بزرگی ثابت ہے تو منجانب اللہ ہے ورنہ امر محتمل ہے شیطان ایسے کرشمے دکھاتا ہے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ازواج مطہرات سے ایک بی بی جب اندھیرے میں جاتیں ایک شمع روشن ہو جاتی۔ ایک روز حضور نے ملاحظہ فرمایا اُسے بجھا دیا اور فرمایا کہ یہ شیطان کی جانب سے ہے پھر ایک تابانی نور ان کے ساتھ فرمادیا کما فی بھجۃ الاسرار و معدن الانوار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ قبر پر درخت لگانا دیوار کھینچنا یا قبرستان کی حفاظت کے لیے اس کے چاروں طرف کھود کر جس میں جدید قدیم قبریں بھی ہیں محاصرہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: حفاظت کے لیے حصار بنانے میں حرج نہیں اور درخت اگر سایہ

زائرین کے لیے ہوں تو اچھا ہے مگر قبر سے جدا ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ظاہر ولی اللہ یعنی زندہ اور صاحب مزار ولی اللہ کے مابین ظاہر طریقہ سے ہم کلام ہونے کی کوئی خبر ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

بکثرت ہیں کہ امام جلال الدین سیوطی کی شرح الصدور وغیرہ میں مذکور ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۲:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اللہ عزوجل کے کتنے نام ہیں اور شہنشاہ دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

اللہ عزوجل کے ناموں کا شمار نہیں کہ اُس کی شانیں غیر محدود ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسمائے پاک بھی بکثرت ہیں کہ کثرت اسماء شرف مسمی سے ناشی ہے۔ آٹھ سو سے زیادہ مواہب و شرح مواہب میں ہیں اور فقیر نے تقریباً چودہ سو پائے اور حصر ناممکن:۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ سورۂ فاتحہ و سورۂ اخلاص میں خدا ہی کی تعریف ہے یا رسول اللہ کی بھی؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

سورہ فاتحہ میں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صریح مدح ہے الصراط المستقیم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما انعمت علیہم کے چاروں فرقوں کے سردار انبیا ہیں انبیا کے سردار مصطفےٰ ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ شیخ محقق نے اخبار الاخیار میں بعض اولیا کی ایک تفسیر بتائی جس میں انہوں نے ہر آیت کو نعت کر دیا ہے میں سورۂ اخلاص بھی داخل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۴:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو بزرگ عالم حیات میں اپنے معتقدوں کو تعلیم دیتے ہیں اگر بعد وصال کے بھی خواب میں تعلیم کریں تو اس پر یعنی خواب کی باتوں پر شرع کی رو سے چلنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

اچھے خواب پر عمل خوب ہے اور اچھا وہ کہ موافق شرع ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۵:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مولیٰ علی نے لال کافر کو مارا اور وہ بھاگا اور ہنوز زندہ ہے آیا اُس کی خبر حدیث سے ہے اور کب تک زندہ رہے گا اور پھر ایمان لائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

یہ بے اصل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۶:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ حنانہ لکڑی جو آپ کے فراق میں نالاں تھی۔ قیامت کے دن اُس کا کیا حال ہوگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

وہ جنت کا ایک درخت کیا جائے گا کما فی الحدیث۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۷:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ حضرات منصور و بایزید و سرمد نے ایسے الفاظ کہے جن سے خدائی ثابت ہوتی ہے تو دار پر آئے اور کھال کھینچی گئی لیکن وہ ولی اللہ گنے جاتے ہیں اور فرعون شداد ہامان، نمرود نے دعوی کیا تو مخلد فی النار ہوئے اس کی کیا وجہ ہے؟

الجواب:

ان کافروں نے خود کہا اور ملعون ہوئے اور انہوں نے خود نہ کہا اُس نے کہا جسے کہنا شایاں

ہے آواز بھی انہیں سے مسموع ہوئی جیسے موسیٰ علیہ السلام نے درخت سے سُنا اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ۔ "میں ہی ہوں اللہ رب سارے جہان کا" کیا درخت نے کہا تھا حاشا بلکہ اللہ نے یوہیں یہ حضرات اس وقت شجر موسیٰ ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۸:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ جس زمین سے مال گزاری مالک لیتا ہے اس میں اگر پانی ٹھہرا اور مچھلی ٹھہری تو مالک کہتا ہے کہ یہ مچھلی ہماری ہے اگر رعایا نہ دے تو گنہگار تو نہیں بینوا توجروا

الجواب:

مباح مچھلی جو پکڑے اُسی کی ہے مالک کو اس پر دعویٰ نہیں پہنچتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۹:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:۔

(الف) طول قیام کثرت رکوع وسجود سے احب ہے یا نہیں؟

(ب) نماز کے اندر اگر ٹوپی گر جائے تو اٹھانا چاہیے یا نہیں؟

(ج) امام قراءت یا رکوع کو کسی مقتدی کے واسطے للہ دراز کر سکتا ہے یا نہیں جبکہ مقتدی وضو کر رہا ہو یا مسجد میں آگیا ہو اور یہ امام کو معلوم ہو گیا کہ کوئی شخص ہے کہ عنقریب شریک ہونا چاہتا ہے بایں صورت رکوع میں کچھ دیر لردے تو جائز ہے یا نہیں؟

(د) وتر میں قبل دعاء قنوت کے سہواً رکوع کیا اور دو ایک تسبیح بھی پڑھ چکا ہے اب خیال ہوا اور کھڑے ہو کر قنوت پڑھی تو اس صورت میں سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟

(ہ) ایک آیت مایجوز بہ الصلوٰۃ کی کتنی مقدار ہے؟

الجواب:

(الف) ہاں طول قیام احب ہے، ردالمحتار میں ہے المذہب المعتمد ان طول القیام احب اسی میں ہے المذہب المعتمد ان طول القیام احب۔ اسی میں ہے قول الامام ھو الصحیح بل ھو المذہب

(ب) اُٹھا لینا افضل ہے جب کہ بار بار نہ گرے۔ اور اگر تذلل و انکسار کی نیت سے سر برہنہ رہنا چاہے تو نہ اُٹھانی افضل درمختار میں ہے سقطت قلنسوتہ فاعادتہا افضل

الا اذا احتاجت بتکریر او عمل کثیر ردالمحتار۔ الظاھر ان افضلیتہ اعادتہا حیث لم یقصد بترکھا التذلل۔

(ج) اگر خاص کسی شخص کی خاطر اپنے کسی علاقہ خاصہ یا خوشامد کے لیے منظور ہو تو ایک بار تسبیح کی قدر بھی بڑھانی کی ہرگز اجازت نہیں بلکہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یخشی علیہ امر عظیم یعنی اس پر شرک کا اندیشہ ہے کہ نماز میں اتنا عمل اس نے غیر خدا کے لیے کیا اور اگر خاطر خوشامد منظور نہیں بلکہ عمل حسن پر مسلمان کی اعانت، اور یہ اس صورت میں واضح ہوتی ہے کہ یہ اس آنے والے کو نہ پہچانے یا پہچانے اور اس کا کوئی تعلق خاص اس سے نہ ہو نہ کوئی غرض اس سے اٹکی ہو) تو رکوع میں دو ایک تسبیح کی قدر بڑھا دینا جائز بلکہ اگر حالت یہ ہو کہ یہ ابھی سر اٹھائے لیتا ہے تو وہ رکوع میں شامل ہونے نہ ہونے میں شک میں پڑ جائے گا تو بڑھا دینا مطلوب اور جو ابھی نماز میں نہ ملے گا مسجد میں آیا ہے وضو وغیرہ کرے گا یا وضو کر رہا ہے اس کے لیے قدر مسنون پر نہ بڑھائے بلکہ اگر بڑھانا موجب ثقل حاضرین نماز ہوگا تو سخت ممنوع و ناجائز المسالۃ وواردۃ فی الکتب بسطھا الشامی فی صفۃ الصلوٰۃ وما قلتہ عطر التحقیق

(د) تسبیح پڑھ چکا ہو یا ابھی کچھ پڑھنے پایا ہو اسے قنوت کے لیے رکوع چھوڑنے کی اجازت نہیں اگر قنوت کے لیے قیام کی طرف عود کیا گناہ کیا پھر قنوت پڑھے یا نہ پڑھے اس پر سجدہ سہو ہے۔ درمختار میں ہے:۔

لو نسی القنوت ثم تذکرہ فی الرکوع لا یقنت فیہ لفوات محلہ ولا یعود الی القیام فان اعاد وقنت ولم یعد الرکوع لم تفسد صلاتہ ویسجد للسھو قنت او لا لزوالہ عن محلہ اھ اقول وقولہ ولم یعد الرکوع ای ولو لم یعدہ لانہ لم یرتفض بالعود للقنوت لکان لو اعادہ فسدت لان زیادۃ ما دون رکعۃ لا تفسد نعم لا یکفیہ اذن بسجود السھو لانہ اخر السجدۃ بھذا الرکوع عمدا فعلیہ الاعادۃ بسجد للسھو اذا لم یسجد۔

(ھ) وہ آیت کہ چھ حرف سے کم نہ ہو اور بہت نے اس کے ساتھ یہ بھی شرط لگائی کہ صرف

ایک کلمہ کی نہ ہو تو ان کے نزدیک مُدْهَامَّتٰنِ اگرچہ پوری آیت اور چھ حرف سے زائد ہے جواز نماز کو کافی نہیں۔ اسی کو منیہ و ظہیریہ و سراج و ہاج و فتح القدیر و بحر الرائق و درمختار وغیرہا میں اصح کہا اور امام الاجل علی اسبیجابی و امام ملک العلماء و ابوبکر مسعود کاشانی نے فرمایا کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف مدھامتن سے بھی نماز جائز ہے اور اس میں اصلاً ذکر خلاف نہ فرمایا درمختار میں ہے:

اقل قرأۃ ستۃ احرف ولو تقدیرا کلم یلد اذا کانت کلمۃ فالاصح عدم الصحۃ

ہندیہ میں ہے:

الاصح انہ لا یجوز کذا فی شرح الجمع لابن ملک وھکذا فی الظہیریۃ والسراج الوھاج وفتح القدیر۔

فتح القدیر میں ہے:

لو کانت کلمۃ نحو مدھامتن، ص، ق، ن، فان ھذہ آیات عند بعض القراء الاصح انہ لا یجوز لانہ لیس بما عدا الا قارما۔

بحر الرائق میں اسے ذکر کرکے فرمایا:

کذا ذکرہ الشارحون وھو مسلم فی ص ونحوہ اما فی مدھامتن ہ فذکر الاسبیجابی وصاحب البدائع انہ یجوز علی قول ابی حنیفۃ من غیر ذکر خلاف بین المشائخ۔ بدائع میں ہے: فی ظاہر الروایۃ قدر ادنی المفروض بالآیۃ الطویلۃ کقولہ تعالیٰ مدھامتن وما قالہ ابو حنیفۃ اقیس اقول اظہر یہی ہے مگر جبکہ ایک جماعت اسے ترجیح دے رہی ہے تو احتراز ہی میں احتیاط ہے۔ خصوصاً اس حالت میں کہ اس کی ضرورت نہ ہوگی مگر مثل فجر میں جبکہ وقت قدر واجب سے کم رہا ہو ایسے وقت ثم نظر کہ بالاجماع ہمارے امام کے نزدیک ادائے فرض کو کافی ہے، مدھامتن سے جلد ادا ہو جائے گا کہ اس میں حرف بھی زائد ہیں اور ایک مد متصل ہے جس کا ترک حرام ہے ہاں جسے یہی یاد ہو اس کے بارے میں وہ کلام ہوگا اور احوط اعادہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۰:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر عورت حج کو جانا چاہتی ہے اور شوہر اُس کا اس کو منع کرے کسی عذر سے تو جا سکتی ہے۔ بغیر اجازت شوہر کے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

اگر محرم ساتھ ہے اور حج اُس پر فرض ہے تو جائے گی ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۱:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شوہر کسی کام کے کرنے کا حکم کرے اور وقت نماز آتا ہے کہ اگر اُس کے حکم کی تعمیل کرے تو پھر نماز کا وقت باقی نہیں رہے گا تو اس صورت میں عورت نماز پڑھے یا حکم شوہر بجالائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

نماز پڑھے ایسا حکم ماننا حرام ہے۔

مسئلہ ۴۲:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے قیام میلاد شریف اگر مطلقاً ذکر خیر کی وجہ سے کیا جاتا ہے تو اوّل وقت سے کیوں نہیں کیا جاتا اس لیے کہ اوّل سے ذکر خیر ہی ہوتا ہے اور اگر اس خیال سے کیا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رونق افروز ہوتے ہیں۔ تو کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اوّل وقت سے رونق افروز نہیں ہوتے اگر ہوتے ہیں تو ابتدائے مجلس مبارک قیام ہی سے کیوں نہیں ہوتا اور اگر نہیں کیا تو فظہر فولد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہی کے وقت جلوہ افروز ہوتے اور تا قیام تشریف فرما رہتے اور فوراً لوگوں کے بیٹھتے ہی تشریف لے جاتے ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کا آنا لوگوں کے قیام و نیز میلاد خواں کے فظہر فولد کہنے پر موقوف ہے کیا یہ زید کا کہنا لغو ہے یا نہیں اور اس کا کافی جواب کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

زید کی یہ سب حماقتیں جہالتیں سفاہتیں ہیں۔ مہمل ولایعنی سقوق اپنی طرف سے ایجاد

کیے اور سجدہ حقیقی - ہے اُس کی طرف اُسے - ہدایت نہ ہوئی تعظیم ذکر اقدس مثل تعظیم ذات انور ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تعظیم ذات باختلاف حالات مختلف ہوتی ہے معظم کے قدوم کے وقت قیام کیا جاتا ہے اور اس کے حضور کے وقت باادب اُس کے سامنے بیٹھنا تعظیم ہے - ذکر شریف میں بھی ذکر قدوم کی تعظیم قیام سے ہے اور باقی وقت کی تعظیم باادب قعود سے ولکن الوھابیۃ قوم لا یعقلون - واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۳:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید معاذ اللہ یہ کہے کہ میں عیسائی یا وہابی یا کافر ہو جاؤں گا - نام ایک فرقہ کا لیا آیا وہ انہیں میں سے ہو گا یا نہیں، یا یہ کہے کہ جی چاہتا ہے کہ غیر مقلد ہو جاؤں یا یہ کہے کہ غیر مقلد ہونے کو جی چاہتا ہے یہ قول کیسا ہے اگرچہ کسی کو چھیڑنے یا مذاق کی غرض سے کہے بینوا توجروا۔

الجواب:

جس[۵] نے جس فرقہ کا نام لیا اُس فرقہ کا ہو گیا مذاق سے کہے یا کسی دوسری وجہ سے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۴:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص نماز میں تعدیل ارکان نہ کرے یعنی رکوع کے بعد سیدھا نہ کھڑا ہو سجدہ کے بعد بیٹھنے نہ پائے کہ دوسرا سجدہ کرے بلکہ ایسا دیکھا گیا کہ اول سجدہ سے ایک دو بالشت سر اٹھایا بعدہ دوسرا سجدہ کر لیا ایسے شخص کی نماز ہو گی یا نہیں ؟

---

۵ اس پر کوئی یہ کہے کہ ہم نے کہا کہ مٹھائی کھاؤں گا تو کہنے سے ہم نے کھایا تو نہیں اسی طرح سے اگر ہم کسی فرقہ باطلہ کا نام لیں کہ اس فرقہ سے ہو جاؤں گا، تو اس فرقہ سے نہ ہونا چاہیئے ج صرف کہنے سے آدمی کھاتا تو نہیں اور کفر و دین و اسلام کہنے سے ہوتے ہیں س اس سے لازم آتا ہے کہ اگر کافر کہے کہ مسلمان ہو جاؤں گا تو مسلمان ہو جائے حالانکہ نہیں ج کافر کے اس قول سے صرف اسلام کا پسند کرنا لازم آتا ہے اور پسند سے مسلمان نہیں ہوتا جب تک اسلام نہ لائے اور مسلمان کا دوسرا فرقہ باطلہ کو پسند کرنا خود کفر ہے لہذا یہاں کفر پایا جائے گا وہاں اسلام نہیں پایا جائے گا جب تک اسلام نہ لائے۔

الجواب:

ایسی نماز قریب نہ ہونے کے ہے اور اُس کا پھیرنا واجب اور پڑھنا گناہ - حدیث میں فرمایا کہ اگر ساٹھ برس ایسی نماز پڑھے گا قبول نہ ہوگی دوسری حدیث میں ہے:

انا نخاف لو مت علی ذلک — ہم خوف کرتے ہیں اگر تو اس حال پر مرا تو محمد
لمت علی غیر الفطرۃ ای غیر دین — صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین پر نہ مرے گا
محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم - — واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ ۴۵:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت بغیر اجازت شوہر کے مرید ہو سکتی ہے یا نہیں، اگر بغیر اجازت ہو گئی تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا -

الجواب:

ہو سکتی ہے - واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ ۴۶:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لڑکی بالغہ ہو گئی اور فی الحال کوئی کفو نہیں ملتا کہ جس کے یہاں نکاح ہو، غیر کفو ملتے یعنی کم حیثیت والے یا لڑکی کے والدین سے زائد حیثیت کے ملتے ہیں مگر ذاتاً کامل اچھے نہیں مثلاً لڑکے کے آباؤ اجداد اچھے تھے لیکن ان کی جورو طوائف تھی بعد نکاح اس سے یہ لڑکا ہوا تو دونوں میں کس کے یہاں کرنا بہتر ہے یا کفو کا منتظر رہے؟ بینوا توجروا -

الجواب:

فقط مالی حیثیت میں کم ہونا مانع کفاءت نہیں کفو وہ نہیں ہے جس کے ساتھ اس عورت کا نکاح اس کے اولیا کے لیے باعث ننگ و عار ہو باپ اگر شریف القوم ہے اور طوائف سے بعد اس نے نکاح کیا تو اس سے بچے کے نسب پر حرف نہیں آتا - واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ ۴۷:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اوّل رکعت میں ایک رکوع یا سورہ پڑھی دوسری

رکعت میں اگر اس سے مقدم کی سورہ یا رکوع زبان پر سہواً جاری ہو جائے تو اسی کو پڑھے۔ اور موخر کی سورہ یا رکوع پڑھے اس کو چھوڑ دے اگر پڑھ کر نماز تمام کر لی تو ہو گئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

زبان سے سہواً جس سورہ کا ایک کلمہ نکل گیا اسی کا پڑھنا لازم ہو گیا مقدم ہو خواہ موخر خواہ مکرر ہاں قصداً تبدیل ترتیب گناہ ہے اگرچہ نماز جبب بھی ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۸:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ:۔

(۱) یہ کہ بعد اذاں ثانی کے پہلے اردو اشعار پڑھ لیے جائیں بعدہ فوراً خطبہ شروع کر دیا جائے۔

(۲) یہ کہ بعد خطبہ پڑھنے کے فوراً اشعار اردو پڑھیں بعدہ نماز کو کھڑے ہوں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

دونوں صورتیں خلاف سنت ہیں غیر عربی کا خطبہ میں ملانا ترک سنت متوارثہ ہے نہ ترک واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۹:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قصر روزہ نماز کے لیے کہاں تک حد رکھی گئی ہے بذریعہ ریل دو شب دو دن کے سفر میں قصر روزہ نماز ہو گا یا نہیں اگر نہیں تو کتنے دن کے سفر میں قصر چاہیے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

ساڑھے ستاون میل مدت سفر ہے ریل میں ہو خواہ پیادہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۰:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بوقت زوال قرآن پڑھنا چاہیے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

آفتاب نکلتے ڈوبتے اور ٹھیک دوپہر کو قرآن مجید کی تلاوت کی جگہ اور ذکر الٰہی درود

شریفہ وغیرہ پڑھیں۔ وہ تین وقت تلاوت کے لائق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۱:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آیت ۵ پر ٹھہرنا یا رکوع یا وقف کرنا کیسا ہے کیا قباحت ہے اگر جس آیت پر ۵ ہے رکوع کر دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں مثلاً اوپر سے پڑھتا آیا اور صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۵ پر رکوع کر دیا تو جائز ہے یا کچھ حرج بھی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

ہر آیت پر وقف مطلقاً بلا کراہت جائز بلکہ سنت سے مروی ہے رہا رکوع اگر معنے تام ہو گئے جیسے آیۂ مذکورہ میں کہ اس کے بعد دوسری تمثیل مستقل ارشاد ہوئی ہے جب تو اصلاً حرج نہیں اور اگر معنی بے آیت آئندہ کے ناتمام ہیں تو نہ چاہیے خصوصاً امثال فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۵ میں کہ نہایت قبیح ہے اور ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۵ میں قبح اس سے کم ہے نماز بہرحال ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۲:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سوائے شراب کے بھنگ افیون۔ تاڑی۔ چرس کوئی شخص اتنی مقدار میں پیے کہ اس سے نشہ نہ آئے تو وہ شخص حرام کا مرتکب ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

نشہ بڑا تہ حرام ہے نشہ کی چیزیں پینا جس سے نشہ بازوں کی مشابہت ہو اگرچہ حد نشہ تک نہ پہنچے یہ بھی گناہ ہے یہاں تک کہ علما نے تصریح فرمائی ہے کہ خالص پانی دور شراب کی طرح پینا بھی حرام ہے ہاں اگر دوا کے لیے کسی مرکب میں افیون یا بھنگ یا چرس کا اتنا جز ڈالا جائے۔ جس کا عقل پر اصلا اثر نہ ہو حرج نہیں بلکہ افیون میں اس سے بھی بچنا چاہیئے کہ اس خبیث کا اثر ہے کہ معدے میں سوراخ کر دیتی ہے جو افیون کے سوا کسی بلا سے نہیں بھرتے تو خواہی نخواہی بڑھانی پڑتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۳ :

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سامنے سے گزرا دوسرے سے کہا صلوٰۃ ہوگئی اور جماعت تیار ہے اس نے کہا نماز پڑھنے والے پر لعنت بھیجتا ہوں جب یہ ذکر ایک تیسرے شخص کے سامنے ہوا اور لوگوں نے کہا یہ کلمۂ کفر ہے تو اس نے کہا کہ ایسی باتوں سے کفر نہیں عائد ہوا کرتا حالانکہ یہ شخص عاقل بالغ ہے اس شخص کا کیا حکم ہے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب :

اس کہنے سے وہ شخص کافر ہوگیا اس کی عورت نکاح سے نکل گئی اور یہ تیسرا بھی نئے سر سے کلمۂ اسلام پڑھے اور اپنی عورت سے اس کے بعد نکاح کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۴ :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے بعد مکان چھوڑنے اپنے دوسال کے ایک خط صرف بنام وارث زوجہ اپنی کے اس مضمون کا لکھا کہ ہم اپنی زوجہ کو طلاق دیتے ہیں اب اسکو بے میرے چاہیے کہ گھر سے میرے چلی جائے اب ہمارا آنا نہیں ہوگا اور اس کا نشان و پتہ نہیں کہ کہاں چلا گیا۔ حروف اس خط کا اس کے دوسرے خطوں کے ساتھ ملتا جلتا ہے شبہہ کو دخل نہیں۔ آیا طلاق ہوئی یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب :

اگر عورت باور کرتی ہے کہ یہ خط اس کے شوہر ہی کا ہے تو اُسے اختیار ہے کہ بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرے۔ کما نص علیہ فی الھندیۃ عن محیط السرخسی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۵ :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایام حمل میں طلاق دینا جائز ہے یا نہیں ؟ اگر جائز ہے تو عدت اس کی کیا ہے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب :

حمل میں طلاق نہ دی جائے اگر دے گا ہو جائے گی عدت وضع حمل ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۶:

چہ می فرمائید علمائے دین و شرع متین دریں مسئلہ کہ امام نے سورۂ الم پورے رکوع یعنی وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ تک پڑھی جس میں الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ تک ٹھیک پڑھی بعدہ بجائے وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ کے وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ پڑھ کر آگے کو پڑھ گئے اور آگے بجائے اِنَّ الَّذِيْنَ کے وَالَّذِيْنَ پڑھی اور سجدۂ سہو بھی کیا نماز ہوئی یا نہیں صرف آیات مذکورہ کے پڑھنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

نماز ہو گئی سجدۂ سہو کی بھی کوئی حاجت نہ تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۷:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی پنواڑی یا کسی سرمہ فروش کو دس یا پانچ روپے کوئی شخص دے اور اس سے کہے کہ جب تک میرا روپیہ تمہارے ذمہ رہے مجھے پان بقدر خرچ روزانہ کے دیا کرو اور جب روپیہ واپس دوں گے تو مت دینا یہ صورت جائز ہے یا نہیں اور نہیں تو جواز کی کونسی صورت ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

یہ صورت خاص سود اور حرام ہے۔ سود کے جواز کی کوئی شکل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۸:

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نصاب کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا بمقدار اس کے روپیہ موجود ہوں جب قربانی واجب ہے یا کہ اتنی مقدار کی مالیت ہو چاہے اس کے پاس کاشت ہو یا چوپائے ہوں اگر ایک شخص کے پاس ساٹھ روپیہ کی بھینس یا بیل ہے تو اس پر قربانی ہے یا نہیں کسی شخص کو ہزار روپیہ ماہوار کی آمدنی ہے لیکن بزمانہ قربانی ایک روپیہ بھی اس کے پاس موجود نہیں تو کیا وہ شخص قرض لے کر

قربانی کرے گا یا نہیں؟ علی ہذا القیاس کاشت فروخت کر کے قربانی کرے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

قربانی واجب ہونے کے لیے صرف اتنا ضروری ہے کہ وہ ایام قربانی میں اپنی تمام اصلی حاجتوں کے علاوہ چھپن ۵۶ روپیہ کے مال کا مالک ہو چاہے وہ مال نقد ہو یا بیل بھینس یا کاشت کاشت کار کے ہل کے بیل اس کی حاجت اصلیہ میں داخل ہیں ان کا شمار نہ ہو۔ ہزار روپیہ ماہوار کی آمدنی والا آدمی قربانی کے دن چھپن روپیہ کے مال کا مالک نہ ہو یہ صورت خلاف واقعہ ہے اور اگر ایسا فرض کیا جائے کہ اس وقت وہ فقیر ہے تو ضرور اس پر قربانی نہ ہوگی اور جس پر قربانی ہے اور اس وقت نقد اس کے پاس نہیں وہ چاہے قرض لے کر کرے یا اپنا کچھ مال بیچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۹:

کیا فرماتے ہیں علمائے احناف اس مسئلہ میں کہ امام کو تین آیتوں کے بعد معنی میں فساد ہو گیا جیسا کہ سورۂ یوسف کے شروع میں چار آیات کے بعد رَاَیْتُھُمْ کی جگہ رَاَیْتُھُمْ پڑھا اس حالت میں نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

فساد معنی اگر ہزار آیت کے بعد ہو نماز جاتی رہے گی مگر یہاں رَاَیْتُھُمْ میں ت کا زبر پڑھنا مفسد نہیں نماز ہو گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۰:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر اذان نہ ہوئی ہو یا ہوئی ہو مگر غلط تو نماز میں کیا خرابی ہے جبکہ ان صورتوں میں نماز پڑھی۔ نماز تراویح حافظ نابالغ پڑھا سکتا ہے یا نہیں۔ نابالغ اذان دے سکتا ہے یا نہیں۔ اگر دیدی ہو تو لوٹانی چاہیئے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

۱) بغیر اذان کے جماعت کرنا مکروہ ہے اور نماز مکروہ ہوگی اور اذان اگر ایسی غلط ہوئی کہ شرعاً اذان نہ ٹھہری تو وہ بھی بغیر اذان ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) نابالغ کے پیچھے بالغ کی کوئی نماز نہیں ہو سکتی اگرچہ تراویح یا نفل محض ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) نابالغ اگر عاقل ہے کہ اس کی اذان اذان سمجھی جائے تو حرج نہیں اور اگر اُس کی اذان کو اذان نہ سمجھیں نفل گمان کریں گے تو لوٹائی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۱:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بعد ختم ہونے وقت سحری کے حقہ پیا بگمان شب کے یعنی وقت سحری کے تو اس کا روزہ ہوا یا نہیں بینوا توجروا

الجواب:

اگر بعد طلوع صبح صادق پیا روزہ نہ ہوا اُسے پورا کرے اور قضا رکھے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۲:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سونے چاندی۔ پیتل کانسہ وغیرہ کی انگوٹھی یا بٹن یا گھڑی کی زنجیر مرد کو پہننا جائز ہے یا نہیں اور ان کو پہن کر نماز پڑھنا یا پڑھانا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

چاندی کی ایک انگوٹھی ایک نگ کی ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کی مرد کو پہننا جائز ہے اور دو انگوٹھیاں یا کئی نگ کی ایک انگوٹھی یا ساڑھے چار ماشہ خواہ زائد چاندی کی اور سونے کانسے پیتل لوہے تانبے کی مشقّا ناجائز ہیں گھڑی کی زنجیر سونے چاندی کی مرد کو حرام اور دھاتوں کی ممنوع ہے اور جو چیزیں ممنوع کی گئی ہیں ان کو پہن کر نماز اور امامت مکروہ تحریمی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۳:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سونے چاندی کے بلا زنجیر کے بٹن مرد کو درست ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

بے زنجیر کے بٹن چاندی سونے کے مرد کو جائز ہیں اور زنجیر دار منع ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۴:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص چاندی کے زنجیر دار بٹن بہ نیت زیبائش نہ پہنے بلکہ اس خیال سے پہنے کہ دوسری قسم کے بٹن جلد ٹوٹ جاتے ہیں تو پہننا درست ہیں یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب:

اس نیت سے ناجائز جائز نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۵:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہ شخص جس نے سنتیں فجر کی نہ پڑھی ہوں اور دس بارہ منٹ طلوع میں باقی ہوں تو وہ نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں اسی طرح ظہر کی سنتیں بغیر پڑھے امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

اگر وقت بقدر فرض ہی باقی ہے تو آپ ہی سنتیں چھوڑ دے گا پھر اگر جماعت میں کسی نے ابھی سنتیں نہ پڑھیں یا جس نے پڑھیں وہ قابل امامت نہیں تو جس نے نہ پڑھیں وہی امامت کرے گا اور اگر وقت میں وسعت ہے تو سنت قبلیہ کا ترک کرنا گناہ ہے اور اس کی امامت مکروہ۔ دس بارہ منٹ میں سنتیں اور فرض دونوں ہو سکتے ہیں سنتیں پڑھ کر نماز پڑھائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۶:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز کے واسطے سوتے آدمی کو جگانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

جگانا ضرور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۷:

کیا فرماتے ہیں علمائے احناف اس مسئلہ میں کہ تکبیر کھڑے ہو کر سننا مسنون ہے یا بیٹھ کر؟

الجواب:

بیٹھ کر سُنے کھڑے ہو کر سُننا مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۸:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام رکوع میں ہے اور ایک شخص صرف ایک تکبیر کہہ کر شامل جماعت ہو گیا تو یہ تکبیر تحریمہ یعنی ادا ہوئی یا مسنونہ اس صورت میں نماز اس مقتدی کی ہو گی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

اگر اس نے تکبیر تحریمہ کہی یعنی سیدھے کھڑے ہوئے تکبیر کہی کہ ہاتھ پھیلائے تو زانوں تک نہ جائے تو نماز ہو گئی اور اگر تکبیر انتقال یعنی جھکتے ہوئے تکبیر کہی تو نماز نہ ہو گی اُسے دو تکبیر کہنے کا حکم ہے تکبیر تحریمہ اور تکبیر انتقال۔ پہلی تکبیر تحریمہ قیام کی حالت میں اور دوسری تکبیر انتقال رکوع کو جاتے ہوئے درمختار میں ہے:۔

ولو وجد الامام راکعا فکبر منحنیا ان الی القیام اقرب صح ولغت نیته تکبیرة الرکوع۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۹:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو غسل کی حاجت ہے اگر وہ غسل کرتا ہے تو فجر کی نماز قضا ہوتی جاتی ہے تو ایسی حالت میں کیا کرے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور غسل کر کے پھر اعادہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ داڑھی منڈانے اور خصی کرانیوالا اور حد شرعی سے کم رکھنے والا فاسق ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز فرض خواہ تراویح پڑھنا چاہیے یا نہیں اور حدیث شریف میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے حق میں کیا ارشاد فرمایا ہے اور وہ حشر کے دن کس گروہ میں اُٹھے گا۔ بینوا توجروا

الجواب:

داڑھی منڈانے اور کتروانے والا فاسق معلن ہے اُسے امام بنانا گناہ ہے فرض ہو یا تراویح کسی نماز میں اُسے امام بنانا جائز نہیں حدیث میں اس پر غضب اور ارادۂ قتل وغیرہ کی وعیدیں وارد ہیں اور قرآن عظیم میں اس پر لعنت ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مخالفوں کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۱:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ داڑھی شرعی کتنی ہونی چاہیئے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

ٹھوڑی سے نیچے چار انگل چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۲:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طلوع آفتاب سے کتنی دیر بعد نماز قضا پڑھنے کا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

طلوع کے بعد کم از کم ۲۰ منٹ کا انتظار واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۳:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبروں کا پختہ بنانا روا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

میت کے گرد پختہ نہ ہو اوپر کا حصہ پختہ کر دیں تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۴:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی سُنی مسلمان کسی وہابی یا یہودی یا نصرانی یا کسی کافر سے بات چیت کرے یا کسی کے پاس بیٹھے یا نوکری کرے تو یہ مسلمان کافر ہو گیا یا نہیں اور اگر کافر نہ ہوا تو دوسرا شخص اُس کو کافر کہے اس کے لیے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: کافر اصلی غیر مرتد کی نوکری جس میں کوئی امر ناجائز شرعی کرنا نہ پڑے جائز ہے اور

دنیوی معاملہ کی بات چیت اس سے کرنا اور اس پر کچھ دیر اس کے پاس بیٹھنا منع نہیں اتنی بات پر کافر بلکہ فاسق بھی نہیں کہا جا سکتا ہاں مرتد کے ساتھ یہ سب مطلقاً منع ہیں اور کافر اس وقت بھی نہ ہوگا مگر یہ کہ اس کے مذہب و عقیدہ کفر پر مطلع ہو کر اس کے کفر میں شک کرے تو البتہ کافر ہو جائے گا۔ بجز ثبوت وجہ کفر کے مسلمان کو کافر کہنا سخت گناہ عظیم ہے بلکہ حدیث میں فرمایا کہ وہ کہنا اُسی کہنے والے پر پلٹ آتا ہے۔ والعیاذ باللہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۵:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی زوجہ کو اس کے والدین کے یہاں جانے کو اس وجہ سے منع کرتا ہے کہ ایک مکان ہے جس کا دروازہ اور صحن بھی ایک ہے جس میں زید کی زوجہ کے والدین ہیں اور دو غیر شخص کرایہ دار ہیں ایسی صورت میں زید کو اپنی زوجہ کے شرعاً روک لینے کا حکم ہے یا نہیں اگر بلا اجازت زید کے زوجہ چلی جائے تو زید کیا سزا دے سکتا ہے۔

الجواب:

اگر وہاں شرعی پردہ کا بندوبست ہو سکتا ہے تو زید اس کا بندوبست کرے اور عورت کو آٹھویں دن ماں باپ کے پاس صرف دن میں جانے کی اجازت دے رات کو وہاں نہ رہے ایسی حالت میں اتنے جانے سے نہیں روک سکتا اور اگر روکے تو عورت آٹھویں دن بلا اجازت بھی بندوبست پردہ کے ساتھ دن کے دن جا کر واپس آ سکتی ہے۔ زید اگر اتنی بات پر سزا دے گا، ظالم ہوگا۔ اور اگر وہاں شرعی پردہ کا بندوبست نہیں ہو سکتا تو بلاشبہ زید روک سکتا ہے بلکہ روکنے کا حکم ہے۔ اور عورت اگر بلا اجازت چلی جائے تو جب تک واپس نہ آئے اس کا نان و نفقہ ساقط ہے اور زید اُسے جائز سزا دے سکتا ہے کہ اوّلاً سمجھائے۔ نہ مانے تو اس سے الگ سوئے نہ مانے تو مارے مگر نہ مونہہ پر نہ ایسا کہ ضرب شدید ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۶:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ذکر جلی کرنا جائز ہے یا نہیں اور آواز کس قدر بلند کر سکتا ہے کوئی حد معین ہے یا نہیں، حلقہ باندھ کر ذکر کرتے کرتے کھڑے ہو جانا اور سینہ پر ہاتھ مارنا، ایک دوسرے پر گر پڑنا، لپٹ جانا، رونا، زاری

کی دھوم مچنا کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

ذکر جلی جائز ہے حد معین یہ ہے کہ اتنی آواز نہ ہو جس سے اپنے آپ کو ایذا ہو یا کسی نمازی یا مریض یا سوتے کو تکلیف پہنچے اور ذکر کرتے کرتے کھڑا ہو جانا وغیرہ افعال مذکورہ اگر بحالت وجد ہوں صحیح ہیں کوئی حرج نہیں اور معاذ اللہ ریا کے لیے بناوٹ ہیں تو حرام بینہما وسط لایذکر للحرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص نماز نہیں جانتا اور نہ کلمہ یاد ہے اور جو اس سے کہا جاتا ہے کہ کلمہ یاد کرو اور نماز سیکھو تو کہتا ہے کہ ہم نہیں سیکھیں گے اور نہ ہم سے یاد ہوگا اور نہ ہم سے ہو سکے گا۔ پس شرعاً کیا حکم ہے بتفصیل تحریر فرمائیے اور وہ ایک انگریز کے یہاں ملازم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

اس کو نئے سرے سے مسلمان ہونا چاہیے جس سے کلمہ طیبہ پڑھنے کو کہا جائے اور وہ انکار کرے اس کی نسبت علما نے حکم کفر لکھا ہے نہ کہ جو کلمہ سیکھنے ہی سے انکار کرے۔ والعیاذ باللہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ برائے تعلیم مناظرہ دو سنی۔ ایک سنی اور ایک وہابی بن کر مباحثہ کریں یعنی ایک وہابیہ کے اعتراضات یا ان کی طرف سے جوابات پیش کرے۔ دوسرا سینوں کی طرف سے تو جائز و بہتر ہے یا نہیں علی ہذا القیاس دوسرے بدمذہبوں کے مباحث مجلس عام نہ ہوگی۔ طلبہ ہوں گے اگرچہ مبتدی؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

بلا اکراہ وہابی بننا وہابی ہونا ہے۔ کافر بننا کافر ہونا ہے مناظرہ کا تمرن سانگ یا تھیٹر نہیں کہ وہابی بن ہی کر ہو ہاں اگر وہابی بننا نہ ہو اور تمرن کے لیے وہابیہ کے شبہات ایک دوسرے

پر پیش کر کے جواب سنے اور بحث کرے تو تین شرطوں سے جائز ہے:

(ا) یہ شبہات پیش کرنے والا مستقل مستقیم متصلب سُنّی ہو ایسا نہ ہو کہ کوئی شبہ خود اس کے قلب میں خدشہ ڈال کر متزلزل کر دے کہ بحث بالائے طاق ایمان ہی جاتے۔

(ب) جب جواب شافی پائے بات نہ پائے کہ عناد مطلقاً حرام ہے نہ کہ ایسی صورت میں۔

(ج) وہاں طلبہ خواہ بغیر کوئی ایسا نہ ہو جس پر اس سے فتنہ و تذبذب کا اندیشہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۹:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں اکثر مسلمان اپنی لاعلمی سے مشرکین کی بابت کہتے ہیں۔ فلاں شخص فلاں کام میں یا اخلاق میں اچھا ہے یہ کہنا مسلمان کا کس حد تک جائز ہے اور کیا گناہ اُس کے ذمہ عائد ہوتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

اخلاق میں اچھا کہنا گناہ ہے اور کسی دنیوی کام میں کہنا مثلاً تیرتا اچھا ہے یا گھوڑے پر اچھا چڑھتا ہے یا اچھا بولتا ہے حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۰:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک طالب علم جس کا عرصہ قریب تین سال کا ہوا انتقال ہو گیا اُس کی تجہیز و تکفین اہل محلہ کی جانب سے ہوئی تھی اُس کے پاس کچھ سامان جو کہ اس کا ذاتی تھا کنجی بستر و چند کتابیں اور چار روپیہ نقد نکلے جو کہ اہل محلہ میں سے ایک شخص کے پاس امانتاً اب تک جمع ہے اس سامان وغیرہ کی بابت اس کے ورثہ کو مدرسہ منظر اسلام کے طالب علموں کے ذریعہ سے اطلاع دی گئی لیکن اس وقت تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں پایا گیا لہٰذا اس سامان کو کسی دوسرے طالب علم کے صرف میں لانا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب:

تلاش ورثہ میں کوشش کی جائے جب ناامیدی ہو جائے کسی غریب متقی طالب کو دے دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۱:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کثرہم اللہ تعالیٰ وانصرہم وایدہم اس مسئلہ میں کہ ایک سینوں کے محلہ میں مگر قادیانی اگر بسا زیادتی نے مردوں عورتوں کو اس کے گھر میں جانے سے اُس سے خلا ملا میل جول حصہ بخرہ رکھنے سے منع کیا ہندہ جس کے بیٹے وغیرہ سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہیں اس نے کہا کہ بڑے نمازیہ پڑھ کر ملا ہوگئے ہم عذاب ہی بھگت لیں گے۔ اس بیچارے قادیانی کو دق کر رکھا ہے تو اب ہندہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

ہندہ نماز کی تحقیر کرنے اور عذاب الٰہی کو ہلکا ٹھہرانے اور قادیانی کو اس فعل مسلمانان سے مظلوم جاننے اور اُس سے میل جول چھوڑنے کو ظلم و ناحق سمجھنے کے سبب اسلام سے خارج ہوگئی۔ اپنے شوہر پر حرام ہوگئی جب تک نئے سرے سے مسلمان ہو کر اپنے اُن کلمات سے توبہ نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۲:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قادیانی مذہب ایسی جگہ آباد ہوا جہاں بالکل قطعاً مسلمان رہتے ہیں وہ قادیانی مسلمانوں کو بھکانا چاہتا ہے نیز ان کے یہاں کا اصول بھی یہی ہے کہ ناسمجھ مسلمانوں کو اخلاق و نرمی سے اپنی طرف کھینچ کر بہکا لیتے ہیں اس خوف سے جمیع مسلمانوں نے اس سے علیحدگی اختیار کر لی اور کسی نے اس سے میل جول نہ رکھا مگر اسی محلہ کا ایک سقہ اُس قادیانی سے مانوس ہوگیا اس کی بی بی نے اپنے شوہر سقہ کو منع کیا اور کہا ہم کو تم کو خدا اور رسول سے کام پڑے گا۔ ایسے بد مذہب سے علیحدہ رہو اور پانی بھی اس کے یہاں نہ بھرو ایک روپیہ مہینہ نہ سہی اس پر وہ سقہ اپنی بی بی کو طلاق دینے کے لیے تیار ہوگیا اور کہنے لگا تو میرے مکان سے نکل جا میں تو اُس قادیانی سے ایسا ہی ملوں گا اور پانی بھروں گا گو میرے تمام بھکانے جھوٹ جائیں مگر میں اس کو نہ چھوڑوں گا ہاں اگر سارے شہر کے بہشتی ایسا ہی کریں اور چھوڑ دیں تو میں بھی چھوڑ دوں ورنہ میں اس کو نہیں چھوڑ سکتا۔ بلکہ اگر وہ قادیانی سور کہا جائے گا تو میں بھی سور کہا ؤں گا۔

سوال یہ ہے کہ جن مسلمانوں نے اُس سے ترک سلام و کلام کر دیا ہے اُن کے واسطے از روئے شریعت کیا جزا ملے گی اور سقہ کے واسطے شریعت پاک کا کیا حکم ۔ بینوا توجروا۔

الجواب :

مسلمانوں کے لیے ثواب عظیم اور اس فعل سے اللہ و رسول کی رضا ہے جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور وہ سقہ اشد گنہگار و مستحق عذاب نار ہے سقاوں اور اُن کے چودھری کو لازم ہے کہ اگر وہ توبہ نہ کرے تو اُسے برادری سے نکال دیں اللہ عزوجل فرماتا ہے ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۳ :

کیا ارشاد ہے شریعت مقدسہ کا اس مسئلہ میں کہ زید بد مذہبوں کے یہاں کا کھانا علانیہ کھاتا ہے بد مذہبوں سے میل جول رکھتا ہے مگر خود سُنی ہے اُس کے پیچھے نماز کیسی ہے اور اس کی تراویح سننا کیسا ہے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب :

اس صورت میں فاسق معلن ہے اور امامت کے لائق نہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۴ :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ جہیز کس کا حق ہوتا ہے لڑکی والوں کا یا لڑکے والوں کا بعد وفات زوجہ کے اُس کے جہیز میں تقسیم فرائض ہوگی یا نہیں زید جو سلیمہ کا شوہر تھا سلیمہ کے مرنے کے بعد کہتا ہے کہ میں نے اس کو کھلایا پلایا ہے لہذا جہیز میرا حق ہے یہ قول زید کا صحیح ہے یا باطل اگر جہیز میں تقسیم فرائض نہ ہو تو آیا صرف والدین کو ملے گا یا اور کس کس کو۔ بینوا توجروا۔

الجواب :

جہیز عورت کی ملک ہے اُس کے مرنے پر حسب شرائط فرائض ورثہ پر تقسیم ہوگا زید کا دعویٰ باطل محض ہے نفقہ کے عوض میں کچھ نہیں لے سکتا کہ نفقہ اس پر شرعاً واجب تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۵

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت کہ ایک مسجد کا حوض اس طرح پر ہے کہ نصف حوض کے داہنے بائیں صحن مسجد ہے اور نصف کے ارد گرد صرف زمین مقام الف میں اُس سیڑھیاں ہیں زید کو مرض ہے کہ اگر ڈھیلہ لے کر فوراً علی الاتصال پانی سے استنجا نہ پاک کرے تو قطرہ آجاتا ہے اب وہ استنجا کرتا ہوا آیا ہے پانی حوض میں بہت نیچا ہو گیا ہے اور ادھر اُدھر لوٹوں میں وضو کا بچا ہوا پانی رکھا ہے مقام ب سے فصل مقام الف تک ہاتھ میں ڈھیلا ہے درحالیکہ رزائی یا چادر وغیرہ اوڑھے ہو جا کر پانی لا سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔



الجواب:

جب کہ حوض کی فصیل ہی پر گیا اور چادر اوڑھے ہے صحن مسجد میں قدم نہ رکھا یوں جا کر پانی لے آیا اور غسلخانہ میں استنجا کیا تو اصلاً کسی قسم کا حرج نہیں فصیل حوض مسجد سے خارج ہے ولہٰذا اس پر وضو اذان بلا کراہت جائز ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۶:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رشتہ داروں کی کن کن عورتوں سے نکاح کر سکتے ہیں اور کن کن سے ناجائز ہے مفصل تحریر فرماویں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

یہ شخص جن کی اولاد میں ہے جیسے باپ دادا نانا یا جو اُس کی اولاد میں ہو جیسے بیٹا پوتا نواسا ان کی بیبیوں سے نکاح حرام ہے اور خسر کی بی بی سے بھی حرام ہے جبکہ وہ اپنی زوجہ کی حقیقی ماں ہو باقی رشتہ داروں کی بیبیوں سے اُن کی موت یا طلاق و انقضائے عدت کے بعد نکاح جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۷:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اہل سنت والجماعت

کو رافضیوں سے ملنا جلنا کھانا پینا اور رافضیوں سے سودا سلف خریدنا جائز ہے یا نہیں اور جو شخص سنی ہو کر ایسا کرتا ہے اُس کی نسبت شرعاً کیا حکم آیا ہے وہ شخص دائرۂ اہل سنت والجماعت سے خارج ہے یا نہیں اور شخص مذکورہ بالا سے تمام مسلمانوں کو اپنے دینی و دنیوی تعلقات منقطع کرنا چاہیئے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

روافض زمانہ علی العموم مرتد ہیں کما بینا فی رد الرفضہ ان سے کوئی معاملہ اہل اسلام کا سا کرنا حلال نہیں اُن سے میل جول نشست برخاست سلام کلام سب حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین ۔

حدیث میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سیاتی قوم لہم نبز یقال لہم	عنقریب کچھ لوگ آنے والے ہیں اُن کا ایک
الرافضۃ یضعون السلف ولا	بدلقب ہوگا انہیں رافضی کہا جائے گا سلف
یشہدون جمعۃ ولا جماعۃ	صالح پر طعن کریں گے اور جمعہ و جماعت میں
فلا تجالسوہم ولا تؤاکلوہم	حاضر نہ ہوں گے اُن کے پاس نہ بیٹھنا اُن
ولا تشاربوہم ولا تناکحوہم	ساتھ نہ کھانا نہ اُن کے ساتھ پانی پینا نہ
واذا مرضوا فلا تعودوہم	ان کے ساتھ شادی بیاہ کرنا بیمار پڑیں تو
واذا ماتوا فلا تشہدوہم	انہیں پوچھنے نہ جانا مر جائیں تو اُن کے
ولا تصلوا علیہم ولا تصلوا	جنازے پر نہ جانا نہ اُن پر نماز پڑھنا نہ
معہم۔	ان کے ساتھ نماز پڑھنا

پس ان کے ساتھ میل جول رکھے اگر خود رافضی نہیں تو کم از کم اشد فاسق ہے مسلمانوں کو اس سے بھی میل جول ترک کرنے کا حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۸:

تبارک صرف رجب شریف میں ہو سکتی ہے یا جب چاہیں کر لیں اور اگر میت پر اتنی قضا نمازیں یا روزے ہوں کہ اُس کے غریب ورثا ہر نماز کے بدلے ۱۷۵ ½ روپیہ بھر گیہوں نہ دے

سکیں تو اسقاط کا کیا طریقہ ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

تبارک ہر مہینہ میں ہو سکتی ہے یہ تعینات بغرض تحفظ و یاد دہانی ہوتے ہیں، اور میت کے ورثا جس قدر پر قادر ہیوں مسکین کو بہ نیت کفارہ دے کر قابض کر دیں وہ بعد قبضہ اپنی طرف سے وارث کو ہبہ کر دے وارث بعد قبضہ پھر بہ نیت کفارہ مسکین کو دے اسی طرح دور کرے یہاں تک کہ مقدار مطلوب ادا ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۹:

علمائے اسلام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ افیون کی تجارت اور اس کی دکان کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

افیون کی تجارت دوا کے لیے جائز اور افیونی کے ہاتھ بیچنا ناجائز ہے۔ لان المعصیۃ تقوم بعینہ۔ وکل ما کان کذلک کرہ بیعہ کما فی تنویر الابصار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۰:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ (۱) پیر سے پردہ ہے یا نہیں (۲) ایک بزرگ عورتوں سے بغیر حجاب کے حلقہ کراتے ہیں اور حلقہ کے بیچ میں بزرگ صاحب بیٹھتے ہیں توجہ ایسی دیتے ہیں عورتیں بیہوش ہو جاتی ہیں اچھلتی کودتی ہیں اور اُن کی آواز مکان سے باہر دور سنائی دیتی ہے ایسی بیعت ہونا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

پیر سے پردہ واجب ہے جبکہ محرم نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۲) بہ صورت محض خلاف شرع و خلاف حیا ہے ایسے پیر سے بیعت نہ چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۱:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زندگی کا بیمہ کرانا شرعاً جائز ہے یا حرام صورت اُس کی یہ ہے جو شخص زندگی کا بیمہ کرانا چاہتا ہے اُس سے یہ قرار پاتا ہے کہ ۵۵ سال یا ۶۰ سال

یا ۵۰ سال کی عمر تک مبلغ دو ہزار روپیہ جائے جمع روپیہ ماہوار کے حساب سے تنخواہ میں سے وضع ہوتے رہیں گے اگر وہ شخص ۵۵ سال تک زندہ رہا تو خود اُس کو اور اگر میعاد مقرر کے اندر مر گیا تو اُس کے ورثا کو دو ہزار روپیہ یکمشت ملے گا خواہ وہ بیمہ کرانے کے بعد اور اُس کی منظوری آنے کے بعد فوراً ہی مر جائے اور اگر میعاد مقرر تک زندہ رہا تو بھی وہی دو ہزار ملے گا بیمہ گورنمنٹ کی جانب سے ہو رہا ہے کسی کمپنی وغیرہ کو اُس سے تعلق نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

جبکہ یہ بیمہ صرف گورنمنٹ کرتی ہے اور اس میں اپنے نقصان کی کوئی صورت نہیں تو جائز ہے کوئی حرج نہیں مگر شرط یہ ہے کہ اُس کے سبب اُس کے ذمہ کسی خلاف شرع احتیاط کی پابندی نہ عائد ہوتی ہو جیسے روزوں یا حج کی ممانعت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۲:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ زید کا دادا پٹھان تھا دادی اور والدہ سیدانی اس صورت میں زید سید ہے یا پٹھان۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

شرع مطہر میں نسب باپ سے لیا جاتا ہے جس کے باپ دادا پٹھان یا مغل یا قریشی ہوں وہ انہیں قوموں سے ہوگا اگرچہ اس کی ماں اور دادی اور پردادی سب سیدانیاں ہوں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا:

من ادعیٰ الیٰ غیر ابیہ فعلیہ	جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے
لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس	آپ کو نسبت کرے اُس پر خدا اور سب
اجمعین لا یقبل اللہ منہ	فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے اللہ
یوم القیمۃ صرفا ولا عدلا	تعالیٰ قیامت کے دن اُس کا نہ فرض قبول
ھذا مختصرا۔	کرے نہ نفل۔

بخاری و مسلم و ابوداود و ترمذی و نسائی وغیرہم نے یہ حدیث مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کی ہاں اللہ تعالیٰ نے یہ فضیلت خاص امام حسن و امام حسین اور ان کے حقیقی بھائی بہنوں کو عطا

فرمایا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹے ٹھہرے پھر جو اُن کی خاص اولاد ہے اُن میں بھی وہی قاعدہ عام جاری ہوا کہ اپنے باپ کی طرف منسوب ہوں اس لیے سبطین کریمین کی اولاد سیدہ ہیں نہ بنات فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کہ وہ اپنے والدوں ہی کی طرف نسبت کی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۳:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ سفر کے اخیر چہار شنبہ کے متعلق عوام میں مشہور ہے کہ اُس روز حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مرض سے صحت پائی تھی بنا بر اس کے اُس روز کھانا و شیرینی وغیرہ تقسیم کرتے ہیں اور جنگل کی سیر کو جاتے ہیں علی ہذا القیاس مختلف جگہوں میں مختلف معمولات ہیں کہیں اُس روز کو نحس و مبارک جان کر گھر کے پرانے برتن گلی توڑ ڈالتے ہیں اور تعویذ و چھلہ چاندی کے اُس روز کی صحت بخشی جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مریضوں کو استعمال کراتے ہیں یہ جملہ امور بر بنائے صحت پانے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمل میں لائے جاتے ہیں لہٰذا اصل اس کی شرع میں ثابت ہے کہ نہیں اور فاعل عامل اس کا بر بنائے ثبوت یا عدم مرتکب معصیت ہوگا یا قابل ملامت و تادیب۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں نہ اُس دن صحت یابی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی ثبوت بلکہ مرض اقدس جس میں وفات مبارک ہوئی اُس کی ابتدا اسی دن سے بنائی جاتی ہے اور ایک حدیث مرفوع میں آیا ہے اخرا ربعا من الشھر یوم نحس مستمر اور مروی ہوا ابتدائی ابتلائے سیدنا ایوب علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والتسلیم اسی دن تھی اور اسے نحس سمجھ کر مٹی کے برتن توڑ دینا گناہ و اضاعت مال ہے بہر حال یہ سب باتیں بے اصل و بے معنی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۴:

نماز کے وقت مسجد میں تمام نمازی کسی شخص کے آنے پر تعظیماً کھڑے ہونا اور حد مثل سجدے کے قدموں پر سر رکھ کر بوسہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

عالم دین اور سلطان الاسلام اور علم دین میں اپنا استاذ ان کی تعظیم مسجد میں بھی کی جائے گی اور مجالس خیر میں بھی اور تلاوت قرآن عظیم میں بھی عالم دین کے قدموں پر بوسہ دینا سنت ہے اور قدموں پر سر رکھنا جہالت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۵:

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین اس مسئلہ میں کہ اگر زوجہ کے نان ونفقہ وغیرہ کے اخراجات کا بار زوج کا والد یا کوئی عزیز دار اٹھاتا ہو اور وہ عورت کو والدین کے یہاں جانے کی اجازت دے تو خاوند زوجہ کو جانے سے روک سکتا ہے اور عورت بلا اجازت خاوند کے جانے سے گنہگار ہوگی یا زوج کو روکنا جائز نہیں ہے اور زوجہ جانے سے گنہگار نہ ہوگی۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

اگر مہر معجل نہ تھا یا جس قدر معجل تھا ادا ہو گیا تو چند مواضع حاجت شرعیہ جن کا استثنا فرما دیا گیا مثلاً والدین کے یہاں آٹھویں دن دیگر محارم کے یہاں سال پیچھے دن کے دن کو جانا اور شب شوہر ہی کے یہاں کرنا وغیر ذلک ان کے سوا کسی جگہ عورت کو بے اذن شوہر جانے کی اجازت نہیں اگر جائے گی گنہگار ہوگی شوہر روکنے کا اختیار رکھتا ہے اگرچہ نفقہ کا بار دوسرا شخص اٹھاتا اور وہ دوسرا عورت کو جانے کی اجازت دیتا ہو اس کی اجازت مہمل ہے کی اور شوہر کی ممانعت واجب العمل، علماء تصریح فرماتے ہیں کہ بعد ادائے مہر معجل عورت مطلقاً پابند شوہر ہے اس میں کوئی قید و تخصیص ادائے نفقہ و تکفل حوائج کی نہیں فرماتے درمختار میں ہے:

لها الخروج من بيت زوجها للحاجة ولها زيارة اهلها بلا اذنه ما لم تقبض المعجل فلا تخرج الا لحق لها او عليها او زيارة ابويها كل جمعة مرة او المحارم كل سنة ولكونها قابلة او غاسلة لا فيما عدا ذلك۔

ردالمحتار میں ہے:

قوله فلا تخرج جواب شرط مقدر اى فان قبضته فلا تخرج الخ۔

والد کا متکفل نفقۂ پسر و زن پسر ہونا تو ہمارے بلاد میں معمول ہے اور دیگر بعض اعزا بھی تبرعاً تکفل کریں تو یہ ضرور نہیں کہ شوہر نفقہ دینے سے منکر ہو علمائے کرام تو اس صورت میں کہ شوہر نے ظلماً انفاق سے دست کشی کی یہاں تک کہ عورت محتاج نالش ہوئی تا آنکہ شوہر کو نفقہ دینے پر مجبور کرنے کے لیے حبس کی درخواست دی اور حاکم نے شوہر کا تعنت دیکھ کر اُسے قید کر دیا اس صورت میں تصریح فرماتے ہیں کہ عورت شوہر ہی کے گھر رہے بلکہ عورت پر واقعی اندیشۂ فساد ہو تو شوہر قید خانہ میں اپنے پاس رکھنے کی درخواست کر سکتا ہے اور مجلس میں مکان تنہائی ہو تو حاکم عورت کو حکم دے گا کہ وہیں اُس کے پاس رہے ہندیہ میں ہے:

لو فرض الحاکم النفقۃ علی الزوج فامنعہ من دفعھا وھو موسر وطلبت المرأۃ حبسہ لہ ان یحبسہ۔ کذا فی البدائع واذا حبسہ لا تسقط عنہ النفقۃ وتؤمر بالاستدانۃ حتی ترجع علی الزوج فان قال للقاضی احبسہ فان لی موضعاً فی الحبس خالیاً فالقاضی لا یحبسہ ما معہ ونکرہ تصبر فی منزل الزوج ویحبس الزوج لھا۔

درمختار میں ہے:

وفی البحر عن مال الفتاوی ولو خیف علیھما الفساد تحبس مع عند المتاخرین۔

تو جب صریح ظلماً نفقہ نہ دینے پر بھی عورت پابند شوہر ہی رہی تو صورت سوال میں کیونکر خود مختار ہو سکتی ہے نفقہ نہ دینا رافع پابندی ہو تو نفقہ نہ دینا مسقط نفقہ ہو جائے اور عورت کو ہرگز دعوی نفقہ کا اختیار نہ رہے کہ نفقہ جزائے پابندی ہے جب پابندی نہیں نفقہ کس بات کا درمختار میں ہے:

النفقۃ جزاء الاحتباس کل محبوس لمنفعۃ غیرہ یلزمہ نفقۃ کمفت وقاض و وصی۔ زیلعی۔ اقول وایاک ان تتوھم ان النفقۃ اذا کانت جزاء الحبس فاذا عدمت عدم وذلک لان وجوبھا متفرع عنہ فوجوب الاحتباس علیھا متقدم علی وجوب النفقۃ علیہ لا ان الاحتباس متفرع علی الانفاق فان عدم عدم وبالجملۃ ان کان اللازم فوجوب الانفاق لا وقوعہ فبرفع الوقوع لا یرتفع الملزوم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۶:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِس مسئلہ میں کہ کاشتکاروں پر بابت بقایا لگان یا کسی قرضدار پر بابت قرض نالش کرنے پر جو خرچ کچہری بابت محنتانہ وغیرہ علاوہ اصل رقم کے دلاوے وہ لینا سوائے سود کے کیسا ہے؟

(ب) زید سے خالد پندرہ ہزار روپیہ تجارت کے لیے مانگتا ہے کہ میں سو روپیہ ماہوار نفع دوں گا خواہ نفع ہو یا نہ ہو۔ زید کو یہ نفع لینا کیسا ہے سود تو نہ ہوگا اس طرح نفع لینے کے جواز کی کوئی صورت شرعًا ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

(الف) خرچہ جو مدعی کو دلایا جاتا ہے اُسے لینا حرام ہے۔ والمسئلۃ فی العقود الدریۃ۔ ہاں قرض دار کاشت کار یا کفار ہوں تو لے سکتا ہے لعدم العصمۃ واللہ تعالیٰ اعلم

(ب) یہ صورت حرام قطعی اور خالص سود ہے نفع لینا چاہے تو مضاربت کرے کہ اتنے روپے تمہیں دیے ان سے تجارت کرو جو نفع ہو وہ نصف یا ثلث یا ربع یا اس قدر جو حصہ نامعین قرار پایا مجھے دیا کرو جو اسے نفع ہوگا اتنا حصہ اُسے دینا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۷:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِس مسئلہ میں کہ زید کی منکوحہ عورت خالد کے ساتھ بھاگ گئی اور آٹھ دس برس کے بعد چند لڑکے اور لڑکیاں لے کر آئی زید کا انتقال ہو گیا وہ اولاد زید کی اولاد شرعًا منصور ہو کر زید کا ترکہ پائے گی یا بوجہ اولاد الزنا ہونے کے ترکہ سے محروم رہیں گے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

بچہ اپنی ماں کا یقینی جزء ہے جس میں شک و احتمال کو اصلا گنجائش نہیں یہ نہیں کہہ سکتے کہ جو بچہ اس عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا شائد کسی دوسرے کا ہو اور باپ کی جزئیت جب تک خارج سے کوئی دلیل قاطع مثل اخبار خدا و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قائم ہو نظر بحقیقت ظنی ہے۔ اگرچہ بحسب حکم شرعی و عرفی کالقطعی ہے جس میں تشکیک

مخذول و نامقبول۔ الولد للفراش والناس امناء علی انسابھم ۔ ولہذا نسب نسب پر شہادت بتسامع و شہرت روا ہے پھر بھی اسی فرق حقیقی کا ثمرہ ہے کہ روز قیامت شان ستاری جلوہ فرمائے گی اور لوگ اپنی ماؤں کی طرف نسبت کر کے پکارے جائیں گے یہی فرق ہے کہ قرآن عظیم نے امہات کے حق میں تو اخباراً فرمایا ان امہتھم الائی ولدتھم اُن کی مائیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہیں اور حق آباء میں صرف انشاءً فرمایا: ادعوھم لآبائھم ھو اقسط عند اللہ ۔ "انہیں ان کے باپ کی طرف نسبت کر کے پکارو یہ زیادہ انصاف کی بات ہے اللہ کے یہاں" نیز اس فرق کے ثمرات سے ہے کہ جانوروں میں نسب ماں سے ہے زید کا گھوڑا اور عمرو کی گھوڑی ہو تو بچہ عمرو کی ملک ہوگا نہ زید کی وان کان ھنا وجد اخوانہ بنفصل منھا جوانا ومنہ ماء مھینا ۔ مگر کرامت انسان کے لیے رب عزوجل نے نسب باپ سے رکھا ہے کہ بچہ محتاج پرورش ہے، محتاج تربیت ہے، محتاج تعلیم ہے اور ان باتوں پر مردوں کو قدرت ہے نہ عورتوں کو جن کی عقل بھی ناقص دین بھی ناقص اور خود دوسرے کی دست نگر ولہذا بچہ پر رحمت کے لیے اثبات نسب میں ادنی بعید سے بعید ضعیف سے ضعیف احتمال پر نظر رکھی کہ آخر امر فی نفسہ عند الناس محتمل ہے قطع کی طرف انہیں راہ نہیں غایت درجہ وہ اس پر یقین کر سکتے ہیں کہ فلاں نے عورت سے جماع کیا اس قدر اور بھی سہی کہ اُس کا نطفہ اس کے رحم میں گرا پھر اس سے بچہ اس کا ہونے پر کیونکہ یقین ہوا ہزار بار جماع ہوتا ہے نطفہ رحم میں گرتا ہے اور بچہ نہیں بنتا تو عورت جس کے پاس اور جس کے زیر تصرف ہے اس میں بھی احتمال ہی ہے اور شوہر کہ دور ہو احتمال اس کی طرف سے بھی قائم ہے ممکن ہے کہ وہ طی ارض پر قدرت رکھتا ہو کہ ایک قدم میں دس ہزار کوس جائے اور چلا آئے۔ ممکن کہ جن اُس کے تابع ہوں۔ ممکن کہ صاحب کرامت ہو۔ ممکن کہ کوئی عمل ایسا جانتا ہو۔ ممکن کہ روح انسانی کی طاقتوں سے کوئی باب اُس پر کھُل گیا ہو۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ یہ احتمالات عادۃً بعید ہیں مگر وہ پہلا احتمال شرعاً و اخلاقاً بعید ہے زنا کے پانی کے لیے شرع میں کوئی عزت نہیں تو بچے اولاد زانی نہیں ٹھہر سکتے اولاد اُس کی قرار پانی ایک عمدہ نعمت ہے جسے قرآن عظیم نے بلفظ ہبہ تعبیر کیا کہ یھب لمن یشاء

ذکور اہ اور زانی اپنی زنا کے باعث مستحق غضب وسزا ہے نہ کہ مستحق ہبہ وعطا ولہذا ارشاد ہوا وللعاھر الحجر۔ زانی کے لیے پتھر تو اگر اُس احتمال بعید از روئے عادت کو اختیار نہ کریں بے گناہ بچے ضائع ہو جائیں گے کہ اُن کا کوئی باپ مربی معلم پرورش کنندہ نہ ہو گا لہذا ضرور ہوا کہ دو احتمالی باتوں میں کہ ایک کا احتمال عادۃً قریب اور شرعًا و اخلاقًا بہت بعید سے بعید اور دوسری کا احتمال عادۃً بعید اور شرعًا و اخلاقًا بہت قریب سے قریب اسی احتمال ثانی کو ترجیح بخشیں اور بعد عادی کے لحاظ سے بعد شرعی و اخلاقی کو کہ اس سے بدرجہا بدتر ہے اختیار نہ کریں اس میں کونسا خلاف عقل و درایت ہے بلکہ اس کا عکس ہی خلاف عقل و شرع و اخلاق و رحمت ہے لہذا عام حکم ارشاد ہوا کہ الولد للفراش وللعاھر الحجر لہذا اگر زید اقصی مشرق میں ہے اور ہندہ منتہائے مغرب میں اور بذریعہ وکالت اُن میں نکاح منعقد ہوا اُن میں بارہ ہزار میل سے زیادہ فاصلہ اور صدہا دریا پہاڑ سمندر حائل ہیں اور اسی حالت میں وقت شادی سے چھ مہینے بعد ہندہ کے بچہ ہوا بچہ زید ہی کا ٹھہرے گا اور مجہول النسب یا ولد الزنا نہیں ہو سکتا درمختار میں ہے:

قد اکتفوا بقیام الفراش بلا دخول کتزوج المغربی بمشرقیۃ بینھما سنۃ فولدت لستۃ اشھر من تزوجھا لتصورہ کرامۃ واستخدام فتح۔

ردالمحتار میں ہے:

قولہ بلا دخول المراد نفیہ ظاھرا والا فلا بد من تصورہ وامکانہ۔

فتح القدیر میں ہے:

والتصور ثابت فی المغربیۃ لثبوت کرامات الاولیاء والاستخدامات فیکون حبلھا خطوۃ او جنی

صحیحین میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے:

کان عتبۃ بن ابی وقاص (ای الکافر المیت علی کفرہ) عھد الی اخیہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان ابن ولیدۃ زمعۃ منی فاقبضہ الیک (ای کان زنی بھا فی الجاھلیۃ فولدت فاوصی اخاہ بالولد) فلما کان عام الفتح اخذہ سعد فقال انہ ابن اخی وقال عبد ابن زمعۃ اخی ابن ولیدۃ ابی ولد علی فراشہ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ھو

لك یا عبد بن زمعۃ الولد للفراش وللعاھر الحجر وفی روایۃ ھو اخوك یا عبد بن زمعۃ من اجل انہ ولد علی فراش ابیہ ھ مختصرا من زید اما بین الھلالین۔

بالجملہ ان میں جو بچے زید کی زندگی میں پیدا ہوئے یا زید کی موت کے بعد عدت کے اندر یا چار مہینے دس دن پر عورت نے عدت گزر جانے کا اقرار نہ کیا ہو تو موت زید سے دو برس کے اندر یا اقرار انقضائے عدت کر چکی ہو تو اُس دن سے چھ مہینے کے اندر پیدا ہوئے ہوں وہ سب شرعاً اولاد زید قرار پائیں گے اور زید کا ترکہ اُن کو ملے گا ہاں جو موت زید سے دو برس کے بعد یا بہ صورت اقرار زن یا بانقضائے عدت اُس دن سے چھ مہینے کے بعد پیدا ہوئے وہ نہ اولاد زید ہیں نہ اُس کا ترکہ پائیں درمختار میں ہے:

یثبت نسب ولد معتدۃ الموت لاقل منہما ای من سنتین ش) من وقت الموت اذا کانت کبیرۃ ولو غیر مدخول بہا وان کا کثر منہما من وقتہ لا یثبت بدائع وکذا المقرۃ لمفتیہ ولا قل من اقل مدتہ من وقت الاقرار للمتقین یکذبہا والا لا لاحتمال حدوثہ بعد الاقرار اھ ملخصا واللہ تعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۹۸:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں آیا رسول کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے زمانہ میں عقیقہ وختنہ میں لوگوں کو بغرض ادائے اُن سنن کے بلاتے تھے یا نہیں اگر نہیں بلاتے تھے تو یہ بدعت سیئہ ہے یا نہیں؟ وقت رخصتی جیسا کہ ہندوستان میں رسم بھات کی ہے آیا اُن کی کچھ اصلیت ثابت ہے اور بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی رخصتی کے وقت بھی کچھ کھانا تقسیم کیا گیا تھا یا نہیں؟ اور نیوتے کی رسم شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ آیا یہ بات کہ شارع علیہ السلام نے دعوت ولیمہ کی بابت فرمایا اور خود بھی حضور نے متعدد بار اس پر عمل کیا اور کبھی صاحبزادیوں کی رخصتی میں کھانے کی بابت نفرمایا اور نہ کیا اس کے بدعت سیئہ ہونے کے لیے کافی نہیں؟

الجواب: عقیقہ شکر نعمت ہے اور نعمت کے لیے اعلان کا حکم قال اللہ

تعالیٰ واما بنعمت ربك فحدث ۔ اور دعوت موجب اعلان ۔ اور بدعت سیئہ وہ ہے کہ رد سنت کرے نہ وہ کہ تائید کما نص علیہ الائمۃ قدیما وحدیثا منھم حجۃ الاسلام فی احیاء والعلامۃ سعد فی شرح المقاصد والسید عارف باللہ عبدالغنی فی الحدیقۃ الندیۃ لاجرم۔

ردالمحتار میں فرمایا:

بعق عقیقہ عن نحو بنا اوطبخہ مع اتخاذ دعوۃ اولا۔

یوہیں ختنہ کا اعلان سنت ہے:

کما ان السنۃ فی الخفاض الخلفاء۔

علمانے دعوتیں گیارہ گنائیں اُن میں دعوت ختنہ و دعوت عقیقہ بھی ہے بعض نے آٹھ گنیں اُن میں یہ دونوں داخل شرح شرعۃ الاسلام میں ہے:

قیل الضیافۃ ثمانیۃ الولیمۃ للعرس والاعذار للختان والعقیقۃ لسابع الولادۃ الخ

علمانے مطلقا اجابت دعوت کو سنت فرمایا ولیمہ ہو یا اور بنایہ پھر طحطاوی پھر ردالمحتار میں ہے

اجابۃ الدعوۃ سنۃ ولیمۃ اوغیرھا۔

نکاح کے بھی اعلان کا حکم ہے۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم اعلنوا النکاح۔ رواہ احمد ابن حبان والطبرانی والحاکم وابونعیم عن عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سند احمد صحیح وزاد الترمذی والبیہقی عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا واجعلوہ فی المساجد واضربوا علیہ بالدفوف۔

ا ۔ لڑکے والوں ہی کے ساتھ خاص نہیں دونوں طرف اعلان چاہیے۔ ابن ماجہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

قال نکحت عائشۃ ذات قرابۃ لہما من الانصار فجاء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال اھدیتم الفتاۃ قال نعم قال ارسلتم معہا من یغنی الحدیث

اور طعام موجب جمع ہے اور جمع موجب اعلان معہذا طعام حاضرین سنن اہل کرم و مروت سے ہے خصوصاً جبکہ طول اقامت ہو اتباع فعل میں ہے علی تفضیل فیہ نہ عدم فعل میں

فانہ غیر واجب بل ولا مقدور کما فی الغمز العیون۔

خصوصاً امور عادیہ میں اور حکم ہے خالقوا الناس باخلاقہم علما فرماتے ہیں الخروج عن العادۃ شہرۃ ومکروہ رب عزوجل فرماتا ہے ما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا۔ جو نہ اتی ہے نہ نہی وہ نہ خذوا میں داخل نہ انتھوا میں یعنی نہ واجب نہ منع بلکہ مباح ہے یہ تمام مباحث ہمارے رسائل ردوہابیت میں طے ہو چکے۔ ہاں نیت مذموم یا باعث مذموم یا طور مذموم پر ولیمہ بھی ہو تو وہ بھی مذموم ہو جائے گا۔ قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شر الطعام طعام الولیمۃ معذا فرمایا ومن لم یجب الدعوۃ فقد عصی اللہ ورسولہ رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ نیوتے کی رسم ایک محمود تقصد یعنی معاونت اخوان سے رکھی گئی کہ وقت حاجت ایک کا کام سو کی اعانت سے نکل جائے نہ اُس پر سارا بار ہو نہ سوال وغیرہ حرج وعار ہو۔ پھر معاونوں میں جسے یہ معاملہ پیش آئے وہ معاون اور باقی اخوان اس کی اعانت کریں وبکذا اس میں جبکہ عرفاً معاوضہ مقصود ہو قرض ہے اور اُس کی ادا واجب۔ فان المعروف کالمشروط۔

فتاوے خیریہ میں ہے:

سئل فیما اعتادہ الناس فی الاعراس الافراح والرجوع من الحج من اعطاء الثیاب والدراھم وینتظرون بہ لہ عندھما یقع لھم مثل ذٰلک ما حکمہ اجاب ان کان العرف شائعا فیما بینھم انھم یعطون ذٰلک لیاخذ بدلہ کان حکمہ کحکم القرض الخ

اُسی میں ہے:

ان کان العرف قاضیا بانھم یدفعونہ علی وجہ الھبۃ ولا ینظرون فی ذٰلک الی اعطاء البدل فحکمہ حکم الھبۃ الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۹:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِس مسئلہ میں کہ کتاب ارشاد رحمانی تصنیف مولوی محمد علی سابق ناظم ندوہ جن کی بابت ان کے پیر بھائی نے مجھ سے کہا کہ وہ اب سابق افعال وکوشش متعلق ندوہ سے تائب ہو گئے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم متعلق حالات مولنا

فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں لکھا ہے کہ بخاری شریف کے سبق حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے ذکر پر احمد میاں نے کہا کہ کرشن کے سولہ ہزار گوپیاں تھیں اس پر مولانا مرحوم نے فرمایا کہ یہ لوگ مسلمان تھے اور مصنف نے اس کے بعد لکھا ہے کہ مرزا مظہر جان جانان رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ کسی مُردے کے کفر پر تا وقتیکہ ثبوت شرعی نہ ہو حکم نہ لگانا چاہیے اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ لکل قوم ھاد اس تقدیر پر ہو سکتا ہے کہ رامچندر اور کرشن ولی یا نبی ہوں لہذا فتاوے مکلف خدمت فیضدرجیت ہے کہ کیا حضرت مرزا مظہر جان جاناں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کسی مکتوب وغیرہ میں یہ لکھا ہے اور حضور نے ملاحظہ فرمایا ہے قول مذکور متعلق رامچندر و کرشن مرزا صاحب علیہ الرحمہ نے کسی شخص کے خواب کی تعبیر میں فرمایا ہے یہ بھی اُسی کتاب میں مرقوم ہے۔

(۲) جو توتا یا درخت بوجہ غفلت تسبیح کر جاتا ہے یا جانور ذبح کر دیا جاتا ہے تو پھر بعد سزائے غفلت ان کا تسبیح میں مشغول ہونا ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب:

مولوی محمد علی صاحب نہ خیالات سابقہ سے تائب ہوئے نہ اس حکایت کی کچھ اصل جو مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی طرف منسوب ہوئی نہ یہ بات جناب مرزا صاحب نے کسی خواب کی تعبیر میں کہی بلکہ کسی خط کے جواب میں ایک مکتوب لکھا ہے اس میں ہندوں کے دین کو محض بر بنائے ظن وتخمین دین سماوی گمان کرنے کی ضرور کوشش فرمائی ہے بلکہ معارف ومکاشفات وعلوم عقلی ونقلی میں اُن کا ید طولیٰ مانا ہے اور اُن کے اعتقاد تناسخ کو کفر سے جدا بلکہ اُن کی بت پرستی کو شرک سے منزہ اور صوفیہ کرام کے تصور پر زخ کے مثل مانا ہے اور بحکم لکل امتہ رسول ہندوستان میں بھی بعثت انبیاء ہونا اور ان کے بزرگوں کا مرتبہ کمال وتکمیل رکھنا لکھا ہے مگر رام یا کرشن کسی کا نام نہیں، بایں ہمہ فرمایا ہے:

در شان آنہا سکوت اولیٰ ست نہ ما را جزم بکفر و ہلاک اتباع آنہا لازم ست و نہ یقین بنجات آنہا بر ما واجب و مادہ حسن ظن متحقق ست۔

یہ اُس تمام مکتوب کا خلاصہ ہے ان حضرات کا حال قبل اظہار خود آشکار را گر یہ مکتوب

مرزا صاحب کا ہے اور اگر انکا ہے دلیل فرماتا سند میں پیش کیا جا سکتا ہے تو اُن سے بدرجہا اقدم واعلم حضرت زبدۃ العارفین سید تامیر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی سبع سنابل شریف میں کہ بارگاہ رسالت میں پیش اور سرکار کو مقبول ہو چکی ص۱۷ میں فرماتے ہیں:

مخدوم شیخ ابوالفتح جون پوری را در ماہ ربیع الاول بجہت رسول علیہ الصلاۃ والسلام ازدہ جا استدعا آمد کہ بعد از نماز پیشین حاضر شوند ہر دہ استدعا قبول کردند حاضران پرسیدند اے مخدوم ہر دہ استدعا ما قبول فرمودید و ہر جا بعد از نماز پیش حاضر باید شد چگونہ میسر خواہد آمد فرمود کشن کہ کافر بود چند صد جا حاضر میشد اگر ابوالفتح دہ جا حاضر شود چہ عجب

بات یہ ہے کہ نبوت و رسالت میں اوہام و تخمین کو دخل نہیں اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ اللہ و رسول نے جن کو تفصیلاً جتنی بتایا ہم ان پر تفصیلاً ایمان لائے اور باقی تمام انبیاء اللہ پر اجمالاً لِکُلِّ اُمَّۃٍ رَسُوْلٌ اسے مستلزم نہیں کہ ہر رسول کو ہم جانیں یا نہ جانیں تو خواہی نخواہی اندھے کی لاٹھی سے ٹٹولیں کہ شاید یہ ہو شاید یہ ہو کا ہے کے لیے ٹٹولنا اور کاہے کے لیے شاید اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ ۔ ہزاروں امتوں کا ہمیں نام و مقام تک معلوم نہیں وَقُرُوْنًا بَیْنَ ذٰلِکَ کَثِیْرًا ۔ قرآن عظیم یا حدیث کریم میں رام و کرشن کا ذکر تک نہیں اُن کے نفس وجود پر سوا ء تواتر ہنود کے ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں کہ یہ واقعی کچھ اشخاص تھے بھی یا محض ایناب اغوال و رجال بوستان خیال کی طرح اوہام تراشیدہ ہیں تواتر ہنود اگر حجت نہیں تو اُن کا وجود ہی ناثابت اور اگر حجت ہے تو اُسی تواتر سے اُن کا فسق و فجور و لہو و لعب ثابت پھر کیا معنے کہ وجود کے لیے تواتر ہنود مقبول اور احوال کے لیے مردود مانا جائے اور انہیں کامل و مکمل بلکہ ظنا معاذ اللہ انبیا و رسل جانا جائے ۔ واللہ الہادی ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

(۲) رب عزوجل فرماتا ہے:

تُسَبِّحُ لَہُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ	اُس کی تسبیح کرتے ہیں آسمان اور زمین اور
وَمَنْ فِیْہِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ	جو کوئی اُن میں ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جو
اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا	اُس کی حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح نہ کرتی ہو

تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ۔ مگر تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔

یہ کلیہ عامہ جمیع اشیاء عالم کو شامل ہے ذی روح ہوں یا بے روح اجسام محضہ جن کے ساتھ کوئی روح بناتی بھی متعلق نہیں دائم التسبیح ہیں کہ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ کے دائرے سے خارج نہیں مگر اُن کی تسبیح بے منصب ولایت نہ مسموع نہ مفہوم اور وہ اجسام جن سے روح انسی یا ملکی یا جنی یا حیوانی یا نباتی متعلق ہے اُن کی دو تسبیحیں ہیں ایک تسبیح جسم کہ اُس روح متعلق کے اختیار نہیں وہ اُسی اِنْ مِّنْ شَیْءٍ کے عموم میں اُس کی اپنی ذاتی تسبیح ہے دوسری تسبیح روح بہ ارادی اختیاری ہے اور برزخ میں ہر مسلمان کو مسموع و مفہوم اِس تسبیح ارادی میں غفلت کی سزا حیوان و نبات کو قتل و قطع سے دی جاتی ہے اور اُس کے بعد یا جب جانور مر جائے یا نبات خشک ہو جائے منقطع ہو جاتی ہے ولہذا ائمۂ دین نے فرمایا ہے کہ تر گھاس مقابر سے نہ اکھیڑیں

فَاِنَّهٗ مَادَامَ رَطْبًا يُسَبِّحُ لِلّٰهِ تَعَالٰی فَيُؤْنِسُ الْمَيِّتَ۔ کہ وہ جب تک تر ہے اللہ تعالٰی کی تسبیح کرتی ہے تو میت کا دل بہلتا ہے

مگر قتل و قطع و موت و یبس کے بعد بھی وہ تسبیح کہ نفس جسم کی تھی جب تک اُس کا ایک جزو لاتتجزی بھی باقی رہے گا منقطع نہ ہو گی کہ ان من شیٔ الا یسبح بحمدہٖ اسے روح سے تعلق نہ تھا کہ تعلق روح نہ رہنے سے منقطع ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

الرَّمز المرصف علٰی سؤال مولٰنا السیّد اصف ۱۳۳۹ھ

مسئلہ ۱۰۰:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وبہ نستعین ونصلی علی رسولہ الکریم (یا حبیب اللہ وحی فداک)

قبلہ کونین و کعبہ دارین دامت برکاتہم بعد تسلیمات فدویانہ و تمنائے حصول سعادت آستانہ بوسی التماس اینکہ بفضلہ تعالٰی کمترین بخیریت ہے صحتوری ملازمان سامی کی مدام بارگاہ احدیت سے مطلوب اشتہار اسلامی پیام ہیں عبدالماجد کے اِس لکھنے پر کہ "مسلمان ڈوب رہا ہے نامسلم تیرا اک ہاتھ دے تو جان بچانا چاہیے یا نہیں" یوں درج ہے کہ مسلمان کو اگر ڈوبنے پر یقین نہ

ہو ہاتھ پاؤں مار کر بچ جانے کی امید ہو یا کوئی مسلمان فریادرس خواہ کوئی درخت وغیرہ ملنے کا ظن ہو تو کافر کو ہاتھ دینے کی اجازت نہیں الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار سے معاملت کی بھی اجازت نہ ہو اُن سے علاج بھی نہ کرائے لَا یَاْلُوْنَکُمْ خَبَالًا سے کیا مقصود ہے آیا دین کے معاملہ میں کفار محارب فی الدین نقصان پہنچانے میں کمی نہ کریں گے یا ہر معاملہ میں اور ہر وقت جب موقع پائیں۔ اور ایک کافر کہ غیر محارب ہو تفسیر کبیر میں آیۂ کریمہ لَا یَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْكُمْ اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَةِ کے متعلق لکھا ہے:

وقال اهل التاویل هذه الآیة تدل علی جواز البر بین المشرکین والمسلمین وان کانت الموالاة منقطعة۔

رسالۂ الرضا بابت ماہ ذیقعدہ حصہ ملفوظات صفحہ ۸۶ میں ہے "حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں سے خلق فرماتے جو رجوع لانے والے ہوتے جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہے اور کفار و مرتدین کے ساتھ ہمیشہ سختی فرماتے الخ بعض کفار کی آنکھوں میں سلائی پھروانا تو قصاصاً تھا کیا رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم قبل نزول آیت یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ نرمی نہ فرماتے تھے اور کیا جو رجوع نہ لانے والے تھے اُن سے بہ شدت پیش آتے تھے یا پہلے ان سے بھی نرمی سے پیش آتے کفار مختلف طبائع کے تھے اور ہیں۔ بعض کو اسلام اور مسلمانوں سے سخت عداوت ہے اور بعض کو بہت کم۔ کیا سب سے یکساں حکم ہے یا امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں اُن سے حسب مراتب تدریجاً سختی کرنے کا حکم ہے اور محارب غیر محارب کا فرق کیا ہے۔ حضور فدوی کو اس مسئلہ میں کہ مرتدہ کا نکاح باقی رہتا ہے فتاوے کی کتابوں کے خلاف ہونے کی وجہ سے خلجان رہتا ہے حضور کے فتاوے ہیں اور کتابوں کے خلاف لکھا ہے گو بعض احکام بوجہ اختلاف زمانہ مختلف ہو جاتے ہیں لیکن فتاوے ہندیہ جو قریب زمانہ کی ہے اس میں بھی نہیں ہے اگرچہ بوجہ سلطنت اسلامیہ ہونے کے مرتدہ پر احکام شریعت نہیں جاری کیے جا سکتے مثلاً ضرب وغیرہ کے۔ لیکن جب وہ اسلام سے خارج ہو گئی تو نکاح کا باقی رہنا کیسا کیا وہ تزکہ بھی اپنے سابق شوہر کا شرعاً پائے گی اور اس کے مرنے پر اُس کا جو پہلے شوہر تھا ترکہ اُس کا شرعاً پائے گا۔ اگر کفار غیر محارب کے ہمراہ محارب کفار کا مقابلہ

کیا جاوے اور محارب کفار کو غیر محارب کی امداد سے نقصان پہنچایا جائے تو کیا گناہ ہے۔ اسی اسلامی پیغام میں ہے اب جو قرآن کو جھٹلائے وہ مشرک یا مرتد کو ڈوبنے سے نجات دینے والا حامی و مددگار جانے۔ کیا نعوذ باللہ جتنے مسلمان کفار سے علاج کراتے ہیں اور معاملات میں ان سے مدد لیتے ہیں سب قرآن کو جھٹلاتے ہیں۔ فقط والتسلیم۔ عریضہ ادب فدوی محمد آصف یغفر اللہ لہ ولوالدیہ ولجمیع المومنین والمومنات بحرمۃ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

الجواب:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

مولانا المکرم اکرمکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ارشاد الٰہی: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۔ عام ومطلق ہے کافر کو رازدار بنانا مطلقاً ممنوع ہے اگرچہ امور دنیویہ میں ہو وہ ہرگز نا قدر قدرت ہماری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے۔ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ۔ سیدنا امام اجل حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث لا تستضیئوا بنار المشرکین۔ (مشرکین کی آگ سے روشنی نہ لو) کی تفسیر فرمائی کہ اپنے کسی کام میں ان سے مشورہ نہ لو اور اُسے اسی آیۂ کریمہ سے ثابت بتایا۔ ابو یعلی مسند اور عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم تفاسیر اور بیہقی شعب الایمان میں بطریق ازہر بن راشد انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تستضیئوا بنار المشرکین

قال فلم ندر ما ذلک حتی اتوا الحسن فسألوہ فقال نعم یقول لا تستشیروھم

فی شئ من امورکم قال الحسن وتصدیق ذلک فی کتاب اللہ تعالیٰ ثم تلا

ھذہ الایۃ یٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ۔

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی آیۂ کریمہ سے کافر کو محرر بنانا منع فرمایا ابن ابی شیبہ مصنف اور ابنائے حمید وابی حاتم رازی تفاسیر میں اس جناب سے راوی:

انہ قیل لہ ان ھھنا غلاماً من اھل الحیرۃ حافظا کاتبا فلو اتخذتہ کاتبا

قال لقد اتخذت اذن بطانۃ من دون المؤمنین۔

تفسیر کبیر میں انہیں امور دنیویہ میں اُن سے مشاورت وموانست کو سبب نزول کریمہ اور اُس سے نہی مطلق کے لیے بتایا اور اُسے اِس گمان کا کہ اُن سے مخالفت تو دین میں ہے دنیوی امور میں بدخواہی نہ کریں گے رد ٹھہرایا کہ:

ان المسلمین کانوا یشاورونھم فی امورھم ویؤانسونھم لما کان بینھم من الوضاعۃ والحلف ظنا منھم انھم وان خالفوھم فی الدین فھم ینصحون لھم فی اسباب المعاش فنھاھم اللہ تعالٰی بھذہ الاٰیۃ عنہ فمنع المؤمنین ان یتخذوا بطانۃ من غیر المؤمنین فیکون ذٰلک نھیا عن جمیع الکفار وقال تعالٰی یاایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء ومما یؤکد ذٰلک ماروی انہ قیل لعمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ ھھنا رجل من اھل الحیرۃ نصرانی لا یعرف اتوی حفظا ولا احسن خطا منہ فان رأیت ان تتخذوہ کاتبا فامتنع عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ منا ذلک وقال اذن اتخذت بطانتہ من غیر المؤمنین فقد جعل عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ ھٰذہ الاٰیۃ دلیلا علی النھی عن اتخاذ النصرانی بطانۃ۔

اِس سے جملہ انواع معاملت کیوں ناجائز ہوگئی بیع وشراواجارہ وستجارہ وغیرہا میں کیا رازدار بنانا یا اس کی خیرخواہی پر اعتماد کرنا ہے جیسے چمار کو دام دے جوتا گٹھوالیا بھنگی کو مہینہ دیا پاخانہ کموالیا۔ بزاز کو روپے دیے کپڑا مول لے لیا آپ تاجر ہے کوئی جائز چیز اُس کے ہاتھ بیچی دام لے لیے وغیرہ وغیرہ۔ ہر کافر حربی کافر محارب ہے حربی ومحارب ایک ہی ہے جیسے جدلی ومجادل وذمی ومعاہد کا مقابل ہے رازدار بنانا ذمی ومعاہد کو بھی جائز نہیں امیرالمؤمنین کا وہ ارشاد ذمی ہی کے بارے میں ہے یوہیں موالات مطلقا جملہ کفار سے حرام ہے حربی ہوں یا ذمی۔ ہاں صرف دربارۂ برواحسان ان میں فرق ہے۔ معاہد سے جائز ہے کہ:

لا ینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین۔

عبارت کبیر منقولۂ سوال کا یہی مطلب ہے۔ یہی قول اکثر اہل تاویل ہے اور اسی پر اعتماد و

تعویل ہے اور ائمہ حنفیہ کے یہاں تو اس پر اتفاق جلیل ہے خود کبیر میں زیر کریمہ لا ینھکم اللہ ہے

الاکثرون علی انہم اھل العھد وھذا قول ابن عباس والمقاتلین والکلبی

ہم نے الجنۃ المؤتمنۃ میں یہ مطلب نفیس جامع صغیر امام محمد و ہدایہ و درر الحکام و غایۃ البیان و کفایہ و جوہرہ نیرہ و مستصفے و نہایہ و فتح القدیر۔ بحر الرائق و کافی و تبیین الحقائق و تفسیر احمدی و فتح اللہ المعین و غنیہ و ذی الاحکام و معراج الدرایہ و عنایہ و محیط برہانی و جوئی زادہ و بدائع ملک العلماء سے ثابت کیا۔ حضور رحمۃ للعلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمۃ للعلمین ہیں قبل ارشاد واغلظ علیھم انواع انواع کے نرمی و عفو و صفح فرمائے خود اموال غنیمت میں مؤلفۃ القلوب کا ایک سہم مقرر تھا مگر اس ارشاد کریم نے ہر عفو و صفح کو نسخ فرما دیا اور مؤلفۃ القلوب کا سہم ساقط ہو گیا

وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا

للظلمین نارا احاط بھم سرادقھا۔

سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے افضل الاساتذہ امام عطا بن ابی رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت امام فرماتے ہیں نے اُن سے افضل کسی کو نہ دیکھا وہ آیۂ کریمہ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ کو فرماتے ہیں نسخت ھذہ الآیۃ کل شئ من العفو والصفح۔ قرآن عظیم نے یہود و مشرکین کو عداوت مسلمین میں سب کافروں سے سخت تر فرمایا:

لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین اٰمنوا الیھود والذین اشرکوا

مگر ارشاد:

یاایھا النبی جاھد الکفار والمنفقین واغلظ علیھم وماواھم جھنم

وبئس المصیر۔

عام آیا اس میں کسی کا استثناء نہ فرمایا کسی وصف پر حکم کا مرتب ہونا اس کی علیت کا مشعر ہوتا ہے یہاں انہیں وصف کفر سے ذکر فرما کر اُس پر جہاد و غلظت کا حکم دیا تو یہ سزا اُن کے نفس کفر کی ہے نہ کہ عداوت مومنین کی اور نفس کفر میں وہ سب برابر ہیں الکفر ملۃ واحدۃ۔ ہاں معاہد کا استثناء دلائل قاطعۃ متواترہ سے ہے ضرورۃ معلوم و مستقر فی الاذہان کہ حکم جاہد سن کر اُس کی طرف ذہن جاتا ہی نہیں۔ فنفس النص لم یتعلق بہ ابتداء کما افادہ فی البحر الرائق۔

تفاوت عداوت بر بنائے کار ہوتی تو یہود کا حکم مجوس سے سخت تر ہونا حالانکہ امر بالعکس ہے اور نصاری کا حکم یہود سے کمتر ہونا حالانکہ یکساں ہے ذمی وحربی کافر کا فرق میں بتا چکا ہوں اور یہ کہ ہر حربی محارب ہے حسب حاجت ذلیل وقلیل ذمیوں سے حربیوں کے مقاتلہ ومقابلہ میں مدد لے سکتے ہیں ایسی جیسے سدھائے ہوئے مسخر کتے سے شکار میں امام سرخسی نے شرح صغیر میں فرمایا: والاستعانۃ باھل الذمۃ بالکلاب۔ اور بروایت امام طحاوی ہمارے ائمہ مذہب امام اعظم صاحبین وغیرہم رضی اللہ تعالی عنہم نے بھی اس میں بھی کتابی کی تخصیص فرمائی مشرک سے استعانت مطلقا ناجائز رکھی اگرچہ ذمی ہو۔ ان مباحث کی تفصیل جلیل الحجۃ المؤتمنۃ میں ملاحظہ ہو۔ رہا کافر طبیب سے علاج کرانا خارجی یا ظاہر مکشوف علاج جس میں اُس کی بدخواہی نہ چل سکے وہ تو لا یألونکم خبالا سے بالکل بے علاقہ ہے اور دنیوی معاملات بیع وشراء اجارہ واستیجار کی مثل ہے ہاں اندرونی علاج جس میں اُس کے فریب کو گنجائش ہو اُس میں اگر کافروں پر یوں اعتماد کیا کہ اُن کو اپنی مصیبت میں ہمدرد اپنا دلی خیرخواہ اپنا مخلص یا خلاص خلوص کے ساتھ ہمدردی کر کے اپنا دلی دوست بنانے والا اس کی بیکسی میں اس کی طرف اتحاد کا ہاتھ بڑھانے والا جانا تو بیشک آیۂ کریمہ کا مخالف ہے اور ارشاد آیت جان کر ایسا سمجھا تو نہ صرف اپنی جان بلکہ جان وایمان وقرآن سب کا دشمن اور انہیں اُس کی خیر ہو جائے اور اس کے بعد واقعی دل سے اس کی خیرخواہی کریں تو کچھ بعید نہیں وہ تو مسلمان کے دشمن ہیں اور یہ مسلمان ہی نہ رہا فانہ منھم ہو گیا اُن کی تو دلی تمنا یہی تھی فان تعالی ودوا لو تکفرون کما کفروا فتکونون سواء۔

ان کی آرزو ہے کہ کسی طرح تم بھی ان کی طرح کافر بنو تو تم اور وہ ایک سے ہو جاؤ۔ والعیاذ باللہ تعالی مگر الحمد للہ کہ کوئی مسلمان آیۂ کریمہ پر مطلع ہو کر ہرگز ایسا نہ جانے گا اور جانے تو آپ ہی اُس نے تکذیب قرآن کی بلکہ یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ ان کا پیشہ ہے اس سے روٹیاں کماتے ہیں ایسا کریں تو بدنام ہوں دُکان پھیکی پڑے کھل جائے تو حکومت کا مواخذہ ہو سزا ہو۔ یوں بدخواہی سے باز رہتے ہیں تو اپنے خیرخواہ ہیں نہ کہ ہمارے۔ اِس میں تکذیب نہ ہوئی پھر بھی خلاف احتیاط وتشنیع ضرور ہے خصوصا یہود ومشرکین سے خصوصا سربرآوردہ مسلمان کو جس کے کم ہونے

ہیں وہ اشقیا اپنی فتح سمجھیں۔ وہ جسے جان و ایمان دونوں عزیز ہیں اس بارے میں کریمۂ لاتتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا۔ (کسی کافر کو رازدار نہ بناؤ وہ تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے) و کریمۂ ولم یتخذوا من دون اللہ ولا رسولہ ولا المؤمنین ولیجۃ۔ (اللہ و رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو دخیلکار نہ بنایا) و حدیث مذکور لا تستضیئوا بنار المشرکین (مشرکوں کی آگ سے روشنی نہ لو بس ہیں اپنی جان کا معاملہ اس کے ہاتھ میں دے دینے سے زیادہ اور کیا رازدار و دخیلکار و مشیر بنانا ہوگا۔ امام محمد عبدری ابن الحاج مکی قدس سرہٗ مدخل میں فرماتے ہیں:

واشد فی القبح واشنع ما ارتکبہ بعض الناس فی ھذا الزمان من معالجۃ الطبیب الکحال الکافر بین الذین لا یرجی منھما نصح ولا خیر بل یقطع بغشھما اذیتھما لمن ظفرا بہ من المسلمین سیما ان کان المریض کبیرا فی دینہ او علمہ	یعنی سخت تر قبیح و شنیع ہے وہ جس کا ارتکاب آج کل بعض لوگ کرتے ہیں۔ کافر طبیب اور سنتیے سے علاج کرانا جن سے خیر خواہی اور بھلائی کی اُمید درکنار یقین ہے کہ جس مسلمان پر قابو پائیں اس کی بدسگالی کریں گے اور اُسے ایذا پہنچائیں گے۔ خصوصاً جب کہ مریض دین یا علم میں عظمت والا ہو۔

پھر فرمایا:

انھم لا یعطون لاحد من المسلمین شیئا من الادویۃ التی تضرہ ظاھرا لانھم لو فعلوا ذلک لظھر غشھم وانقطعت مادۃ معاشھم لکنھم یصفون لہ من الادویۃ ما یلیق بذلک المرض ویظھرون الصنعۃ فی النصح وقد یتعافی المریض فینسب ذلک الی	یعنی وہ مسلمان کو کھلے ضرر کی دوا نہیں دیتے کہ یوں تو ان کی بدخواہی ظاہر ہو جائے اور اُن کی روزی میں خلل آئے بلکہ مناسب دوا دیتے اور اس میں اپنی خیر خواہی و فن دانی ظاہر کرتے ہیں اور کبھی مریض اچھا ہو جاتا ہے جس میں اُن کا نام ہو اور معاش خوب چلے اور

حذق الطبیب ومعرفۃ لیقع علیہ المعاش
کثیر السبب مایقع لہ من الثناء علی نصحہ
فی صنعۃ لکنہ یدس فی اثنا وصف حاجۃ
لایفطن بہا لمن الضرر غالبا وتکون تلک
الحاجۃ مما تنفع ذلک المریض وینتعش منہ
فی الحال لکنہ یعود علیہ بالضرر فی آخر
الحال وقد یدس حاجۃ کما تقدم لکنہ ان
جامع انتکس ومات وحاجۃ اخری یصح
بعد استعمالہا لکنہ اذا دخل الحمام انتکس
ومات وحاجۃ اخری اذا استعملہا صح
وقام من مرضہ لکن لہا مدۃ اذا انقضت
عادۃ بالضرر وتختلف المدۃ فی ذلک
فمنہا مایکون مدتہا سنۃ او اقل او اکثرا
الی غیر ذلک من غشہم وھو کثیر ثم
یتعلل عدو اللہ ان ھذا مرض آخر لیس لہ
فیہ حیلۃ ویظہر التأسف علی ما اصاب
المریض ثم یصف اشیاء تنفع مراضہ لکنہا
لاتفید بعد ان فات الامر فیتصح حیث
لاینفع نصحہ فمن یری ذلک منہ یعتقد انہ من
کل العداوۃ قد ترجی ازالتہا
الا عداوۃ من عاداک فی الدین

اسی کے ضمن میں ایسی دوا دیتے ہیں کہ فی الحال
مریض کو نفع دے اور آئندہ ضرر لائے
یا ایسی دوا کہ اُس وقت مرض کھو دے مگر
جب مریض جماع کرے مرض لوٹ آئے
اور مر جائے یا ایسی کہ سر دست تندرست
کر دے مگر جب حمام کرے مرض پلٹے
اور موت ہو یا ایسی کہ اس وقت مریض
کھڑا ہو جائے اور ایک مدت سال بھر
یا کم وبیش کے بعد وہ اپنا رنگ لائے
اور ان کے سوا ان کے فریبوں کے بہت
طریقے ہیں پھر جب مرض پلٹا تو اللہ کا
دشمن یوں بہانے بناتا ہے کہ یہ جدید
مرض ہے اس میں میرا کیا اختیار ہے
اور مریض کی حالت پر افسوس کرتا ہے
پھر صحیح نافع نسخے بتاتا ہے مگر جب
بات ہاتھ سے نکل گئی کیا فائدہ تو اس
وقت خیر خواہی دکھاتا ہے جب اس
سے نفع نہیں دیکھنے والے اُسے خیر خواہ
سمجھتے ہیں حالانکہ وہ سخت تر بدخواہ ہے

تمام دشمنیوں کا زوال ممکن ہے
مگر عداوتِ دینی کہ یہ نہیں جاتی

پھر فرمایا:

قد یستعلمون النصح فی بعض الناس

یعنی وہ کبھی عوام کے علاج میں خیر خواہی

ممن لاخطر لهم فی الدین ولا علم وذلك ایضا من الغش لانهم لو لم ینصحوا لما حصلت لهم الشهرة بالمعرفة بالطب ولتعطل علیهم معاشهم وقد یفطن لغشهم ومن غشهم نصحهم لبعض ابناء الدنیا لیشتهر وا بذلك وتحصل لهم الحظوة عندهم وعند کثیر ممن شابههم و یتسلطون بسبب ذلك علی قتل العلماء والصالحین وهذا النوع موجود ظاهر۔ وقد ینصحون العلماء والصالحین وذلك منهم غش ایضا لانهم یفعلون ذلك لکی تحصل لهم الشهرة وتظهر صنعتهم فیکون سببا الی اتلاف من یریدون اتلافه منهم وهذا منهم مکر عظیم۔

کرتے ہیں اور یہ بھی ان کا مکر ہے کہ ایسا نہ کریں تو شہرت کیسے ہو رئیسوں میں فرق آئے اور کبھی ان کے فریب پر لوگ چر بچ جائیں یوہی یہ فریب ہے کہ بعض رئیسوں کا علاج اچھا کرتے ہیں کہ شہرت اور اُس کے نزدیک اِس جیسوں کی نگاہ میں وقعت ہو پھر عُلماء وصلحا کے قتل کا موقع ملے اور ایسے اب موجود وظاہر ہیں اور کبھی علماء وصلحا کے علاج میں بھی خیر خواہی کرتے ہیں اور یہ بھی فریب ہے کہ مقصود ساکھ بندھن ہے پھر جس عالم یا دیندار کا قتل مقصود ہے اُس کی راہ ملنا اور بیان کا بڑا مکر ہے۔

پھر اپنے زمانہ کا ایک واقعہ ثقہ معتمد کی زبانی بیان فرمایا کہ مصر میں ایک رئیس کے یہاں ایک یہودی طبیب تھا رئیس نے کسی بات پر ناراض ہو کر اسے نکال دیا وہ خوشامدیں کرتا رہا یہاں تک کہ رئیس راضی ہو گیا کافر وقت کا منتظر رہا پھر رئیس کو کوئی سخت مرض ہوا۔ میں طبیب مغربی سے طب پڑھ رہا تھا لوگ اُنہیں بلانے آئے اُنہوں نے عذر کیا لوگوں نے اصرار کیا گئے اور مجھے فرما گئے میرے آنے تک بیٹھے رہنا تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ کانپتے تھرتھراتے واپس آئے۔ میں نے کہا خیر فرمایا میں نے کہ یہودی نے کیا نسخہ دیا معلوم ہوا کہ وہ رئیس کا کام تمام کر چکا میں اندر گیا کہ ایک تو اُس کے بچنے کی اُمید نہیں پھر یہ اندیشہ کہ کہیں یہودی میرے ذمہ نہ رکھ دے رئیس کل تک نہ بچے گا وہی ہوا کہ صبح تک اُس کا انتقال ہو گیا پھر فرمایا بعض لوگ کافر طبیب کے ساتھ مسلمان طبیب کو بھی شریک کرتے

ہیں کہ جو نسخہ وہ بنائے مسلمان کو دکھالیں یوں اُس کے مکر سے امن سمجھتے ہیں اور اس میں کچھ حرج نہیں جانتے فرمایا وھذا لیس بشیٔ ایضا من وجوہ الاول ان المسلم قد یفعل عن بعض ما وصفہ الثانی فیہ اقتداء الغیر بہ الثالث فیہ الاعانۃ لہم علی کفرھم بما یعطیہ لہم الرابع فیہ ذلۃ المسلم لہم الخامس فیہ تعظیم شانہم لاسیما ان کان المریض رئیسا وقد امر الشارع علیہ الصلوٰۃ والسلام بتصغیر شانہم وھذا عکسہ یہ بھی بوجوہ کچھ نہیں۔ ایک تو ممکن کہ جو دوا کافر نے بتائی اُس وقت مسلمان طبیب کے خیال میں اُس کا ضرر نہ آئے۔ پھر اس کی دیکھا دیکھی اور مسلمان بھی کافر سے علاج کرائیں گے۔ فیس وغیرہ جو اسے دی جائے وہ اُس کے کفر پر مدد ہوگی۔ مسلمان کو اُس کے لیے تواضع کرنا پڑے گی علاج کی ناموری سے کافر کی شان بڑھے گی خصوصاً اگر مریض رئیس تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی تحقیر کا حکم دیا اور یہ اس کا عکس ہے پھر فرمایا: ثم مع ذلک ما یحصل من الانس والود لہم وان قل الا من عصم اللہ وقلیل ما ہم ولیس ذلک من اخلاق اہل الدین۔" پھر اُن سب وجوہ کے ساتھ یہ ہے کہ اس سے اُن کے ساتھ اُنس اور کچھ محبت پیدا ہو جاتی ہے اگرچہ تھوڑی ہی سہی سو اُس کے جسے اللہ محفوظ رکھے اور وہ بہت کم ہیں اور کافر سے انس اہل دین کی شان نہیں" پھر فرمایا: ومع ذلک یخشی علی دین بعض من یستطبہم من المسلمین۔ ان سب قباحتوں کے ساتھ سخت آفت یہ ہے کہ کبھی اُن سے علاج کرانے والے کے ایمان پر اندیشہ ہوتا ہے پھر اپنے بعض ثقہ معتمد برادران دینی کا واقعہ بیان فرمایا کہ ان کے یہاں بیماری ہوئی مریض نے ایک یہودی طبیب کی طرف رجوع پر اصرار کیا انہوں نے اُسے بلایا وہ علاج کرتا رہا ایک دن اُسے خواب میں دیکھا کہ اُن سے کہتا ہے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دین قدیم ہے اُسی کو اختیار کرنا چاہیے اور یوہی کیا کیا بکتا رہا یہ ترساں ولرزاں جاگے اور عہد کر لیا کہ اب وہ میرے گھر نہ آنے پائے راستے میں بھی وہ جہاں ملتا یہ اور راہ ہو جاتے کہ مبادا اِس کا وبال انہیں پہنچے امام فرماتے ہیں: وھذا قد رحم بسبب انہ کان معتنی بہ فیخاف من استطبہم ولم یکن معتنی بہ ان یہلک معہم ولو لم یکن فیہ الا الخوف من ھذا الامر الخطر لکان متعینا ترکہ فکیف مع وجود ما تقدم۔ ان صاحب پر تو یوں رحمت ہوئی کہ زیر نظر عنایت

تھے جو ایسا نہ ہو اور اُن سے علاج کرائے اُس پر خوف ہے کہ ان کے ساتھ ہلاک ہو جائے۔ ان کے علاج میں اس شدید خطرناک خوف کے سوا اور کچھ نہ ہوتا تو اسی قدر سے اُس کا ترک لازم ہوتا نہ کہ اور شناعتوں کے ساتھ جن کا ذکر گزرا۔ ان امام ناصح رحمتہ اللہ تعالیٰ کے ان نفیس بیانوں کے بعد زیادت کی حاجت نہیں اور بالخصوص علمائے وعظمائے دین کے لیے زیادہ خطر کا مؤید امام مازری رحمتہ اللہ تعالیٰ کا واقعہ ہے علیل ہوئے ایک یہودی معالج تھا اچھے ہو جاتے پھر مرض عود کرتا کئی بار یوں ہی ہوا آخر اُسے تنہائی میں بُلا کر دریافت کیا اُس نے کہا اگر آپ سچ پوچھتے ہیں تو ہمارے نزدیک اِس سے زیادہ کوئی کار ثواب نہیں کہ آپ جیسے امام کو مُسلمانوں کے ہاتھ سے کھو دوں۔ امام نے اُسے دفع فرمایا مولیٰ تعالیٰ نے شفا بخشی پھر امام نے طب کی طرف توجہ فرمائی اور اس میں تصانیف کیں اور طلبہ کو حاذق اطبا کر دیا اور مسلمانوں کو ممانعت فرما دی کہ کافر طبیب سے کبھی علاج نہ کرائیں یہود کہ مثل مشرکین ہیں کہ قرآن عظیم نے دونوں کو ایک ساتھ مسلمانوں کا سب سے سخت تر دشمن بتایا اور لا یالونکم خبالا تو عام کفار کے لیے فرمایا۔ عورت کا مرتدہ ہو کر نکاح سے نہ نکلنا تمام کتب ظاہر الروایۃ وجملہ متون وعامۂ شروح وفتاوائے قدیمہ سب کے خلاف ہے اور سب کے موافق۔ خلاف ہے قول صوری کے اور موافق ہے قول ضروری کے۔ قول صوری وضروری کا فرق میرے رسالہ اجلی الاعلام بان الفتوی مطلقا علی قول الامام میں ملے گا کہ میرے فتاوے جلد اوّل میں طبع ہوا اور اس کا قول ضروری کے موافق ہونا میرے فتوے سے کہ بجواب سوال علی گڑھ لکھا ظاہر اس کی نقل حاضر ہو گی اور یہ حکم صرف نکاح میں ہے باقی تمام احکام ارتداد جاری ہوں گے نہ وہ شوہر کا ترکہ پائے گی نہ شوہر اُس کا۔ اگر اپنے مرض الموت میں مرتدہ نہ ہوئی ہو نیز جب تک وہ اسلام نہ لائے شوہر کو اسے ہاتھ لگانا حرام ہو گا علمگیری منشاء مسئلہ مذکورہ سے خالی نہیں باب نکاح الکفار میں دیکھئے:

لو اجرت کلمۃ الکفر علی لسانہا مغایظۃ لزوجہا او اخراجا لنفسہا عن جالتہ اولاستجلاب المہر علیہ۔ بنکاح متألف تحرم علی زوجہا فیجبر علی الاسلام ولکل قاض ان یجدد النکاح بادنی شئ ولو بدینار سخطت او رضیت لیس لہا

ان تتزوج الا بزوجها قال الهندوانی انی اخذ بهذا قال ابو اللیث وبه ناخذ کذا فی التمرتاشی

اسی کے بیان میں درمختار میں ہے:

صرحوا بتعزیرها خمسة وسبعین وتجبر علی الاسلام وعلی تجدید النکاح بمهر یسیر کدینار وعلیه الفتوی والواکبیة۔

یہ احکام اسی طرح مذہب کے خلاف ہیں جب مرتدہ ہوتے ہی نکاح فوراً فسخ ہوگیا کہ ارتداد احد هما فسخ فی الحال۔ پھر بعد عدت دوسرے سے اُسے نکاح ناجائز ہونا کیا معنی اور پہلے سے تجدید نکاح پہ جبر کیا معنی۔ کیوں نہیں جائز کہ وہ کسی سے نکاح نہ کرے اور اس تجدید میں زبردستی ادنیٰ سے ادنیٰ مہر باندھنے کا ہر قاضی کو اختیار ملنا کیا معنی مہر عوض بضع ہے اور معاوضات میں تراضی شرط۔

اقول بلکہ اُن اکابر کے قول ماخوذ و مفتی بہ کو کہ قول ائمہ بخارا ہے فتوائے ائمہ بلخ رحمہم اللہ تعالیٰ سے جیسے فقیر نے باتباع نہر الفائق وغیرہ اختیار کیا بعد نہیں تجدید نکاح بنظر احتیاط ہے اور شوہر پہ حرام ہوجانا موجب زوال نکاح نہیں بارہا عورت ایک مدت تک حرام ہوجاتی ہے اور نکاح باقی ہے جیسے بحال نماز و روزہ رمضان و اعتکاف و احرام و حیض و نفاس یونہیں جبکہ زوجہ کی بہن سے نکاح کرکے قربت کرلے زوجہ حرام ہوگئی یہاں تک کہ اس کی بہن کو جدا کردے اور اس کی عدت گزر جائے بلکہ کبھی ہمیشہ کے لیے حرام ہوجاتی ہے اور نکاح زائل نہیں جیسے حرمت مصاہرت طاری ہونے سے کہ متارکہ لازم ہے تو نکاح قائم ہے اور زن مفضاۃ کہ سبیلین ایک ہوجائیں نکاح میں اصلا خلل نہیں اور حرمت ابدی دائم ہے والمسائل منصوص علیها فی الدر وغیرہ من الاسفار الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۱:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) جمعہ کی اذان ثانی جو منبر کے سامنے ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد کے اندر ہوتی تھی یا باہر۔

(۲) خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں کہاں ہوتی تھی۔

(۳) فقہ حنفی کی معتمد کتابوں میں مسجد کے اندر اذان دینے کو منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے یا نہیں۔

(۴) اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں اذان مسجد کے باہر ہوتی تھی اور ہمارے اماموں نے مسجد کے اندر اذان کو مکروہ فرمایا ہے تو ہمیں اسی پر عمل لازم ہے یا رسم و رواج پر اور جو رسم و رواج حدیث شریف و احکام فقہ سب کے خلاف پڑ جائے تو وہاں مسلمانوں کو پیروی حدیث و فقہ کا حکم ہے یا رسم و رواج پر اڑا رہنا۔

(۵) نئی بات وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین و احکام آئمہ کے مطابق ہو یا وہ بات نئی ہے جو ان کے خلاف لوگوں میں رائج ہو گئی ہو۔

(۶) مکہ معظمہ مدینہ منورہ میں یہ اذان مطابق حدیث و فقہ ہوتی ہے یا اس کے خلاف اگر خلاف ہوتی ہے تو وہاں کے علمائے کرام کے ارشادات دربارہ عقائد حجت ہیں یا وہاں کے تنخواہ دار مؤذنوں کے فعل اگرچہ خلاف شریعت و حدیث فقہ ہوں۔

(۷) سنت کے زندہ کرنے کا حدیثوں میں حکم ہے اور اس پر سو شہیدوں کے ثواب کا وعدہ ہے یا نہیں اگر ہے تو سنت زندہ کی جائے گی یا سنت مردہ سنت اس وقت مردہ کہلائے گی جب اس کے خلاف لوگوں میں رواج پڑ جائے یا جو سنت خود رائج ہو وہ مردہ قرار پائے گی۔

(۸) علماء پر لازم ہے یا نہیں کہ سنت مردہ زندہ کریں اگر ہے تو کیا اس وقت ان پر یہ اعتراض ہو سکے گا کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے اگر وہ اعتراض ہو سکے گا تو سنت زندہ کرنے کی کیا صورت ہو گی۔

(۹) جن مسجدوں کے بیچ میں حوض ہے اس کی فصیل پر کھڑے ہو کر منبر کے سامنے اذان ہو تو بیرون مسجد کا حکم ادا ہو جائے گا یا نہیں۔

(۱۰) جن مسجدوں میں ایسے منبر بنے ہیں کہ ان کے سامنے دیوار ہے اگر مؤذن باہر اذان دے تو خطیب کا سامنا نہ رہے گا وہاں کیا کرنا چاہیے اُمید کہ دسوں مسئلوں کا جدا جدا جواب مفصل مدلل ارشاد ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ۔

جواب سوال اول:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں یہ اذان مسجد سے باہر دروازہ پر ہوتی تھی سنن ابی داؤد شریف جلد اول صـ۱۵۶ میں ہے:

عن السائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان یؤذن بدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد وابی بکر وعمر۔	یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان ہوتی اور ایسا ہی ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں۔

اور کبھی منقول نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین نے مسجد کے اندر اذان دلوائی ہو اگر اس کی اجازت ہوتی تو بیان جواز کے لیے کبھی ایسا ضرور فرماتے۔

جواب سوال دوم:

جواب اول سے واضح ہو گیا کہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مسجد کے باہر ہی ہونا مروی ہے اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ بعض صاحب جو بین یدیہ سے مسجد کے اندر ہونا سمجھتے ہیں غلط ہے دیکھو حدیث میں بین یدی ہے اور ساتھ ہی علی باب المسجد ہے یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے چہرۂ انور کے مقابل مسجد کے دروازہ پر ہوتی تھی بس اسی قدر بین یدیہ کے لیے درکار ہے۔

جواب سوال سوم:

بیشک فقہ حنفی کی معتمد کتابوں میں مسجد کے اندر اذان کو منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے فتاویٰ قاضی خاں طبع مصر جلد اول صفحہ ۷۸ لایؤذن فی المسجد "مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے" فتاویٰ خلاصہ قلمی صفحہ ۶۲ لایؤذن فی المسجد۔ "مسجد میں اذان نہ ہو" خزانہ

المفتین قلمی فصل فی الاذان لا یؤذن فی المسجد" مسجد کے اندر اذان نہ کہیں" فتاوی عالمگیری طبع مصر جلد اول صفحہ ۵۵۔ لا یؤذن فی المسجد "مسجد کے اندر اذان منع ہے" بحر الرائق طبع مصر جلد اول صفحہ ۲۶۸ لا یؤذن فی المسجد "مسجد کے اندر اذان کی ممانعت ہے" شرح نقایہ علامہ برجندی صفحہ ۸۴ فیہ اشعار بانہ لا یؤذن فی المسجد امام صدر الشریعۃ کے کلام میں اس پر تنبیہ ہے کہ اذان مسجد میں نہ ہو غنیہ شرح منیہ صفحہ ۲۷۷۔ الاذان انما یکون فی المئذنۃ او خارج المسجد والاقامۃ فی داخلہ۔ اذان نہیں ہوتی مگر منارہ یا مسجد سے باہر اور تکبیر مسجد کے اندر فتح القدیر طبع مصر جلد اول صفحہ ۱۷۱۔ قالوا لا یؤذن فی المسجد علمائے مسجد میں اذان دینے کو منع فرمایا ہے ایضاً باب الجمعہ صفحہ ۴۱۴۔ ھو ذکر اللہ فی المسجد ای فی حدودہ لکراھۃ الاذان فی داخلہ۔ جمعہ کا خطبہ مثل اذان ذکر الٰہی ہے مسجد میں یعنی حدود مسجد میں اس لیے کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے طحطاوی علی مراقی الفلاح طبع مصر جلد اول صفحہ ۱۲۸ یکرہ ان یؤذن فی المسجد کما فی القھستانی عن النظم۔ یعنی نظم امام زندویستی پھر قہستانی میں ہے کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے یہاں تک کہ اب زمانہ حال کے ایک عالم مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ جلد اول صفحہ ۲۴۵ میں لکھتے ہیں قولہ یدیہ ای مستقبل الامام فی المسجد کان او خارجہ والمسنون ھو الثانی۔ یعنی بین یدیہ کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ امام کے روبرو ہو مسجد میں خواہ باہر اور سنت یہی ہے کہ مسجد کے باہر ہو جب تو وہ تصریح کر چکے کہ باہر ہی ہونا سنت ہے تو اندر ہونا خلاف سنت ہوا تو اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ چاہے سنت کے مطابق کرو چاہے سنت کے خلاف دونوں باتوں کا اختیار ہے۔ ایسا کون عاقل کہے گا بلکہ معنی وہی ہیں کہ بین یدیہ سے یہ سمجھ لینا کہ خواہی نخواہی مسجد کے اندر غلط ہے اس کے معنی صرف اتنے ہیں کہ امام کے روبرو ہو اندر باہر کی تخصیص اس لفظ سے مفہوم نہیں ہوتی لفظ دونوں صورتوں پر صادق ہے اور سنت یہی ہے کہ اذان مسجد کے باہر ہو تو ضرور ہے کہ وہی معنی لیے جائیں جو سنت کے مطابق ہیں بہرکیف اتنا ان کے کلام میں بھی صاف مصرح ہے کہ اذان ثانی جمعہ بھی مسجد کے باہر ہی ہونا مطابق سنت ہے تو بلاشبہ مسجد کے اندر ہونا خلاف سنت ہے۔ وللہ الحمد۔

جواب سوال چہارم:

ظاہر ہے حکم حدیث فقہ کے خلاف رواج پر اڑا رہنا مسلمانوں کو ہرگز نہ چاہیئے۔

جواب سوال پنجم:

ظاہر ہے کہ جو بات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین و احکام فقہ کے خلاف نکلی ہو وہی نئی بات ہے اسی سے بچنا چاہیے نہ کہ سنت و حکم حدیث و فقہ سے۔

جواب سوال ششم:

مکہ معظمہ میں یہ اذان کنارہ مطاف پر ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں مسجد الحرام شریف مطاف ہی تک تھی مسلک متقسط علی قاری طبع مصر صفحہ ۲۸۰ المطاف هو ما كان فی زمنه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجدا - توحاشیہ مطاف بیرون مسجد و محل اذان تھا اور مسجد جب بڑھائی جائے تو پہلے جو جگہ اذان یا وضو کے لیے مقرر تھی بدستور مستثنیٰ رہے گی و لہذا اگر مسجد بڑھا کر کنواں اندر کر لیا وہ بند نہ کیا جائے گا جیسے زمزم شریف حالانکہ مسجد کے اندر کنواں بنانا ہرگز جائز نہیں فتاویٰ قاضی خاں و فتاویٰ خلاصہ و فتاویٰ عالمگیریہ صفحہ ۴۰ یکره المضمضة والوضوء فی المسجد الا ان یکون ثمه موضع اعد لذلك ولا یصلی فیه وہیں ہے لا یحضر فی المسجد بزماء ولو قدیمة تترك کبئر زمزم تو مکہ معظمہ میں اذان ٹھیک محل پر ہوتی ہے مدینہ طیبہ میں خطیب سے بیس بلکہ زائد ذراع کے فاصلہ پر ایک بلند مکبرہ پر کہتے ہیں طریق ہندیہ کے تو یہ بھی خلاف ہوا اور وہ جو بین یدیہ وغیرہ سے منبر کے متصل ہونا سمجھتے تھے اس سے بھی رد ہو گیا تو ہندی فہم و طریقہ خود ہی دونوں حرم محترم سے جدا ہے اب سوال یہ ہے کہ یہ مکبرہ قدیم ہے یا بعد کو حادث ہوا اگر قدیم ہے تو مثل منارہ ہوا کہ وہ اذان کے لیے مستثنیٰ ہے جیسا کہ غنیہ سے گزرا اور اسی طرح خلاصہ و فتح القدیر برجندی کے صفحات مذکورہ میں ہے کہ اذان منارہ پر ہو یا مسجد سے باہر مسجد کے اندر نہ ہو اس کی نظیر موضع وضو و چاہ ہیں کہ قدیم سے جدا کر دیے ہوں نہ اس میں حرج نہ اس میں کلام اور اگر حادث ہے تو اس پر اذان کہنا بالائے طاق پہلے یہی ثبوت دیجیے کہ وسط مسجد میں ایک جدید مکان ایسا کھڑا کر دینا جس سے صفیں قطع ہوں

کس شریعت میں جائز ہے قطع صف بلاشبہ حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من قطع صفا قطعہ اللہ جو صف کو قطع کرے اللہ اسے قطع کردے رواہ النسائی والحاکم بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نیز علما نے تصریح فرمائی کہ مسجد میں پیڑ بونا منع ہے کہ نماز کی جگہ گھیرے گا نہ کہ یہ مکبرہ کہ چار جگہ سے گھیرتا ہے اور کتنی صفیں قطع کرتا ہے بالجملہ اگر وہ جائز طور پر بنا تو مثل منارہ ہے جس سے مسجد میں اذان ہوتا نہ ہو اور ناجائز طور پر ہے تو اسے ثبوت میں پیش کرنا کیا انصاف ہے اب ہمیں افعال مؤذنین سے بحث کی حاجت نہیں مگر جواب سوال کو گذارش کہ ان کا فعل کیا حجت ہو حالانکہ خطیب خطبہ پڑھتا ہے اور یہ بولتے جاتے ہیں جب وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا نام لیتا ہے یہ بآواز ہر نام پر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے جاتے ہیں جب وہ سلطان کا نام لیتا ہے یہ بآواز بلند دعا کرتے ہیں اور یہ سب بالاتفاق ناجائز ہے صحیح حدیثیں اور تمام کتابیں ناطق ہیں کہ خطبہ کے وقت بولنا حرام ہے درمختار وردالمحتار جلد اول صفحہ ۵۹۸ اما ما یفعلہ المؤذن حال الخطبۃ من التوضی ونحوہ فمکروہ اتفاقا یعنی وہ جو یہ مؤذن خطبے کے وقت رضی اللہ عنہ وغیرہ کہتے جاتے ہیں یہ بالاتفاق مکروہ ہے یہی مؤذن نماز میں امام کی تکبیر پہنچانے کو جس وضع سے تکبیر کہتے ہیں اُسے کون عالم جائز کہہ سکتا ہے مگر سلطنت کے وظیفہ داروں پر علماء کا کیا اختیار علمائے کرام نے تو اس پر یہ حکم فرمایا کہ تکبیر درکنار اس طرح تو ان کی نمازوں کی بھی خیر نہیں دیکھو فتح القدیر جلد اول صفحہ ۲۶۲ و ۲۶۳ و درمختار وردالمحتار صفحہ ۶۱۵ خود مفتی مدینہ منورہ علامہ سید اسعد حسینی مدنی تلمیذ علامہ صاحب مجمع الانہر رحمہما اللہ تعالیٰ نے تکبیر میں اپنے یہاں کے مکبروں کی سخت بے اعتدالیاں تحریر فرمائی ہیں دیکھو فتاویٰ اسعدیہ جلد اول صفحہ ۸ آخر میں فرمایا ہے: اما حرکات المکبرین وصنعہم فانا ابرؤ الی اللہ تعالیٰ منہ - یعنی ان مکبروں کی جو حرکتیں جو کام ہیں میں اُن سے اللہ تعالیٰ کی طرف براءت کرتا ہوں اور اوپر اس سے بڑھ کر لفظ لکھا پھر کسی عاقل کے نزدیک ان کا فعل کیا حجت ہو سکتا ہے نہ وہ علماء ہیں نہ علماء کے زیر حکم۔

جواب سوال ہفتم:

بیشک احادیث میں سنت زندہ کرنے کا حکم اور اس پر بڑے ثوابوں کے وعدے

ہیں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

من احیا سنتی فقد احبنی و	جس نے میری سنت زندہ کی بیشک اُسے مجھ
من احبنی کان معی فی الجنۃ۔	سے محبت ہے اور جسے مجھ سے محبت ہے وہ
(اللّٰھم ارزقنا) رواہ السخبری	جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

فی الابانۃ والترمذی بلفظ من احبّ۔

——— بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من احیا سنۃ من سنتی قد	جو میری کوئی سنت زندہ کرے کہ لوگوں
امیتت بعدی فان لہ من الاجر	نے میرے بعد چھوڑ دی ہو جتنے اس پر عمل
مثل اجور من عمل بھا من	کریں سب کے برابر اسے ثواب ملے اور
غیران ینقص من اجورھم شیئًا	اُن کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو۔

رواہ الترمذی ورواہ ابن ماجۃ عن عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

——— ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من تمسک بسنتی عند فساد امتی	جو فساد امت کے وقت میری سنت مضبوط
فلہ اجر مائۃ شھید۔ رواہ	تھامے اُسے سو شہیدوں کا ثواب ملے۔

البیھقی فی الزھد۔

اور ظاہر ہے کہ زندہ وہی سنت کی جائے گی جو مردہ ہو گئی اور سنت مردہ جبھی ہو گی کہ اس کے خلاف رواج پڑ جائے۔

جواب سوال ہشتم:

احیائے سنت علما کا تو خاص فرض منصبی ہے اور جس مسلمان سے ممکن ہو اس کے لیے حکم عام ہے ہر شہر کے مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے شہر یا کم از کم اپنی اپنی مساجد میں اس سنت کو زندہ کریں اور سو سو شہیدوں کا ثواب لیں اور اس پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے یوں ہو تو کوئی سنت زندہ ہی نہ کر سکے امیر المومنین عمر بن عبد العزیز رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے کتنی سنتیں زندہ فرمائیں اس پر ان کی مدح ہوئی نہ کہ الٹا اعتراض کہ تم سے پہلے تو صحابہ و تابعین تھے۔ نبی اللہ تعالیٰ عنہم۔

جواب سوال نہم:

حوض کا بانی مسجد نے قبل مسجدیت بنایا اگرچہ وسط مسجد میں ہو اور اس کی فصیل ان احکام میں خارج مسجد ہے لانہ موضع اعد للوضوء کما تقدم۔

جواب سوال دہم:

لکڑی کا منبر بنائیں کہ یہی سنت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اسے گوشۂ محراب میں رکھ کر محاذات ہو جائے گی اور اگر صحن کے بعد مسجد کی بلند دیوار ہے تو اُسے قیام مؤذن کے لائق تراش کر باہر کی جانب جالی یا کھڑکی لگالیں۔

مسلمان بھائیو!

یہ دین ہے کوئی دنیوی جھگڑا نہیں دیکھ لو کہ تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کیا ہے تمہاری مذہبی کتابوں میں کیا لکھا ہے۔

حضرات علمائے اہل سنت سے معروض:

حضرات احیائے سنت آپ کا کام ہے اس کا خیال نہ فرمائیے کہ آپ کے ایک چھوٹے نے اسے شروع کیا وہ بھی آپ ہی کا کرنا ہے آپ کے رب کا حکم ہے تعاونوا علی البر والتقویٰ۔ اور اگر آپ کی نظر میں یہ مسئلہ صحیح نہیں تو غصہ کی حاجت نہیں بے تکلف بیان حق فرمائیے اور اس وقت لازم ہے کہ ان دسوں سوالوں کے جدا جدا جواب ارشاد ہوں اور ان کے ساتھ ان پانچوں سوالوں کے بھی:

(۱۱) اشارت مرجوح ہے یا عبارت اور ان میں فرق کیا ہے۔

(۱۲) کیا محتمل و صریح کا مقابلہ ہو سکتا ہے۔

(۱۳) تصریحات کتب فقہ کے سامنے کسی غیر کتاب فقہ سے استنباط پیش کرنا کیسا ہے خصوصاً استنباط بعید یا جس کا منشا بھی غلط۔

(۱۴) حنفی کو تصریحات فقہ حنفی کے مقابل کسی غیر کتاب حنفی کا پیش کرنا کیسا ہے۔

(۱۵) قرآن مجید کی تجوید فرض عین ہے یا نہیں اگر ہے تو کیا سب ہندی علماء اسے بجا لاتے ہیں یا سو میں کتنے؟

مسئلہ ۱۰۲:

زید کہتا ہے مولٰنا احمد رضا خان ہر کتاب اور ہر خط میں لکھتے ہیں "راقم عبد المصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" خدا جل جلالہ کے سوا دوسرے کا عبد کیسے بن سکتا ہے فقیر نے جواب دیا بھائی یہاں عبد المصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مراد یہ لی جاتی ہے کہ غلام مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ کہ بندہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

اللہ عزوجل فرماتا ہے وانکحوا الایامٰی منکم والصلحین من عبادکم وامائکم ہمارے غلاموں کو ہمارا بندہ فرمایا کہ تم میں جو عورتیں بے شوہر ہوں انہیں بیاہ دو اور تمہارے بندوں اور تمہاری باندیوں میں جو لائق ہوں ان کا نکاح کر دو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس علی المسلم فی عبدہ ولا فرسہ صدقۃ۔ مسلمان پر اس کے بندے اور گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں یہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم اور باقی سب صحاح میں ہے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجمع صحابہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جمع فرما کر علانیہ برسر منبر فرمایا کنت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وکنت عبدہ وخادمہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھا میں حضور کا بندہ تھا اور حضور کا خدمتگار تھا یہ حدیث وہابیہ کے امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کے دادا اور زعم طریقت میں پردادا جناب شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے ازالۃ الخفا میں بحوالہ ابو حنیفہ وکتاب الریاض النضرہ لکھی اور اس سے سند لی اور مقبول رکھی۔ مثنوی شریف میں قصہ خریداری بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا عرض کی ؎

گفت مادو بندگانِ کوئے تو　　کردمش آزاد ہم بر روئے تو

اللہ عزوجل فرماتا ہے

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا	اے محبوب تم اپنی تمام امت سے یوں
عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ	خطاب فرماؤ کہ اے میرے بندو جنہوں
رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ	نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اللہ کی رحمت سے
الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ	ناامید نہ ہو بیشک اللہ سب گناہ بخشدیتا
الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝	ہے بیشک وہی ہے بخشنے والا مہربان۔

حضرت مولوی معنوی قدس سرہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

بندۂ خود خواند احمد در رشاد ۔ جملہ عالم را بخواں قُلْ يٰعِبَاد

طرفہ یہ کہ وہابیہ حال کے حکیم الامۃ اشرف علی تھانوی صاحب بھی جب تک مسلمان کہلاتے تھے حاشیہ شمائم امدادیہ میں قرآن کریم کا یہی مطلب ہونے کی تائید کر گئے کہ تمام جہان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بندہ ہے۔ اب گنگوہی اصطباغ پاکر شاید اسے ہر شرک سے بدتر شرک کہیں گے حالانکہ ہر شرک سے بدتر شرک کے مرتکب خود گنگوہی صاحب ہیں براہین قاطعہ میں صاف صاف شیطان کو خدا کا شریک مانا ہے جس کا بیان علمائے حرمین شریفین کے فتاوی مسمی بہ حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین میں اور اس مسئلہ عبد المصطفےٰ کی تمام تفصیل ہمارے رسالہ "بذل الصفا نعبد المصطفیٰ" میں ہے اے مسکین عبد اللہ بمعنی خلق خدا و ملک خدا تو ہر مومن و کافر ہے مومن وہی ہے جو عبد المصطفےٰ ہے امام الاولیاء و مرجع العلماء حضرت سیدنا سہل بن عبد اللہ تستری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

من لم یر نفسه فی ملك النبی	جو اپنے آپ کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یذوق	وسلم کا مملوک نہ جانے ایمان کا مزہ
حلاوۃ الایمان۔	نہ چکھے گا۔

آخر نہ دیکھا جب اللہ عزوجل نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی پیشانی میں ودیعت رکھا اور اسی نور کی تعظیم کے لیے تمام ملئکہ کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو سجدہ کا حکم دیا سب نے سجدہ کیا ابلیس لعین نے نہ کیا کیا وہ اس وقت عبد اللہ

ہونے سے نکل گیا اللہ کا مخلوق اللہ کا مملوک نہ رہا حاشا یہ تو ناممکن ہے بلکہ نور مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کو نہ جھکا عبد المصطفٰے نہ بنا لہٰذا مردود ابدی وملعون سرمدی ہوا آدمی کو اختیار رہے چاہے عبد المصطفٰے بنے اور ملئکہ مقربین کا ساتھی ہو یا اُس سے انکار کرے اور ابلیس لعین کا ساتھ دے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اِس مسئلہ میں کہ جمے ہوئے گھی میں حرام جانور مثلاً چوہا بلی یا کتا مرگیا یا جھوٹا کر گیا وہ گھی یا تیل کیسے پاک ہوگا اور وہ کھانا درست ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

گھی اگر جما ہوا ہے تو اس جانور یا اُس کے منہ لگنے کی جگہ سے کچھ چکر تھوڑا سا پھینک دیں باقی پاک ہے احمد وابوداود وابوہریرہ اور دارمی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اذا وقعت الفارۃ فی السمن فان کان جامدا فالقوھا وما حولھا۔ اگر جمے ہوئے گھی میں چوہا گر جائے تو چوہا اور اُس کے آس پاس کا گھی نکال کر پھینک دو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: ۱۰۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گھی گرم تھا اس میں مرغی کا بچہ گرا اور فوراً مرگیا یہ گھی کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

گھی ناپاک ہوگیا بے پاک کئے اس کا کھانا حرام ہے پاک کرنے کے تین طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ اتنا ہی پانی اس میں ملا کر جنبش دیتے رہیں یہاں تک کہ سب گھی اوپر آجائے اُسے اُتار لیں اور دوسرا پانی اُسی قدر ملا کر یونہی کریں پھر اتار کر تیسرے پانی میں اسی طرح دھوئیں اور اگر گھی سرد ہو کر جم گیا ہو تو تینوں بار اس کے برابر پانی ملا کر جوش دیں یہاں تک کہ

گھی اوپر آجائے اُتار لیں بلکہ جوش دینے کی پہلے ہی بار حاجت ہے پھر تو گھی رقیق ہو جائے گا۔ اور پانی ملا کر جنبش دینا کفایت کرے گا۔

دوم ناپاک گھی جس برتن میں ہے اگر جمنے کی طرف مائل ہو گیا ہو آگ پر پگھلا لیں اور ویسا ہی پگھلا ہوا پاک گھی اُس برتن میں ڈالتے جائیں یہاں تک کہ گھی سے بھر کر اُبل جائے سب گھی پاک ہو جائے گا۔

سوم دوسرا گھی پاک لیں اور مثلاً تخت پر بیٹھ کر نیچے ایک خالی برتن رکھیں اور پرنالے کے مثل کسی چیز میں وہ پاک گھی ڈالیں اور اس کے بعد یہ ناپاک گھی اس پرنالے میں ڈالیں یوں کہ دونوں کی دھاریں ایک ہو کر پرنالے سے برتن میں گریں اسی طرح پاک و ناپاک دونوں گھی ملا کر ڈالیں یہاں تک کہ سب ناپاک گھی پاک گھی سے ایک دھار ہو کر برتن میں پہنچ جائے سب پاک ہو گیا۔

پہلے طریقہ میں پانی سے گھی کو تین بار دھونے میں گھی خراب ہونے کا اندیشہ ہے اور دوسرے طریقہ میں اُبل کر تھوڑا گھی ضائع ہو جائے گا تیسرا طریقہ بالکل صاف ہے مگر اُس میں احتیاط بہت درکار ہے کہ برتن میں ناپاک گھی کی کوئی بوند ناپاک سے پہلے پہنچے نہ بعد کو گرے نہ پرنالے میں بہاتے وقت اُس کی کوئی چھینٹ اُڑ کر پاک گھی سے جدا برتن میں گرے ورنہ برتن میں جتنا پہنچا یا اب پہنچے گا سب ناپاک ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۵:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسلمان کو مونچھ بڑھانا یہاں تک کہ منہ میں آوے کیا حکم ہے زید کہتا ہے ترکش لوگ بھی مسلمان ہیں وہ کیوں مونچھ بڑھاتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

مونچھیں اتنی بڑھانا کہ منہ میں آئیں حرام و گناہ و سنت مشرکین و مجوس و یہود و نصاریٰ ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعلیٰ درجہ کی حدیث صحیح میں فرماتے ہیں احفوا الشوارب و اعفوا اللحی ولا تشبہوا بالیہود رواہ الامام الطحاوی عن انس بن مالک ولفظ مسلم

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما جزوا الشوارب وارخوا اللحی وخالفوا المجوس۔

مونچھیں کتر کر خوب پست کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ یہودیوں اور مجوسیوں کی صورت نہ بنو۔ فوجی جاہل ترکوں کا فعل حجت ہے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۶:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے روز سلطان المسلمین کے لیے خطبہ میں دعا مانگنا فرض ہے تو مثلاً اتنی دعا مانگی جائے تو درست ہے یا نہیں؟ اللھم اعز الاسلام والمسلمین بالامام العادل ناصر الاسلام والملۃ والدین۔ زید کہتا ہے نہیں درست سلطان المعظم کا نام لے کر دعا مانگنا چاہیے۔

الجواب:

سلطان اسلام کے لیے خطبہ میں دعا فرض نہیں ایک مستحب ہے اور وہ اتنی دعا سے کہ سوال میں لکھی بیشک حاصل ہے۔ زید کا اسے نادرست کہنا محض غلط و باطل ہے بلکہ درمختار میں ہے:

یندب ذکر الخلفاء الراشدین والعینین لا الدعاء للسلطان وجوزہ الفقیہ فلانی خاص نام کی ضرورت ان شہروں میں ہے جو سلطان کی سلطنت میں ہیں کہ سکہ و خطبہ شعار سلطنت ہے ردالمحتار میں ہے:

الدعاء للسلطان علی المنابر قد صار الآن من شعار السلطنۃ فمن ترکہ یخشی علیہ الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۷:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر پیش امام سر پر شال ڈال کر نماز پڑھائے تو کیسا ہے۔

الجواب:

شال اگر ریشمی یا زری کی مغرق ہے یا اس کا کوئی بوٹا زری یا ریشم کا چار انگل سے زیادہ چوڑا

ہے تو مرد کو مطلقاً تا جائز ہے اگرچہ غیر نماز میں اور نماز اس کے باعث خراب و مکروہ خواہ امام ہو یا مقتدی یا تنہا اور اگر ایسی نہیں تو دو صورتیں ہیں اگر سر پر ڈال کر اُس کا آنچل شانہ پر ڈال لیا جو اوڑھنے کا طریقہ ہے تو حرج نہیں اور اگر سر پر ڈال کر دونوں پلو لٹکتے چھوڑ دیے تو مکروہ تحریمی و گناہ ہے اور نماز کا پھیرنا واجب ۔ درمختار میں ہے:

(کرہ سدل) تحریمًا للنھی (ثوبہ) ارسالہ بلا لبس معتاد کشد مندیل یرسلہ من کتفیہ ۔ ردالمحتار میں ہے وذلک نحو الشال ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۸:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ولدالزنا کی نماز جنازہ پڑھنا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن جائز ہے یا نہیں ۔ ولدالزنا کی ماں کافرہ ہے اور باپ مسلمان ۔ بینوا توجروا ۔

الجواب:

جب وہ مسلمان ہے اُس کے جنازہ کی نماز فرض ہے اور مُسلمانوں کے مقابر میں اُسے دفن کرنا بیشک جائز ہے اگرچہ اس کی ماں یا باپ یا دونوں کافر ہوں بلکہ یہ اور بھی اولیٰ ہے کہ ولدالزنا ہوتے ہیں اُس کا اپنا کوئی قصور نہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ملفوظات حضور پرنور امام اہلسنت اعلیٰحضرت قبلہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عرض۔ حضور ۱۲ سال میں میری اہلیہ کے ۴ لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئے جن میں سے پانچ اولادیں انتقال کر گئیں کسی کی عمر ۳ سال کسی کی دو سال کسی کی ایک سال ہوئی اور سب کو ایک ہی بیماری لاحق ہوئی یعنی پسلی اور ام الصبیان فی الحال صرف ایک لڑکی ۳ سالہ حیات ہے حضور دُعا فرمائیں اور ان امراض کے واسطے کوئی عمل جو مناسب ہو ارشاد فرمائیں۔

ارشاد۔ مولیٰ تعالیٰ اپنی رحمت فرمائے اب جو حمل ہو اُسے دو مہینے نہ گزرنے پائیں کہ یہاں اطلاع دیجئے اور زوجہ اور ان کی والدہ کا نام بھی معلوم ہونا چاہیے اس وقت سے انشاء اللہ تعالیٰ بندوبست کیا جائے۔ اپنے گھر میں پابندی نماز کی تاکید شدید رکھیے اور پانچوں نمازوں کے بعد آیۃ الکرسی ایک ایک بار ضرور پڑھا کریں اور علاوہ نمازوں کے ایک ایک بار صبح سورج نکلنے سے پہلے اور شام کو سورج ڈوبنے سے پہلے اور سوتے وقت جن دنوں میں عورتوں کو نماز کا حکم نہیں اُن میں بھی اِن تین وقت آیۃ الکرسی نہ چھوٹے مگر ان دنوں میں آیت قرآن مجید کی نیت سے نہ پڑھے بلکہ اِس نیت سے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں اور جن دنوں میں نماز کا حکم ہے ان میں اس کا بھی التزام رکھیں کہ تینوں قل ۳-۳ بار صبح و شام اور سوتے وقت پڑھیں صبح سے مراد یہ ہے کہ آدھی رات ڈھلنے سے سورج نکلنے تک اور شام سے مُراد یہ ہے کہ دوپہر ڈھلے سے غروب آفتاب تک اور سوتے وقت اِس طور پر پڑھیں کہ چت لیٹ کر دونوں ہاتھ دُعا کی طرح پھیلا کر ایک ایک بار تینوں قل پڑھ کر ہتھیلیوں پر دم کر کے سارا مُنہ اور سینے اور پیٹ پاؤں آگے اور پیچھے جہاں تک ہاتھ پہنچ سکے سارے بدن پر ہاتھ پھیریں دوبارہ ایسے ہی سہ بارہ ایسے ہی اور جن دنوں میں عورتوں کو نماز کا حکم نہیں اُن میں آپ اِسی طرح پڑھ کر تین بار ان کے بدن پر ہاتھ پھیر دیا کیجیے بڑا

چراغ یہاں ایک صاحب بناتے ہیں وہ بنوا لیجیے اور ایام حمل میں اور بچہ پیدا ہونے کے بعد جس ترکیب سے بتایا جائے اُسے روشن کیجیے اور یہ لڑکی جو موجود ہے اس کو اگر ناسازی لاحق ہو تو اُس کے لیے بھی روشن کیجیے اور وہ چراغ باذنہ تعالیٰ سحر اور آسیب و مرض تینوں کے دفع میں مجرب ہے۔ بچہ جو پیدا ہو پیدا ہوتے ہی معاً سب سے پہلے اُس کے کانوں میں ۷ بار اذانیں دی جائیں ۴ بار اذان سیدھے کان میں اور تین تکبیر بائیں میں اس میں ہرگز دیر نہ کی جائے دیر کرنے میں شیطان کا دخل ہو جاتا ہے۔ چالیس روز تک بچہ کو کسی اناج سے تول کر خیرات کیا جائے پھر سال بھر تک ہر مہینہ پر پھر دو برس کی عمر تک ہر دو مہینے پر تیسرے سال ہر تین مہینے پر چوتھے سال ہر چار مہینے پر پانچویں سال بھی ہر چار مہینے پر چھٹے سال ہر چھ مہینے پر ساتویں سال سالانہ یہ تول اس لڑکی کے لیے بھی کیجیے۔ چوتھے میں ہے تو ہر چار مہینے پر تو لیے۔ مکان میں سات دن تک مغرب کے وقت ۷-۷ بار اذان باآواز بلند کہی جائے اور تین شب کسی صحیح خواں سے پوری سورۂ بقر ایسی آواز سے تلاوت کرائی جائے کہ مکان کے ہر گوشہ میں پہنچے شب کو مکان کا دروازہ بسم اللہ کہہ کر بند کیا جائے اور صبح کو بسم اللہ کہہ کر کھولا جائے آپ کے گھر میں جب پاخانہ کو جائیں اُس کے دروازہ سے باہر بسم اللہ اعوذ باللہ من الخبث والخبائث پڑھ کر بایاں پیر پہلے رکھ کر جائیں اور جب نکلیں تو دہنا پاؤں پہلے نکالیں اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہیں اور کپڑے بدلنے یا نہانے کے لیے جب کپڑے اُتاریں پہلے بِسْمِ اللہ کہہ لیں اور قربت کے وقت نہایت اہتمام کے ساتھ یاد رکھیے کہ شروع فعل کے وقت آپ اور وہ دونوں بسم اللہ کہہ لیں اور ان باتوں کا التزام رہے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ کوئی خلل نہ ہونے پائے گا۔

عرض۔ حضور بڑا چراغ روشن کرنے کی کیا ترکیب ہے۔

ارشاد۔ (۱) یہ چراغ معلق روشن کیا جائے گا کسی چھینکے یا قندیل میں۔

(۲) روشن کرتے وقت لَو کے پاس سونے کا چھلا یا انگوٹھی یا بالی ڈال دیا کریں چلہ ختم ہونے پر وہ مساکین مسلمین پر تصدق کریں۔

(۳) چراغ باوضو نمازی آدمی روشن کرے اگرچہ عورت ہو اور مرد بہتر ہے۔

(۴) مرض ہلکا ہو تو چراغ روز ڈیڑھ گھنٹہ روشن ہو اور سخت ہو تو دو گھنٹے تین گھنٹے اور بہت سخت ہو تو شب بھر۔

(۵) مریض اس کی روشنی میں بیٹھے خواہ لیٹے مگر منہ اس کی طرف رکھے اور اکثر اوقات اُس کی لو کو دیکھے۔

(۶) جتنی دیر تک جلانا منظور ہو اُسی حساب سے اعلیٰ درجہ کا پھلیل اس میں ڈالیں اور اُسے ڈال کر چراغ کے سب طرف پھرالیں کہ تمام نقوش پر دورہ کر آئے پھر جھکا کر رکھ دیں اور جس طرف بتی کا نشان ہے بسم اللہ کہہ کر اُس طرف روشن کریں۔

(۷) اگر مرض نہایت شدید ہو تو چاروں گوشوں میں چار بتیاں جلائیں اور چراغ سیدھا رکھیں اور ہر لو کے پاس سونا رکھیں۔

(۸) جس مکان میں یہ چراغ روشن ہو وہاں نہ کوئی تصویر ہو نہ کتا آنے پائے نہ سوا مریضہ کے کوئی عورت حیض یا نفاس والی یا کوئی ناپاک مرد یا عورت۔

(۹) اُس جگہ بیٹھ کر سب ذکر الٰہی و درود شریف میں مشغول رہیں جو بات ضرورت کی ہو بقدر ضرورت آہستگی سے کہہ دیں چپقلش نہ کریں نہ کوئی لغو و بیہودہ بات وہاں ہونے پائے۔

(۱۰) جتنی عورتیں وہاں بیٹھیں یا آئیں جائیں سب سنگین کپڑے پہنے ہوں نماز کی طرح سوا منہ کی ٹکلی یا ہتھیلیوں کے سر کا کوئی بال یا گلے یا کلائی یا بازو یا پیٹ یا پنڈلی کا کوئی حصہ اصلاً نہ کھلنے پائے۔

(۱۱) چراغ پہلے دن جس وقت روشن ہو وہ گھنٹہ منٹ یاد رکھیں کہ کسی دن اُس سے زیادہ دیر روشن کرنے میں نہ ہونے پائے اُس کے موکلات اپنی حاضری کا وہی وقت مقرر کر لیتے ہیں جس وقت پہلے دن روشن ہوا تھا پھر اگر کسی دن آئے اور چراغ اُس وقت روشن نہ پایا تو اُن کو تکلیف ہوتی ہے لہٰذا چاہیئے کہ پہلے

دن کچھ دیر قصداً کر کے روشن کریں کہ اگر کسی دن اتفاقیہ دیر ہو جائے تو اُس وقت سے زیادہ دیر نہ ہونے پائے مگر پہلے دن اتنی دیر بھی نہ کریں کہ اگر کسی دن اتفاقیہ دیر ہو جائے تو اُس وقت سے زیادہ دیر نہ ہونے پائے مگر پہلے دن اتنی دیر نہ کریں کہ اور کسی دن چراغ روشن ہو کر اُس وقت کے آنے سے پہلے ختم ہو جائے۔

(۱۲) جب چراغ بڑھانے کا وقت آئے کوئی باوضو شخص بڑھائے اور اُس وقت یہ کہے السلام علیکم اجوا ماجورین۔

(۱۳) روز نیا پھلیل ڈالیں کل کا بچا ہوا آج مریض کے سر اور بدن پر مل دیں۔

(۱۴) جس کے لیے چراغ روشن ہوا ہو اس کے سوا اور مریض بھی بہ نیت شفا اُن شرائط کی پابندی سے بیٹھ سکتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

عرض۔ ایک صاحب کی لڑکی بلا ناغہ کچھ عرصہ سے سورۂ مزمل شریف پڑھا کرتی تھیں بلکہ قریب نصف کے حفظ بھی تھی اب ان صاحبزادی کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔

ارشاد۔ لاحول شریف ۶۰ بار الحمد شریف اور آیۃ الکرسی شریف ایک ایک بار تینوں قل تین بار پانی پر دم کر کے پلائیے۔

عرض۔ کیا آیات قرآنی بھی یہ اثر رکھتی ہیں۔

ارشاد۔ جو قیود و عامل بتاتے ہیں اُن کی پابندی نہ کرنے سے ایسا ہوتا ہے۔

عرض۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کمبل اوڑھنا ثابت ہے یا نہیں۔

ارشاد۔ ہاں حدیث شریف سے ثابت ہے۔

عرض۔ پیراہن اقدس میں کیا کیا کپڑے ہیں۔

ارشاد۔ ردا[۱]۔ تہ بند[۲]۔ عمامہ[۳] یہ تو عام طور سے ہوتا تھا اور کبھی قمیص[۴] اور ٹوپی پاجامہ ایک بار خریدنا لکھا ہے پہننے کی روایت نہیں عورتیں بھی تہ بند ہی باندھتی تھیں ایک بار حضورؐ تشریف لیے جاتے تھے راہ میں ایک بیوی کا پاؤں

پھسلا روئے مبارک اُس طرف سے پھیر لیا صحابہ نے عرض کیا حضور وہ پاجامہ پہنے ہوئے ہے ارشاد فرمایا اللھم اغفر للمتسرولات اے اللہ بخش دے ان عورتوں کو جو پاجامہ پہنتی ہیں اور غالباً پاجامہ تنگ تھا اس واسطے کہ اگر ڈھیلا ہوتا تو اس میں بھی تہ بند کی طرح کھل جانے کا احتمال ہو سکتا تھا۔

عرض۔ موم بتی جس میں چربی پڑتی ہے مسجد میں جلانا جائز ہے یا نہیں۔

ارشاد۔ اگر مسلمان کی بنائی ہوئی ہے تو جائز ہے ورنہ مسجد ہی میں نہیں ویسے بھی جلانا نہ چاہیئے۔

عرض۔ یہ جو جرمن وغیرہ ولایتوں سے آتی ہے اس کا کیا حکم ہے۔

ارشاد۔ ان کا بھی وہی حکم ہے اس واسطے کہ چربی اور گوشت کا ایک حکم ہے اگرچہ گائے ہو یا بکری کسی مُسلمان سے کوئی ہندو یا نصرانی چربی لے گیا اور تھوڑی دیر میں واپس لائے اور کہے کہ یہ وہی چربی ہے جو ابھی تم سے لے گیا ہوں اس کا لینا حرام النصرانیۃ لاذبیحۃ لہٗ بخلاف یہودیوں کے کہ اُن کے یہاں اب تک ذبح کرنے کا اہتمام ہے فتاوٰے قاضی خاں میں ہے الیھودیۃ یذبح اویأ کل ذبیحۃ المسلم نصرانی و یہودی کافر دونوں ہیں کہ ایک محبوبان خدا کی محبت میں اور دوسرے عداوت میں قرآن عظیم میں یہودیوں کو مغضوب علیہم اور نصاریٰ کو ضالین فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ آج روئے زمین پر کوئی یہودی ایک گاؤں کا بھی حاکم نہیں بخلاف نصاریٰ کے کہ ان کی سلطنت ظاہر ہے اور بعینہ یہی مثال روافض و وہابیہ کی ہے کہ روافض مثل نصاریٰ کے محبت میں کافر ہوئے اور وہابیہ مثل یہود کے عداوت میں چنانچہ روافض کی حکومت ایران کا تخت موجود ہے اور وہابیہ کی کہیں ایک پٹڑی بھی نہیں۔

عرض۔ امام مسافر کے پیچھے مقتدی مقیم کو ایک رکعت ملی تو بقیہ نماز میں قرأت کس طرح کرے۔

ارشاد۔ پہلے دو رکعت مثل لاحق کے بغیر قرأت بقدر سورۂ فاتحہ قیام کرکے قعدہ کرے اور پچھلی رکعت میں قرأت کرے۔

عرض۔ جماعت ثانیہ جس وقت شروع ہو سنت ظہر اُس وقت پڑھنا جائز ہے یا نہیں یا یہ کہ سنت جماعت ثانیہ کے قعدہ نہ ملنے کی وجہ سے چھوڑ دی جائیں یا کیا۔

ارشاد۔ جماعت ثانیہ فقط جائز ہے اس کے لیے سنتیں نہ چھوڑے اصل نماز جماعت اولیٰ ہے جس کے لیے حدیث میں ارشاد ہے کہ اگر مکانوں میں بچے اور عورتیں نہ ہوتیں تو جو لوگ جماعت میں شریک نہیں ہوتے ہیں اُن کے مکانوں کو جلوا دیتا ایک مرتبہ مولوی عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ مارہرہ مطہرہ میں اتفاقاً مجھے نماز میں دیر ہو گئی جب میں مسجد کی سیڑھیوں پر پہنچا حضرت میاں صاحب قبلہ نماز پڑھ کر تشریف لا رہے تھے ارشاد فرمایا عبدالقادر نماز تو ہو گئی تو اصل نماز جماعت اولیٰ ہی ہے۔

عرض۔ نماز جنازہ میں تو تین صف کرنے کی فضیلت ہے اُس کی ترکیب درمختار و کبیری میں یہ لکھی ہے کہ پہلی صف میں تین دوسری میں دو اور تیسری میں ایک آدمی کھڑا ہو اس کی کیا وجہ ہے کہ ہر صف میں دو دو کھڑے ہو سکتے تھے۔

ارشاد۔ اقل درجہ صف کامل کا تین آدمی ہیں اس واسطے صف اوّل کی تکمیل کر دی گئی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امام کی برابر دو آدمیوں کا کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی اور تین کا مکروہ تحریمی کیونکہ صف کامل ہو گئی اور اس صورت میں امام کا صف میں کھڑا ہونا ہو گیا اور پنج وقتہ نمازیں بھی۔ بعض صورتوں میں تنہا صف میں کھڑا ہونا جائز نہیں ہے مثلاً دو مرد اور ایک عورت ہے تو عورت پچھلی صف میں تنہا کھڑی ہو گی۔

عرض۔ ایام وبا میں بعض جگہ دستور ہے کہ بکرے کے داہنے کان میں سورۂ یٰسین شریف اور بائیں میں سورۂ مزمل شریف پڑھ کر دم کرتے ہیں اور شہر کے اِرد گرد پھرا کر چوراہے پر ذبح کرتے ہیں اور اس کی کھال دوسری زمین میں دفن کر دیتے ہیں یہ کیسا ہے۔

ارشاد۔ کھال دفن کرنا حرام ہے کہ اضاعت مال ہے اور چوراہے پر

لے جا کر ذبح کرنا جہالت اور بیکار بات ہے اللہ کے نام پر ذبح کر کے مساکین کو تقسیم کر دے۔

عرض۔ کیا خطبہ نکاح بھی کھڑے ہو کر قبلہ رو پڑھنا چاہیے۔

ارشاد۔ ہاں کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے اور قبلہ رو ہونا کچھ ضرور نہیں سامعین کی طرف مُنہ ہونا چاہیئے خطبہ جمعہ بھی تو قبلہ کی جانب پشت کر کے پڑھا جانا مشروع ہے۔

عرض۔ معلم کی اگر تنخواہ مقرر نہ ہو تو بچوں سے کام لے سکتا ہے یا نہیں۔

ارشاد۔ اگر والدین کو ناگوار نہ ہو اور بچہ کو تکلیف نہ ہو تو حرج نہیں تنخواہ مقرر ہو یا نہ ہو۔

عرض۔ میلاد خواں کے ساتھ اگر امرد شامل ہوں یہ کیسا ہے۔

ارشاد۔ نہیں چاہیئے۔

عرض۔ نوشہ کے اوپن ملنا جائز ہے یا نہیں۔

ارشاد۔ خوشبو ہے۔ جائز ہے۔

عرض۔ اگر بیسلپور سے بدایوں جانا ہے اور راستہ میں بریلی اترا تو قصر کرے گا یا نہیں۔

ارشاد۔ اس صورت میں قصر نہیں کہ سفر کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

عرض۔ ایک شخص بریلی کا ساکن مُراد آباد میں دُکان کھولے اور وہاں تجارت کا ارادہ ہو اور کبھی کبھی اپنے اہل و عیال کو بھی لے جایا کرے اس صورت میں مراد آباد وطن اصلی ہو گا یا وطن اقامت۔

ارشاد۔ وطن اصلی نہ ہو گا ہاں اگر وہاں نکاح کر لے تو ہو جائے گا۔

عرض۔ اگر وہابی نکاح پڑھائے تو ہو جائے گا یا نہیں۔

ارشاد۔ نکاح تو ہو ہی جائے گا اس واسطے کہ نکاح نام باہمی ایجاب و قبول کا ہے اگرچہ بامن پڑھا دے چونکہ وہابی سے پڑھوانے میں اس کی تعظیم ہوتی ہے جو حرام ہے لہٰذا احتراز لازم ہے۔

عرض۔ ولیمہ نکاح کی سنت ہے یا زفاف کی اور نابالغ کا نکاح ہو تو ولیمہ کب اور کس دن کرے۔

ارشاد۔ ولیمہ زفاف کی سنت ہے اور نابالغ بھی بعد زفاف کے ولیمہ کرے اور ولیمہ شب زفاف کی صبح کو کرے۔

عرض۔ نکاح کے بعد چھوارے لٹانے کا جو رواج ہے یہ کہیں ثابت ہے یا نہیں۔

ارشاد۔ حدیث شریف میں لوٹنے کا حکم ہے اور لٹانے میں بھی کوئی حرج نہیں اور یہ حدیث دار قطنی و بیہقی و طحاوی سے مروی ہے۔

عرض۔ خضاب سیاہ اگر وسمہ سے ہو۔

ارشاد۔ وسمہ سے ہو یا تسمہ سے سیاہ خضاب حرام ہے۔

عرض۔ کوئی صورت بھی اس کے جواز کی ہے۔

ارشاد۔ ہاں جہاد کی حالت میں جائز ہے۔

عرض۔ اگر جوان عورت سے مرد ضعیف نکاح کرنا چاہے تو خضاب سیاہ کر سکتا ہے یا نہیں۔

ارشاد۔ بوڑھا بیل سینگ کاٹنے سے بچھڑا نہیں ہو سکتا۔

عرض۔ بعض کتب میں ہے کہ وقت شہادت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسمہ کا خضاب تھا۔

ارشاد۔ حضرت امام حسن و حسین و عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم خضاب وسمہ کا کیا کرتے تھے کہ یہ سب حضرات مجاہدین تھے۔

عرض۔ نماز قصر نہ تھی اور قصر پڑھی تو اعادہ ہوگا یا نہیں۔

ارشاد۔ ضرور اعادہ ہوگا کہ سرے سے نماز ہی نہ ہوئی۔

عرض۔ ایک گاؤں میں مسجد بالکل ویرانہ میں ہے اس کے متصل ایک کمار کا مکان ہے مسجد مذکور میں نماز بھی نہیں ہوتی ہے بلکہ اُس کے اِرد گرد لوگ کوڑہ وغیرہ ڈالتے

ہیں وہ کمار زمین مسجد کو خریدنا چاہتا ہے آیا اُس کی بیع ہو سکتی ہے یا نہیں۔

ارشاد۔ حرام ہے اگرچہ زمین کے برابر سونا دے مسجد کے لیے جو لوگ ایسا کریں ان کی نسبت قرآن عظیم فرماتا ہے: لھم فی الدنیا خزی ولھم فی الاخرۃ عذاب عظیم دُنیا میں اُن کے لیے رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب۔

عرض۔ نماز جنازہ کی تعجیل سے کیا مُراد ہے۔

ارشاد۔ غسل و کفن بغیر تو نماز پڑھ سکتے ہی نہیں ہاں اُس کے بعد تاخیر نہ کرے بعض لوگ شب جمعہ میں جس کا انتقال ہوا میت کو تا نماز جمعہ رکھے رہتے ہیں کہ آدمیوں کی نماز میں کثرت ہو جائے یہ ناجائز ہے اور اس کی تصریح کتب فقہ میں موجود ہے اور اگر قبر تیار ہونے سے پیشتر کسی عذر سے تاخیر کی جائے تو حرج نہیں۔

عرض۔ مُردہ کے ساتھ مٹھائی قبرستان میں چیونٹیوں کے ڈالنے کے لیے لے جانا کیسا ہے۔

ارشاد۔ ساتھ لے جانا رسم ہے کا جس طرح علمائے کرام نے منع فرمایا ہے ویسے ہی مٹھائی ہے اور چیونٹیوں کو اس نیت سے ڈالنا کہ میت کو تکلیف نہ پہنچائیں یہ محض جہالت ہے اور یہ نیت نہ بھی ہو تو بھی بجائے اس کے مساکین صالحین پر تقسیم کرنا بہتر ہے (پھر فرمایا) مکان پر جس قدر چاہیں خیرات کریں قبرستان میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ اناج تقسیم ہوتے وقت بچے اور عورتیں وغیرہ غل مچاتے اور مسلمانوں کی قبروں پر دوڑتے پھرتے ہیں۔

عرض۔ معمولی چھینٹ جس کے پاجامے عورتوں کے ہوتے ہیں خوش دامن کا پاجامہ ایسی چھینٹ کا ہو اُس پر سے اُس کے جسم کو ہاتھ بشہوت لگائے تو کیا حکم ہے۔

ارشاد۔ اگر ایسا کپڑا ہے کہ حرارت جسم کی نہ معلوم ہو تو خیر ورنہ حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی۔

عرض۔ یہ جو مولود شریف کی بعض کتب میں لکھا ہے کہ جس رات آمنہ خاتون حاملہ ہوئیں دو سو عورتیں رشک حسد سے مر گئیں یہ صحیح ہے یا نہیں۔

ارشاد۔ اس کی صحت معلوم نہیں البتہ چند عورتوں کا بہ تمنائے نور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرجانا ثابت ہے۔

عرض۔ استقاط کی حالت میں چند سیر گندم اور قرآن عظیم دیا جاتا ہے اس میں کل کفارہ ادا ہو جائے گا یا نہیں۔

ارشاد۔ جتنی قیمت قرآن عظیم کی بازار میں ہے اُتنے کا کفارہ ادا ہو جائے گا۔

عرض۔ ثمن کے اندر عاقدین مختار ہیں جتنا چاہیں طے کرلیں۔

ارشاد۔ یہاں یہ کہ صدقہ دیا جارہا ہے وہی بازار کے بھاؤ کا اعتبار ہوگا۔

عرض۔ خطبہ کے وقت عصا ہاتھ میں لینا سنت ہے یا کیا۔

ارشاد۔ اختلاف ہے علماء کا بعض کہتے ہیں کہ سنت ہے اور بعض مکروہ بتاتے ہیں۔

عرض۔ سنت و مکروہ میں تعارض ہو تو کیا کرنا چاہیئے۔

ارشاد۔ ترک اولیٰ ہے جامع الرموز میں محیط سے نقل ہے کہ سنت ہے اور محیط ہی میں ہے کہ مکروہ ہے اسی کو ہندیہ میں نقل کیا ہے۔

عرض۔ دیہات میں جمعہ نہ پڑھنے کے مسائل و رسائل علماء نے لکھے ہیں اس سے اہل دیہات بہت پریشان ہیں۔

ارشاد۔ مذہب حنفی میں جمعہ و عیدین جائز نہیں لیکن جہاں قائم ہے وہاں منع نہ کیا جائے اور جہاں نہیں ہے وہاں قائم نہ کیا جائے آخر شافعی مذہب پر تو ہو ہی جائے گا ایسی صورت میں جہلا جمعہ تو جمعہ ظہر بھی چھوڑ دیں گے۔ ارأیت الذی ینھی ٥ عبدًا اذا صلّٰی ٥ سے خوف کرنا چاہیئے۔ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے منقول ہے کہ ایک شخص کو طلوع آفتاب کے وقت نفل پڑھتے ہوئے دیکھ کر منع نہ فرمایا جب وہ پڑھ چکا تو مسئلہ تعلیم فرمادیا۔

عرض۔ حضور کی قسم کھاکر خلاف کرنے سے کفارہ لازم آئے گا یا نہیں۔

ارشاد۔ نہیں۔

عرض۔ قسم حضور کی کھانا جائز ہے۔

ارشاد۔ نہیں۔

عرض۔ کیا بے ادبی ہے۔

ارشاد۔ ہاں۔

عرض۔ خلال تانبے پیتل کا گلے میں لٹکانا کیسا ہے۔

ارشاد۔ ناجائز ہے کیونکہ یہ تعلیق کے حکم میں ہے ویسے جائز ہے اور سونے چاندی کا حرام ہے بلکہ عورتوں کو بھی ایسے ہی سونے چاندی کے ظروف میں کھانا ناجائز ہے اور گھڑی کی چین بھی عام ازیں کہ چاندی کی ہو یا پیتل کی ہاں ڈورا باندھ سکتا ہے۔

عرض۔ جوان غیر محرم عورتوں کے سلام کا جواب دینا چاہیئے یا نہیں۔

ارشاد۔ دل میں جواب دے۔

عرض۔ اگر غائبانہ نامحرم کو سلام کہلائے۔

ارشاد۔ یہ بھی ٹھیک نہیں ع

بسا کین آفت از گفتار خیزد۔

عرض۔ سنت الفجر اول وقت پڑھے یا متصل فرضوں کے۔

ارشاد۔ اول وقت پڑھنا اولیٰ ہے حدیث شریف میں ہے جب انسان سوتا ہے شیطان تین گرہ لگا دیتا ہے جب صبح اٹھتے ہی وہ رب عزوجل کا نام لیتا ہے ایک گرہ کھل جاتی ہے اور وضو کے بعد دوسری اور جب سنتوں کی نیت باندھی تیسری بھی کھل جاتی ہے لہٰذا اول وقت سنتیں پڑھنا اولیٰ ہے۔

عرض۔ ظہر کے وقت بغیر سنت پڑھے امامت کر سکتا ہے۔

ارشاد۔ بلا عذر ٹھیک نہیں۔

عرض۔ سنت جمعہ اگر خطبہ شروع ہونے کی وجہ سے چھوٹ جائیں تو بعد نماز جمعہ پڑھے یا نہیں۔

ارشاد۔ پڑھے اور ضرور پڑھے۔

عرض۔ بعض جگہ دستور ہے کہ مسلمان ہندو کی آڑت میں مال فروخت کرتا ہے

اور اس صورت میں ہندو کو کمیشن دینا پڑتا ہے اور وہ لوگ کمیشن کے ساتھ چار آنے سیکڑہ اس بات کا لیتے ہیں کہ اس رقم کا اناج خرید کر کبوتروں کو ڈالا جائے گا یہ دینا جائز ہے یا نہیں۔

ارشاد۔ اگر جانوروں کے لیے لیں کچھ حرج نہیں البتہ بت وغیرہ کے لیے ناجائز ہے۔

عرض۔ دست غیب و کیمیا حاصل کرنا کیسا ہے۔

ارشاد۔ دست غیب کے لیے دعا کرنا محال عادی کے لیے دعا کرنا ہے جو مثل محال عقلی و ذاتی کے حرام ہے اور کیمیا تضییع مال ہے اور یہ حرام ہے آج تک کہیں ثابت نہیں ہوا کہ کسی نے بنالی ہو۔ کباسط کفیہ الی الماء وما ھو ببالغہ۔ دست غیب جو قرآن عظیم میں ارشاد ہے اُس کی طرف لوگوں کو توجہ ہی نہیں کہ فرماتا ہے ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب یتق اللہ پر عمل نہیں ورنہ حقیقۃً سب کچھ حاصل ہو سکتا ہے میرے ایک دوست مدینہ طیبہ کے رہنے والے ان کا مدینہ منورہ سے بھیجا ہوا ایک خط اتوار کے روز مجھے ملا جس میں پچاس روپیہ کی طلب تھی بدھ کے روز یہاں سے ڈاک جاتی تھی جو ہفتہ کے روز ڈاک کے جہاز میں روانہ ہو جاتی تھی پیر کے دن تو مجھے خیال ہی نہ رہا منگل کے روز یاد آیا دیکھا تو اپنے پاس پانچ پیسے بھی نہیں وہ دن بھی ختم ہوا نماز مغرب پڑھ کر حسب معمول استنجے کو گیا اور یہ فکر کہ کل کو بدھ ہے اور ابھی تک روپیہ کی کوئی سبیل نہیں ہوئی میں نے سرکار میں عرض کیا کہ حضور ہی میں بھیجنا ہیں عطا فرمائے جائیں کہ باہر سے حسنین (اعلحضرت مدظلہ کے بھتیجے) نے آواز دی "سیٹھ ابراہیم بمبئی سے ملنے آئے ہیں" ہیں

عہ جیسے کوئی دونوں ہاتھ پھیلائے پانی کی طرف بیٹھا ہو اور وہ پانی یوں اسے پہنچنے والا نہیں۔ ۱۲

عہ جو اللہ سے ڈرتا ہے (پرہیزگار ہے) اللہ عزوجل اُس کے لیے فرما دیتا ہے اور اُسے روزی پہنچاتا ہے وہاں سے جہاں کا اُسے گمان بھی نہیں ہوتا ۱۲۔

باہر آیا اور ملاقات کی چلتے وقت اکیاون روپیہ انہوں نے دیے حالانکہ ضرورت صرف پچاس روپیہ کی تھی یہ اکیاون یوں تھے کہ ایک روپیہ فیس منی آرڈر کا بھی تو دینا پڑتا غرض صبح کو فوراً منی آرڈر کر دیا۔

مؤلف۔ یہ ہے یرزقہ من حیث لا یحتسب۔

عرض۔ ادنیٰ درجہ علم باطن کیا ہے۔

ارشاد۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار سفر کیا اور وہ علم لایا جسے خواص وعوام سب نے قبول کیا۔ دوبارہ سفر کیا اور وہ علم لایا جسے خواص نے قبول کیا عوام نے نہ مانا۔ سہ بارہ سفر کیا اور وہ علم لایا جو خواص وعوام کسی کی سمجھ میں نہ آیا۔

یہاں سفر سے سیر اقدام مراد نہیں بلکہ سیر قلب ہے اُن کے علوم کی حالت تو یہ ہے اور ادنیٰ درجہ اُن سے اعتقاد اُن پر اعتماد و تسلیم ارشاد جو سمجھ میں آیا فبہا ورنہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب ۔ حضرت شیخ اکبر اور اکابر فن نے فرمایا ہے کہ ادنیٰ درجہ علم باطن کا یہ ہے کہ اس کے عالموں کی تصدیق کرے کہ اگر نہ جانتا تو ان کی تصدیق نہ کرتا نیز حدیث میں فرمایا ہے اغد عالماً او متعلماً او مستمعاً او محباً ولا تکن الخامس فتھلک ۔ صبح کر اس حالت میں کہ تو خود عالم ہے یا علم سیکھتا ہے یا عالم کی باتیں سنتا ہے یا ادنیٰ درجہ یہ کہ عالم سے محبت رکھتا ہے اور پانچواں نہ ہونا کہ ہلاک ہو جائے گا۔

عرض۔ کیا واعظ کا عالم ہونا ضروری ہے۔

ارشاد۔ غیر عالم کو وعظ کہنا حرام ہے۔

عرض۔ عالم کی کیا تعریف ہے۔

ارشاد۔ عالم کی تعریف یہ ہے کہ عقائد سے پورے طور پر آگاہ ہو اور مستقل ہو اور اپنی ضروریات کو کتاب سے نکال سکے بغیر کسی کی مدد کے

عرض۔ کتب بینی ہی سے علم ہوتا ہے۔

ارشاد۔ یہی نہیں بلکہ علم افواہ رجال سے بھی حاصل ہوتا ہے۔

عرض۔ حضور مجاہدہ میں عمر کی قید ہے۔

ارشاد۔ مجاہدے کے لیے کم از کم اسّی برس درکار ہوتے ہیں باقی طلب ضرور کی جائے۔

عرض۔ ایک شخص اسّی برس کی عمر سے مجاہدات کرے یا اسّی برس مجاہدہ کرے۔

ارشاد۔ مقصود یہ ہے کہ جس طرح اس عالم میں مسببات کو اسباب سے مربوط فرمایا گیا ہے اُسی طریقہ پر اگر چھوڑیں اور جذب و عنایت ربانی بعید کو قریب نہ کردے تو اس راہ کی قطع کو اسّی برس درکار ہیں اور رحمت توجہ فرمائے تو ایک آن میں نصرانی ابدال کر دیا جاتا ہے اور صدق نیت کے ساتھ یہ مشغول مجاہدہ ہو تو امداد الٰہی ضرور کارفرما ہوتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سُبُلنا۔ وہ جو ہماری راہ میں مجاہدہ کریں ہم ضرور اُنہیں اپنے راستے دکھادیں گے۔

احکامِ شریعت حصّہ سوم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ط

مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تاش و شطرنج کھیلنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

دونوں ناجائز ہیں اور تاش زیادہ گناہ و حرام کہ اُس میں تصاویر بھی ہیں۔ و مسالۃ الشطرنج مبسوطۃ فی الدر وغیرھا من الخطر والشہادات والصواب اطلاق المنع کما اوضحہ فی رد المحتار۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِس مسئلہ میں کہ سود اور رشوت کا مال توبہ سے پاک ہو جاتا ہے اور اس کے یہاں نوکری کرنا اور کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

زبانی توبہ سے حرام مال پاک نہیں ہو سکتا بلکہ توبہ کے لیے شرط ہے کہ جس جس سے لیا ہے واپس دے وہ نہ رہے ہوں تو ان کے وارثوں کو دے پتہ نہ چلے تو اتنا مال تصدق کر دے بے اس کے گناہ سے برأت نہیں، اُس کے یہاں نوکری کرنا تنخواہ لینا کھانا کھانا جائز ہے جبکہ وہ چیز جو اسے دے اس کا بعینہ مال حرام ہونا نہ معلوم ہو کما فی الھندیۃ عن الذخیرۃ عن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین اِس مسئلہ میں کہ زید انگریزی ٹوپی یعنی ہیٹ استعمال

نہیں کرتا ہے مگر تبلون پہنتا ہے اور تبلون پر ترکی ٹوپی پہنتا ہے یہ لباس درست ہے یا نہیں۔

الجواب:

در بارۂ لباس اصل کلی یہ ہے کہ جو لباس جس جگہ کفار یا مبتدعین یا فساق کی وضع ہے اپنے اختصاص و شعاریت کی مقدار پر مکروہ یا حرام یا بعض صورت میں کفر تک ہے حدیقہ ندیہ میں فرمایا: لبس ذی الافرنجۃ کفر علی الصحیحۃ۔ ہیبٹ اسی قسم میں ہے اور تبلون قسم اول میں اور دوسرے ملک میں کسی اسلامی قوم کی وضع ہونا کافی نہیں جبکہ اس ملک میں کفار یا فساق کی وضع ہو فان لکل بلدۃ وعوائدھا۔ خصوصاً اس حالت میں کہ ترک نے بھی یہ وضع بہت قریب زمانہ سے اختیار کی اور وہ بھی نہ طوعاً بلکہ جبراً سلطان محمود خاں کے زمانہ میں سلطنت کی طرف سے اس پر مجبور کیا گیا اور ینگچری فوج نے اس پر مخالفت کی اور کشت وخون واقع ہوا بالآخر مجبوری مانی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۲:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بوسہ دینا قبر اولیائے کرام اور طواف کرنا گرد قبر کے اور سجدہ کرنا تعظیماً از روئے شرع شریف موافق مذہب حنفی جائز ہے یا نہیں۔ بینوا بالکتاب وتوجروا یوم الحساب۔

الجواب:

بلاشبہہ غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے اور بوسۂ قبر میں علما کو اختلاف ہے اور احوط منع ہے خصوصاً مزارات طیبہ اولیائے کرام کہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ کم از کم چار ہاتھ فاصلہ سے کھڑا ہو یہی ادب ہے پھر تقبیل کیونکر متصور ہے یہ وہ ہے جس کا فتویٰ عوام کو دیا جاتا ہے اور تحقیق کا مقام دوسرا ہے:

لکل مقام مقال ولکل مقال رجال ولکل رجال مجال ولکل مجال منال

نسأل اللہ حسن المآل وعندہ العلم بحقیقۃ کل حال۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نقالوں کو دینا جیسا کہ تقریب نکاح وغیرہ میں آتے ہیں اور گھیرتے ہیں اور مانگتے ہیں ان کو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

اگر انہیں ممنوعات شرعیہ سے اپنے یہاں باز رکھا جائے اور بغیر کسی امر ممنوع شرعی کی اجرت کے احساناً دیا جائے تو جائز ہے بلکہ اگر اس نیت سے دیں کہ یہ مسلمان اس مال حلال کو پاکر اکل حلال سے بہرہ مند ہوں اور شاید اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اُن کو توبہ نصیب فرمائے تو محمود و حسن باعث اجر ہے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث اللھم لك الحمد علی زانیۃ۔ اللھم لك الحمد علی سارق اس پر شاہد عدل ہے اس صورت میں دینے والے کو دینا اور لینے والے کو لینا حلال و طیب ہے علمگیری وغیرہ میں اس کی تصریح ہے اور اگر یہ صورت ہے کہ نہ دے گا تو اُسے مطعون کرتے پھریں گے اس کا مضحکہ اُڑائیں گے نقل بنائیں گے جیسا کہ اُن کی عادات سے معروف و مشہور ہے تو اس صورت میں بھی اپنے تحفظ کے لیے دینا جائز و حلال ہے اگرچہ اُنہیں لینا حرام ہے۔ اس کے جواز پر وہ حدیث شاہد ہے کہ ایک شاعر نے بارگاہ رسالت میں آکر سوال کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارشاد فرمایا اقطع عنی لسانہ۔ (میری طرف سے اس کی زبان کاٹ دے) درمختار وغیرہ میں اس کا جواز مصرح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر لوگ جب فصل آم آتی ہے تو باغوں کو جاکر آم کھاتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کے آموں کی گٹھلیاں مارتے ہیں اور لہو و لعب میں مشغول ہوتے ہیں آیا یہ فعل اُن کا کیسا ہے جائز ہے یا ناجائز اور بر تقدیر عدم جواز کے حرام ہے یا بدعت ہے یا مکروہ اور بر تقدیر بدعت کے بدعت حسنہ ہے یا سئیہ

الجواب :

گٹھلیاں مارنا ناجائز وممنوع ہے مسند امام احمد وصحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن ابی داؤد وسنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی :

قال نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عن الخذف وقال انہ لایقتل الصید ولا ینکأ العدو وانہ یفقوالعین ویکسر السن۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غلّا یا گٹھلی یا کنکری پھینک کر مارنے سے منع کیا اور فرمایا اُس سے نہ دُشمن پر وار ہو سکے نہ جانور کا شکار۔ اس کا نتیجہ یہی ہے کہ آنکھ پھوڑ دے یا دانت توڑ دے۔

فی التیسیر الخذف بمعجمتین رمی بحصاۃ او نواۃ لانہ یفقوالعین ولا یقتل الصید۔

اور صرف چھلکوں سے ہم مرتبہ لوگ نادرا محض تطییب قلب کے طور پر باہم مزاح دوستانہ کریں جس میں اصلا کسی حرمت یا حشمت دینی کا ضرر حالاً یا مالاً نہ ہو تو مباح ہے۔

عالمگیری میں ہے : قال القاضی الامام ملک الملوک اللعب الذی یلعب الشبان ایام الصیف بالبطیخ بان یضرب بعضھم بعضا مباح غیر مستنکر۔ کذا فی جواھر الفتاوی فی الباب السادس۔

عوارف المعارف شریف میں ہے۔ راوی بکر بن عبداللہ :

قال کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتباذحون بالبطیخ فاذا کانت الحقائق کانوا ھم الرجال یقال بدح یبدح اذا رمی ای یترامون بالبطیخ اھ۔ ذکر قدس سرہ فی الباب الثلثین۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بیل اور بکرے کو خصی کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب : بالاتفاق جائز ہے کہ اُس میں منفعت ہے۔ خصی کا گوشت

بہتر ہوتا ہے اور خصی بیل محنت زیادہ برداشت کرتا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اگر جانور کے خصی کرنے میں واقعی کوئی منفعت یا دفع مضرت مقصود ہو تو مطلقاً حلال اگرچہ جانور غیر ماکول اللحم ہو مثلاً بلی وغیرہ ورنہ حرام ہے۔ اسی اصل کی بنا پر ہمارے علماء گھوڑے کو خصی کرنا بھی جائز جانتے ہیں جبکہ مقصود دفع شرارت ہو اگرچہ بعض منع فرماتے ہیں:

لما فیہ من تقلیل آلۃ الجہاد اقول الموجود لا یعدم والموہوم لا یعتبر الا تری ان الفحل یجوز عن الاناث مطلقا وعن الحرۃ باذنہا بخلاف الاکل فان فیہ اعدام موجود۔

ہاں آدمی کا خصی بالاجماع مطلقاً حرام ہے درمختار میں ہے

وجائز خصاء البہائم حتی الہرۃ واما خصاء الآدمی فحرام فیل الفرس وقیدوہ بالمنفعۃ والا فحرام۔

ردالمحتار میں ہے:

قولہ قیل والفرس ذکر شمس الائمۃ الحلوانی انہ لا باس بہ عندا صحابنا وذکر شیخ الاسلام انہ حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہابیوں کے پاس اپنے لڑکوں کو پڑھانا کیسا ہے اور جو اُن کے پاس اپنے لڑکوں کو پڑھنے کے لیے بھیجے اس کے لیے کیا حکم ہے۔

الجواب:

حرام۔ حرام۔ حرام۔ اور جو ایسا کرے بدخواہ اطفال و مبتلائے آثام۔ قال اللہ تعالیٰ: یا ایہا الذین آمنوا قوا انفسکم واہلیکم نارا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگریزوں کی نوکری سلائی کے کام کی کرنا یا اُن کا کپڑا مکان پر لاکر سینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: انگریز کی سلائی کی نوکری کرنے یا گھر پر لاکر اُس کا کپڑا سینے میں

کوئی مضائقہ نہیں جبکہ کسی محذور شرعی پہ مشتمل نہ ہو۔ فتاوی قاضی خاں میں ہے :

اجر نفسہ من نصوانی ان استاجرہ لعمل غیر الخدمۃ جاز الخ و تمامہ فی غمز العیون ۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جھوٹے کام کا جوتا مردوں کو پہننا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب :

یہ جزئیہ کتب متداولہ فقہ میں نفیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کی نظر سے نہ گزرا مگر ظاہر یہ ہے والعلم عند اللہ کہ جھوٹے کام کا جوتہ مرد وزن سب کے لیے مکروہ ہونا چاہیئے۔

فان المنسوج کغیرہ ولا شک ان النعال من انواع الملبوسات والنساء والرجال سواء فی کراھۃ لبس النحاس۔

ہاں سچے کام کا جوتہ عورتوں کے لیے مطلقا جائز اور مردوں کے واسطے بشرطیکہ مغرق نہ ہو۔ نہ اس کی کوئی بوٹی چار انگل سے زیادہ کی ہو یعنی اگر متفرق کام کا ہے اور ہر بوٹی چار انگل یا کم کی ہے تو کچھ مضائقہ نہیں اگر چہ جمع کرنے سے چار انگل سے زیادہ ہو جائے خلاصہ یہ ہے کہ جوتی اور ٹوپی کا ایک ہی حکم ہونا چاہیئے۔

وفی الفتاوی الھندیۃ یلبس الذکور قلنسوۃ من الحریر او الذھب او الفضۃ او الکرباس الذی خبط علیہ ابریشم کثیر او شی من الذھب او الفضۃ اکثر من قدر اربع اصابع انتھی۔ قال العلامۃ الشامی وبہ یعلم حکم العراقیۃ المسماۃ بالطاقیۃ فاذا کانت منقشۃ بالحریر وکان احد نقوشھا اکثر من اربع اصابع لا تحل وان کان اقل تحل وان زاد مجموع نقوشھا علی اربع اصابع بناء علی ما مر من ان ظاھر المذھب عدم جمیع المتفرق انتھی وقد قال العلامۃ الشامی ایضا ان قد استوی کل من الذھب والفضۃ والحریر فی الحرمۃ فتجویز الحریر ترخیص غیر بدلالۃ المساواۃ ویؤید عدم الفرق ما مر من اباحۃ

الثوب المنسوج من ذهب اربعة اصابع اهـ ملخصاً فافهم وتبثت اذ به تحرر ماکان العلامة الطحطاوی متوقفاً فیه واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ ۱۱:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ شوہر اپنی بی بی اور بی بی اپنے شوہر کی میّت کو غسل دے سکتی ہے یا نہیں اور اُس کا چھونا کیسا ہے یعنی مرد اپنی عورت کو اور عورت اپنے شوہر کو چھو سکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

زن وشوہر کا باہم ایک دوسرے کو حیات میں چھونا مطلقاً جائز ہے حتی کہ فرج و ذکر کو بہ نیت صالحہ موجب ثواب واجر ہے۔

کما نص علیہ سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

البتہ بحالت حیض ونفاس زیر ناف زن سے زیر زانو تک چھونا منع ہوتا ہے علی قول الشیخین رضی اللہ عنہما وبہ یفتی اِسی طرح اور عوارض خاصہ مثل صوم واعتکاف واحرام وغیرہا کے باعث ان عوارض تک ممانعت ہو جاتی ہے اور شوہر بعد وفات اپنی عورت کو دیکھ سکتا ہے مگر اُس کے بدن کو چھونے کی اجازت نہیں لانقطاع النکاح بالموت اور عورت جب تک عدت میں ہے اپنے شوہر مُردہ کا بدن چھو سکتی اُسے غسل دے سکتی ہے جبکہ اِس سے پہلے بائن نہ ہو چکی ہو لبقاء النکاح فی حقها بالعدۃ نص علیٰ ذلک فی تنویر الابصار والدر المختار وغیرهما من معتمدات الاسفار واللہ سبحٰنہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اُن مسلمانوں کے حق میں جو آریہ سماجوں میں جاکر کاپی نویسی کرتے ہیں یا پریس میں ہیں یا اُن کے اخبار اور مذہبی پرچے روانہ یا تقسیم کرتے ہیں حالانکہ اُن پرچوں میں قرآن کریم اور رسول رحیم پر کھلے کھلے اعتراض والزام ہوتے ہیں اور خداوند عالم کی شان میں گستاخانہ کلمات استعمال کرتے ہیں رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ منہا بے ہودہ۔ اور علمائے متقدمین ومتاخرین کو

کھلی کھلی گالیاں دی جاتی ہیں جس کی شاہد سماجی کتب ترک اسلام۔ تہذیب الاسلام آریہ مسافر جالندھر۔ آریہ مسافر میگزین۔ مسافر بہڑائچ آریہ پتر بریلی۔ ستیارتھ پرکاش موجود ہیں۔ نمونہ کے طور سے چند الفاظ نقل ذیل ہیں:

عہ..... ستیارتھ پرکاش.....

لہ..... مسافر بہڑائچ.....

آیا اُن مسلمانوں سے جو سماجوں میں ملازم ہیں میل جول رکھا جائے اور وہ مسلمان سمجھے جائیں ایسے مسلمان جو مخالفین اسلام و دشمنان خدا و رسول کی اعانت کرنے والے ہیں اُن کے جنازہ کی نماز پڑھنا درست ہے اور ان کے ساتھ شرکت نکاح جائز ہے یا نہیں۔ مفصل بیان فرمایئے اللہ اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

الجواب:

اللہ عزوجل اپنے غضب سے پناہ دے۔ الحمد للہ فقیر نے وہ ناپاک ملعون کلمات نہ دیکھے کہ جب سوال کی اُس سطر پر آیا جس سے معلوم ہوا کہ آگے کلمات بعینہ ملعونہ منقول ہوں گے اُن پر نگاہ نہ کی نیچے کی سطریں جن میں سوال ہے باحتیاط دیکھیں ایک ہی لفظ جو اوپر سائل نے نقل کیا اور نادانستگی میں نظر پڑا وہی مسلمان کے دل پر زخم کو کافی ہے اب کہ جواب لکھ رہا ہوں کاغذ تہ کر لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملعونات کو نہ دکھائے نہ سنائے جو نام کے مسلمان کاپی نویسی کرتے ہیں اور اللہ عزوجل و قرآن عظیم محمد رسول

لہ اِس مقام پر بھی کلمات خبیثہ تھے لہٰذا نقل نہ کیے گئے اقول تعجب اور نہایت تعجب اُن مسلمانوں سے جو کاپی نویسی و تصحیح ایسی ناشائستہ کتابوں کی کرتے ہیں اور ایسے پکے قائم بالحق مسلمان بھی ہیں جو ان کتابوں کی جلدیں نہیں باندھتے چنانچہ بعد ارسال اِسی سوال کے سائل صاحب راقم کے پاس آئے اور دو کتابیں آریہ کی ان کے ہاتھ میں تھیں اس میں سے انہوں نے ایک ایک مقام سے کچھ پڑھ کر سنایا ایک کتاب میں یہی قصہ منقول تھا کہ ایک کتاب آریہ نے اپنے مذہب کی کتابیں ایک مسلمان کو مجلد کرنے کو دیں مگر اُس نے اِسی بنا پر کہ یہ کفر کی کتابیں ہیں جلد باندھنے سے انکار کر دیا جس پر اس آریہ کو بڑا غصہ آیا مختصراً (مولوی نواب) سلطان احمد خان (صاحب) ناقل فتوی

عہ یہاں بھی سطور ملعونہ نہ تھیں ۱۲

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ایسے ملعون کلمات ایسی گالیاں اپنے قلم سے لکھتے یا چھاپتے یا کسی طرح اس میں اعانت کرتے ہیں اُن سب پر اللہ عزوجل کی لعنت اترتی ہے وہ اللہ و رسول کے مخالف اور اپنے ایمان کے دشمن ہیں قہر الٰہی کی آگ اُن کے لیے بھڑکتی ہے۔ صبح کرتے ہیں تو اللہ کے غضب میں اور شام کرتے ہیں تو اللہ کے غضب میں اور خاص جس وقت ان ملعون کلموں کو آنکھ سے دیکھتے قلم سے لکھتے مقابلہ وغیرہ میں زبان سے نکالتے یا پتھر پر اُس کا ہلکا بھرا بناتے ہیں ہر کلمہ پر اللہ عزوجل کی سخت لعنتیں ملائکۃ اللہ کی شدید لعنتیں اُن پر اُترتی ہیں۔

یہ میں نہیں کہتا۔ قرآن فرماتا ہے:

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لھم عذابا مھینا۔

بیشک وہ لوگ جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اُس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دُنیا و آخرت میں۔ اللہ نے ان کے لیے تیار کر رکھا ہے ذلت کا عذاب۔

اُن ناپاکوں کا یہ گمان کہ گناہ تو اُس خبیث کا ہے جو مصنف ہے ہم تو نقل کر دینے یا چھاپ دینے والے ہیں سخت ملعون و مردود گمان ہے زید کسی دُنیا کے عزت دار کو گالیاں لکھ کر چھپوانا چاہے تو ہرگز نہ چھاپیں گے۔ جانتے ہیں کہ مصنف کے ساتھ چھاپنے والے بھی گرفتار ہوں گے مگر اللہ واحد قہار کے قہر و عذاب و لعنت و عتاب کی کیا پرواہ ہے یقیناً یقیناً کاپی لکھنے والا پتھر بنانے والا چھاپنے والا کل چلانے والا غرض جان کر کہ اُس میں یہ کچھ ہے کسی طرح اُس میں اعانت کرنے والا سب ایک رسی میں باندھ کر جہنم کی بھڑکتی آگ میں ڈالے جانے کے مستحق ہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔

گناہ اور حد سے بڑھنے میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من مشی مع ظالم لیعینہ وھو

جو دانستہ کسی ظالم کے ساتھ اس کی مدد دینے

یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام۔ چلا وہ یقیناً اسلام سے نکل گیا۔

یہ اُس ظالم کے لیے ہے جو گرہ بھر زمین یا چار ہاتھ کسی کے دبالے یا زید عمرو کسی کو ناحق سخت سست کہے اس کے مددگار کو ارشاد ہوا کہ اسلام سے نکل جاتا ہے نہ کہ یہ اشد ظالمین جو اللہ و رسول کو گالیاں دیتے ہیں ان باتوں میں ان کا مددگار کیونکر مُسلمان رہ سکتا ہے۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر والضیاء فی صحیح المختارہ عن اوس ابن شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح حدیقہ ندیہ میں ہے:

من فات الید کتابۃ وایجرم تلفظ من شعر المجون والفواش والقذف القصص التی فیہا نحو ذلک والاھاجی نثرا ونظما والمصنفات والمشتملۃ علی مذاھب الفرق الضالۃ فان القلم احد اللسانین فکانت الکتابۃ فی معنی الکلام بل ابلغ متسلقا تھا علی صفحات الیالی والایام والکلمۃ مذھب فی الھواء ولا تبقی اھ مختصرا

ایسے اشد فاسق فاجر اگر توبہ نہ کریں تو ان سے میل جول ناجائز ہے ان کے پاس دوستانہ اُٹھنا بیٹھنا حرام ہے پھر مناکحت تو بڑی چیز ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین ۔

اور جو ان میں اِس ناپاک کبیرہ کو حلال بتائے اس پر اصرار و استکبار و مقابلہ شرع سے پیش آئے وہ یقیناً کافر ہے اُس کی عورت اُس کے نکاح سے باہر ہے اُس کے جنازہ کی نماز حرام اُسے مسلمانوں کی طرح غسل دینا کفن دینا دفن کرنا اُس کے دفن میں شریک ہونا اُس کی قبر پر جانا سب حرام ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا تصل علی احد منھم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر کے یہاں فتاوے مجموعہ پر نقل ہوتے ہیں میں نے نقل فرمانے والے صاحب سے کہہ دیا ہے کہ اُن ملعون الفاظ کی نقل نہ کرو بس سُنا گیا کہ سائل کا قصد اِس فتوے کے چھاپنے کا ہے درخواست کرتا ہوں کہ اُن ملعونات کو نکال ڈالیں[1] اُن کی جگہ دو ایک سطریں

[1] جس وقت حضرت صاحب نے یہ فتوی مرتب فرما کر بھیجا سائل میرے (باقی بر صفحہ آیندہ)

خالی صرف نقطے لگا کر چھوڑ دیں کہ مسلمانوں کی آنکھیں اُن لعنتی ناپاکیوں کے دیکھنے سے باذنہ تعالیٰ محفوظ رہیں۔ فاللہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین ہ

مسئلہ ۱۳:

کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین اِس مسئلہ میں کہ نامحرم عورتوں کو اندھے سے پردہ کرنا لازم ہے اس زمانہ میں یا نہیں اور مقتضی احتیاط کیا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب:

اندھے سے پردہ ویسا ہی ہے جیسا آنکھ والے سے اور اُس کا گھر میں جانا عورت کے پاس بیٹھنا ویسا ہی ہے جیسا آنکھ والے کا۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا افعمیاوان انتما۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کبوتر اُڑانا اور پالنا اور مُرغ بازی۔ بٹیر بازی۔ کن کیا بازی اور فروخت کرنا کنکیا اور ڈورا اور مانجھا جائز ہے یا ناجائز اور ان لوگوں سے سلام علیک کرنا اور سلام کا جواب دینا واجب ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

کبوتر پالنا جائز ہے جبکہ دوسروں کے کبوتر نہ پکڑے اور کبوتر اُڑانا کہ گھنٹوں اُن کو اُترنے نہیں دیتے حرام ہے اور مرغ یا بٹیر کا لڑانا حرام ہے ان لوگوں سے ابتدا سلام نہ کی جائے جواب دے سکتے ہیں واجب نہیں کنکیا اُڑانے میں وقت ومال کا ضائع کرنا ہوتا ہے یہ بھی گناہ ہے اور گناہ کے آلات کن کیا ڈور بیچنا بھی منع ہے اصرار کریں تو ان سے بھی ابتدا بہ سلام نہ کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ فاتحہ گیارہویں

(بقیہ حواشی صفحہ سابقہ) پاس بیٹھے ہوئے [illegible] اس تحریر حضرت کو دیکھ کر اُسی وقت انہوں نے اپنے سوال میں ان ناپاک کلمات پر قلم پھیر دیا اور کہا میں نے صرف دکھانے کے واسطے یہ کلمات سوال میں نقل کر دیے تھے ۱۲ اس

میں رباعی شریف پڑھنا چاہیے یا نہیں رباعی یہ ہے ؎

سید و سلطاں فقیر و خواجہ مخدوم و غریب
بادشاہ و شیخ و درویش و ولی مولانا

اور اگر یہ رباعی پڑھنا جائز ہے تو کل طریقہ فاتحہ گیارھویں شریف کا براہ مہربانی تحریر فرما دیجئے۔

الجواب:

یہ رباعی نہ پڑھی جائے اس میں بعض الفاظ خلاف شان اقدس ہیں۔ فاتحہ ایصال ثواب کا نام ہے جو کچھ قرآن مجید و درود شریف سے ہو سکے پڑھ کر ثواب نذر کرے اور ہمارے خاندان کا معمول یہ ہے کہ سات بار درود غوثیہ پھر ایک بار الحمد شریف و آیۃ الکرسی پھر سات بار سورۃ اخلاص پھر تین بار درود غوثیہ۔ درود غوثیہ یہ ہے:

اللھم صل علی سیدنا و مولینا محمد معدن الجود والکرم وعلی آلہ وبارک وسلم

اور فقیر اضافہ زائد کرتا ہے۔

وعلی آلہ الکرام وابنہ الکریم وامتہ الکریم وبارک وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حُقّہ کے پانی سے وضو جائز رکھا گیا ہے وہ کون حالت اور کس وقت پر۔ بینوا توجروا

الجواب:

جب آب مطلق اصلا نہ ملے تو یہ پانی بھی آب مطلق ہے اس کے ہوتے ہوئے تیمم ہرگز صحیح نہیں اور اُس تیمم سے نماز باطل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۷:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سوتی موزہ پر مسح جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: سوتی یا ادنی موزے جیسے ہمارے بلاد میں رائج ہیں ان پر

مسح کسی کے نزدیک درست نہیں کہ نہ وہ مجلد ہیں یعنی ٹخنوں تک چمڑا منڈھے ہوئے نہ منعل یعنی تلا چمڑے کا لگا ہوا نہ ثخین یعنی ایسے دبیز و محکم کہ تنہا انہیں کو پہن کر قطع مسافت کریں تو شق نہ ہو جائیں اور ساق پر اپنے دبیز ہونے کے سبب بے بندش کے رُکے رہیں ڈھلک نہ آئیں اور اُن پر پانی پڑے تو روک لیں فوراً پاؤں کی طرف چھن نہ جائے جو پائتابے ان تینوں وصف مجلد منعل ثخین سے خالی ہوں اُن پر مسح بالاتفاق ناجائز ہے ہاں اگر ان پر چمڑا منڈھا لیں یا چمڑے کا تلہ لگا لیں تو بالاتفاق یا شاید کہیں اُس طرح کے دبیز بنائے جائیں تو صاحبین کے نزدیک مسح جائز ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے۔ فی المنیۃ والغنیۃ:

والمسح علی الجوارب لا یجوز عند ابی حنیفۃ الا ان یکونا مجلدین (ای ستوعب المجلد ما یستر القدم الی الکعب (او منعلین) ای حمل الجلد علی ما یلی الارض منها خاصۃ کالنعل للرجل (وقالا یجوز اذا کانا ثخینین لا یشفان) فان الجوارب اذا کان بحیث لا یجاوز الماء منه الی القدم فهو بمنزلۃ الادیم والصرم فی عدم جذب الماء الی نفسه الا بعد لبث وذلک بخلاف الرقیق فانه یجذب الماء وینفذه الی الرجل فی الحال (وعلیه) ای علی قول ابی یوسف ومحمد (الفتوی والثخین ان یستمسک علی الساق من غیر ان یشد بشیء) هکذا فسروه کلهم وینبغی ان یقید بما اذا لم یکن ضیقا فانه نشاهد ما یکون فیه ضیق یستمسک علی الساق من غیر شد والحد بعدم جذب الماء اقرب بما یمکن فیه متابعۃ المشی اصوب قد ذکر نجم الدین زاهدی عن شمس الائمۃ الحلوانی ان الجوارب من الغزل والشعر ما کان رقیقا منها لا یجوز المسح علیه اتفاقا الا ان یکون مجلدا او منعلا وما کان ثخینا منها فان لم یکن مجلدا او منعلا فمختلف فیه وما کان فلا خلاف فیه اهـ ملتقطا قلت وههنا وهم عرض للمولی الفاضل اخی یوسف چلپی فی حاشیۃ شرح الوقایۃ فلا علیک منه بعد ما سمعت نص امام الشان شمس الائمۃ وکذلک نص فی الخلاصۃ بما یکفی لازاحتہ کما حققه فی الغنیۃ وذکر طرفا منه فی رد المحتار فراجعهما ان شئت واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۸:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِس مسئلہ میں کہ عمر پر غسل جنابت یا احتلام کا ہے اور زید سامنے ملا اور سلام کہا تو اُس کو جواب دے یا نہیں اور اگر اپنے دل میں کوئی کلام الٰہی یا درود شریف پڑھے تو جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:

دل میں بایں معنی کہ نرے تصور میں بے حرکت زبان تو یوں قرآن مجید بھی پڑھ سکتا ہے اور قرآن مجید بحالت جنابت جائز نہیں اگرچہ آہستہ ہو اور درود شریف پڑھ سکتا ہے مگر کلی کے بعد چاہیے اور جواب سلام دے سکتا ہے اور بہتر یہ کہ بعد تیمم ہو کما فعلہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

تنویر میں ہے:

لایکرہ النظر الیہ (ای القرآن) بجنب وحائض ونفساء کاوعیۃ۔

رد المختار میں ہے:

نص فی الھدایۃ علی استحباب الوضوء لذکر اللہ تعالیٰ۔

اسی میں بحر سے ہے:

وترک المستحب لایوجب الکراھۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِس مسئلہ میں کہ اگر کسی اُردو کتاب یا اخبار میں چند آیات قرآن بھی شامل ہوں تو اُن کو بلا وضو چھونا یا پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:

کتاب یا اخبار میں جس جگہ آیت لکھی ہے خاص اُس جگہ کو بلا وضو ہاتھ لگانا جائز نہیں اُسی طرف ہاتھ لگایا جائے جس طرف آیت لکھی ہے خواہ اس کی پشت پر دونوں ناجائز ہیں۔ باقی ورق کے چھونے میں حرج نہیں پڑھنا بے وضو جائز ہے نہانے کی حاجت ہو تو حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) معذور صبح کے وضو سے اشراق کی نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔

(۲) معذور نے ایسے آخر وقت میں نماز شروع کی کہ دوسرے وقت میں تمام ہوئی مثلاً ظہر کی عصر میں یا عصر کی مغرب میں تو نماز ہو گئی یا اس کو پھر قضا پڑھے درصورت ثانیہ جب ایسا وقت آخر ہو گیا کہ نماز دوسرے وقت میں جا کر ختم ہو گی تو نماز پڑھ کر پھر اُس کی قضا پڑھے یا نہ پڑھے جب تک وقت دوسرا نہ ہو جائے کہ پہلے نماز اول پڑھے پھر دوسری۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

(۱) کہ خروج وقت ناقض وضوئے معذور ہے ہاں اشراق کے وضو سے آخر ظہر تک نمازیں فرض و نفل پڑھ سکتا ہے کہ دخول وقت ناقض وضو نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) نماز بالاجماع باطل ہو گئی کہ خروج وقت و دخول دونوں پائے گئے تو خلال نماز میں وضو جاتا رہا۔ ہاں اگر بعد قعدہ اخیرہ کے قبل سلام وقت جاتا رہا تو صاحبین کے نزدیک نماز ہو جائے گی اور امام کے نزدیک نہیں کما فی المسائل الاثنا عشریۃ اگر وقت قلیل رہ گیا اور خلال نماز میں خروج وقت کا اندیشہ ہے واجبات پر اقتصار کرے مثلاً ثنا و تعوذ و درود و دعا ترک کرے۔ رکوع و سجود میں صرف ایک بار سبحٰن کہے اور اگر واجبات کی بھی گنجائش نہیں تو بجائے فاتحہ کے صرف ایک آیت پڑھے غرض فرائض پر قناعت کرے اور خروج وقت مشکوک ہو جائے تو شک سے نہ وقت خارج مانا جائے گا نہ وضو ساقط لان الیقین لا یزول بالشک۔ ہاں اگر اقتصار علی الفرائض پر بھی خروج وقت بالیقین ہو جائے گا تو اگر کسی امام کے نزدیک نماز ہو سکے گی اُس کے اتباع سے پڑھ لے۔ فان الاداء الجائز عند البعض اولی من الترک۔ کما فی الدر۔ پھر قضا پڑھے اُس وقت مذاہب دیگر کی طرف مراجعت کی مہلت نہ ملی۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ ۲۱:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِس مسئلہ میں کہ حالت جنابت میں اگر پسینہ آئے اور کپڑے تر ہو جائیں تو نجس ہو جائیں گے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

نہیں کہ جنب کا پسینہ مثل اُس کے لعاب دہن کے پاک ہے۔ فی الدر المختار سور الآدمی مطلقا ولو جنبا او کافرا طاھر وحکم العرق کسورہ ملخصا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِس مسئلہ میں کہ پُڑیا کے رنگے ہوئے کپڑے سے نماز درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

بادامی رنگ کی پُڑیا میں تو کوئی مضائقہ نہیں اور رنگت کی پُڑیا سے درع کے لیے بچنا اولیٰ ہے پھر بھی اُس سے نماز نہ ہونے پر فتویٰ دینا آج کل سخت حرج کا باعث ہے پھر بھی:

والحرج مدفوع بالنص وعموم البلوٰی من موجبات التخفیف لاسیما فی مسائل الطھارۃ والنجاسۃ۔

لہٰذا اس مسئلہ میں مذہب حضرت امام اعظم و امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عدول کی کوئی وجہ نہیں ہمارے ان اماموں کے مذہب پر پُڑیا کی رنگت سے نماز بلاشبہہ جائز ہے۔ فقیر اِس زمانہ میں اِسی پر فتویٰ دینا پسند کرتا ہے: وقد ذکرنا علیٰ ھذہ المسئلۃ کلاما اکثر من ھذا فی فتاوانا وتحقق الامر بما لامزید علیہ ان ساعد التوفیق من اللہ سبحٰنہٗ وتعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گدارو ئی کا جس میں نجس ہونے کا شبہہ قوی ہے نیچے بچھا ہے اور اُس پر پاک، رضائی اوڑھی ہے بارش سے چھت

ٹپکی رضائی اور گدا خوب تر ہو گیا رضائی پیروں کے تلے بھی دبی تھی یعنی گدے سے ملحق تھی اس صورت میں رضائی کی نسبت کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب :

شبہہ سے کوئی چیز ناپاک نہیں ہوتی کہ اصل طہارت ہے والیقین لایزول بالشک ہاں ظن غالب کہ بر بنائے دلیل صحیح ہو فقہیات میں ملحق بیقین ہے نہ بر بنائے توہمات عامہ پس اگر گدے میں کسی نجاست کا ہونا معلوم تھا اور یہ بھی معلوم ہو کہ رضائی گدے کے خاص موضع نجاست سے ملصق تھی اور گدے میں خاص اس جگہ تری بھی اتنی تھی کہ چھوٹ کر رضائی کو لگے یا رضائی کے موضع اتصال میں اس قدر رطوبت تھی کہ چھوٹ کر گدے کے محل نجاست کو تر کر دے غرض یہ کہ موضع نجاست پر رطوبت خواہ وہیں کی خواہ دوسری چیز مجاور کی پہنچی ہوئی اس قدر ہو جس کے باعث نجاست ایک کپڑے سے دوسرے تک تجاوز کر سکے اور اس تجاوز کے یہ معنی کہ کچھ اجزائے رطوبت نجسہ اُس سے متصل ہو کر اس میں آجائیں نہ صرف وہ جسے سیل یا ٹھنڈک کہتے ہیں کہ حکم فقہ میں یہ انفصال اجزا نہیں صرف انتقال کیفیت ہے اور وہ موجب نجاست نہیں اور اس قابلیت تجاوز کی تقدیر پر رطوبت کا اس قدر ہونا ہے جسے نچوڑے سے بوند ٹپکے کہ ایسے ہی رطوبت کے اجزا دوسری شے کی طرف متجاوز ہوتے ہیں جب تینوں شرطیں ثابت ہوں تو البتہ رضائی کے اتنے موضع پر تجاوز نجاست کا حکم دیا جائے گا پھر اگر موضع بقدر معتبر فی الشرع مثلاً ایک درہم سے زائد ہو تو رضائی ناپاک ٹھہرے گی اور اُسے اُوڑھ کر نماز ناجائز ہو گی ورنہ حکم عفو میں رہے گی اور اگرچہ ایک درہم کی قدر میں کراہت تحریمی اور کم میں صرف تنزیہی ہو گی اور اگر اِن تینوں شرط میں کسی کی بھی کمی ہوئی تو رضائی سرے سے اپنی طہارت پر باقی اور سراپا پاک ہے مثلاً گدے کی نجاست مشکوک تھی یا وہ سب ناپاک تھا اور رضائی کا خاص موضع نجاست سے ملنا معلوم نہیں یا محل نجاست کی رطوبت خواہ رضائی سے حاصل کی ہوئی قابل تجاوز نہ تھی۔ یہ سب صورتیں طہارت مطلقہ تامہ کی ہیں :

هذا هو التحقيق الذي عولنا حليه لظهور وجه ولكونه احوط وان كان الكلام في المسئلة طويل الذيل ذكر بعضه في رد المحتار اخر الانجاس واخر الكتب وفيه عن البرهان ولا يخفى منه انه لا يتيقن بانه مجرد نداوة الا اذا كان النجس الرطب هو الذي لا يتقاطر بعصره اذ يمكن ان يصيب الثوب الجاف قدر كثير من النجاسة ولا يبتع منه شئ بعصره كما هو شاهد عند البداية بغسله اه وفيه عن الامام الزيلعي لانه اذا لم يتقاطر منه بالعصر لا ينفصل منه شئ وانما يبتل ما يجاوره بالنداوة وبذلك لا ينجس الخ وعن الخانية اذا غسل رجله فمشى على ارض نجسته بغير مكعب فاثر بلل الارض من بلل رجله و اسود وجه الارض لكن لم يظهر اثر بلل الارض في رجله فصلى جازت صلاته و ان كان بلل الماء في رجله كثيرا حتى ابتل وجه الارض وصار طينا ثم اصاب الطين رجله لا تجوز صلاته الخ والله سبحانه وتعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم۔

مسئلہ ۲۴:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہڈی مردار جانور کی پاک ہے یا ناپاک ہے کیونکہ سینگ تو ہر جانور کا پاک ہے اگر مسواک میں ہڈی ہاتھی دانت کی ہو کیسی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

ہڈی ہر جانور کی پاک ہے حلال ہو یا حرام مذبوح ہو یا مُردار جبکہ اُس پر بدن بیتہ کی کوئی رطوبت نہ ہو سوا سوئر کے کہ اُس کی ہر چیز ناپاک ہے۔ مسواک میں ہاتھی دانت کی ہڈی ہو تو کچھ حرج نہیں ہاں اُس کا ترک بہتر ہے لمحل خلاف محمد فانہ قائل بنجاسۃ عینیۃ کالخنزیر کما فی فتح القدیر وردالمحتار وغیرھما ورعایۃ الخلاف مستحبۃ یا لاجماع۔

درمختار میں ہے:

شعر المیتۃ غیر الخنزیر وعظمھا طاھر اھ ملخصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیر خوار بچہ کا پیشاب پاک ہے یا ناپاک؟

الجواب:

آدمی کا بچہ اگرچہ ایک دن کا ہو اُس کا پیشاب ناپاک ہے اگرچہ لڑکا ہو: والمسئلۃ واردۃ متونا وشروحا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لحاف توشک وغیرہ روئی دار کپڑے ناپاک ہو جائیں تو وہ مع روئی کے دُھل کر پاک ہو سکتے ہیں یا روئی علیحدہ ہو کر کپڑا الگ دھونے سے پاک ہو گا اور اگر روئی کا سوت کات لیا جائے تو وہ سوت بغیر اس کے کہ دری وغیرہ بنوائی جائے دھونے سے پاک ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

جو کپڑے نچوڑنے میں آسکیں جیسے ہلکی توشک رضائی وغیرہ وہ یوں میں دھونے سے پاک ہو جائیں گے ورنہ بہتے دریا میں رکھیں یا اُن پر پانی بہائیں یہاں تک کہ نجاست باقی رہنے پر ظن حاصل ہو یا تین بار دھوئیں اور ہر بار اتنا وقفہ کریں کہ پہلا پانی نکل جائے۔

فی الدر المختار یطهر محل غیر مرئیۃ بغلبۃ ظن غاسل طهارۃ محلها بلا عدد به یفتی وقدر ذلك للموسوس بغسل عصر ثلثا فیما یتعصر وتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیره مما ینشرب النجاسۃ وهذا کلما ادا غسل فی غدیر او صب علیه ماء کثیرا وجری علیه الماء طهر مطلقا بلا شرط عصر وتخفیف وتکرار غمس هو المختار۔ اھ۔

ناپاک روئی کا سوت دھونے سے بخوبی پاک ہو سکتا ہے بلکہ دری بنا کر پاک کرنے سے سوت کی تطہیر آسان ہے کہ وہ نچوڑنے میں سہل آسکتا ہے۔ کما لا یخفی۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حلوائیوں کی کڑھائیوں

کو کتے چاٹتے ہیں اُنہیں کڑھا بیٹوں میں وہ شیرینی بناتے ہیں اور دودھ گرم کرتے ہیں اُن کے یہاں کی شیرینی یا دودھ لے کر کھانا پینا درست ہے یا کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

طہارت و نجاست ظاہری میں شرع مطہر کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ احتمال سے نجاست ثابت نہیں ہوتی جس خاص شئے کی نجاست معلوم ہو وہی خاص نجس و حرام ہے سو بس امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بہ ناخذ ما لم نعرف شیئاً حراماً بعینہ۔ مسئلہ کی تمام تر تحقیق و تفصیل ہمارے رسالہ "الاحلی من السکر" میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۸:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اُنگلی پر نجاست لگ جائے اور اُسے چاٹ لیا جائے تو اُنگلی پاک ہو جائے اور مُنہ بھی پاک رہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

اُنگلی کی نجاست چاٹ کر پاک کرنا کسی سخت گندی ناپاک روح کا کام ہے اور اُسے جائز جاننا شریعت پر افتراء اتہام اور تحلیل حرام اور قاطع اسلام ہے اور یہ کہنا محض جھوٹ ہے کہ مُنہ بھی پاک رہے گا نجاست چاٹنے سے قطعاً ناپاک ہو جائے گا اگرچہ بار بار وہ نجس ناپاک تھوک یہاں تک نگلنے سے کہ اثر نجاست کا مُنہ سے دُھل کر سب پیٹ میں چلا جائے پاک ہو جائے گا۔ مگر اس چاٹنے نگلنے کو ہی جائز رکھے گا جو نجس کھانے والا ہو۔ الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثت۔ والطیبٰت للطیبین والطیبون للطیبٰت۔ اولٰئک مبرؤن مما یقولون۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۹:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہنود سے اشیاء خوردنی جیسے دودھ۔ دہی۔ گھی۔ ترکاری۔ شیرینی وغیرہ تر یا خشک کا استعمال اہل سنت کے نزدیک درست ہے یا حرام اور آیۂ انما المشرکون نجس سے اہل تشیع کا اشیاء مذکورہ میں کیا خیال ہے اور مجدد صاحب کا اس امر میں کیا فتوٰی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

آیۂ کریمہ انما المشرکون نجس اُن کے نجاست قلب و نجاست عین کے بارے میں ہے اجسام اگر ملوث بہ نجاست ہیں نجس ہیں ورنہ نہیں۔ تمام کتب فقہ متون و شروح و فتاوٰی اس کی تصریحات سے مالا مال ہیں اُن کے یہاں کا گوشت تو ضرور حرام مگر اُس حالت میں کہ مسلمانوں نے اللہ عزوجل کے لیے ذبح کیا اور بنا نے پکانے لانے کے وقت مُسلمانوں کی نگاہ سے غائب نہ ہوا کوئی نہ کوئی مسلمان اُسے دیکھتا رہا تو اُس وقت تک حلال ہے ورنہ حرام اور باقی اشیاء جن میں نجاست یا حرمت متحقق و ثابت ہو نجس و حرام ہیں ورنہ طاہر و حلال اصلی اشیاء میں طہارت و حلت ہے۔ قال تعالٰی خلق لکم ما فی الارض جمیعًا۔ جب تک کسی عارض سے اس اصل کا زوال ثابت نہ ہو حکم اصل ہی کے لیے رہے گا۔ محرر المذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں بہ ناخذ ما لم نعرف شیئًا حرامًا بعینہٖ۔ مگر اس میں شک نہیں کہ ہنود بلکہ تمام کفار اکثر ملوث بنجاست رہتے ہیں بلکہ اکثر نجاستیں اُن کے نزدیک پاک ہیں بلکہ بعض نجاستیں ہنود کے خیال میں پاک کنندہ ہیں تو جہاں ایک دشواری نہ ہو اُن سے بچنا اولٰی ہے۔ غرض فتوٰی جواز اور تقوٰی احتراز رد افض کا خیال ضلال ہے اور اس مسئلہ میں حضرت مجدد کا کوئی خیال مجھے اِس وقت یاد نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۰:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِس مسئلہ میں کہ لوح محفوظ کیا چیز ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

زیرِ عرش ایک لوح ہے جس کا طول پانسو برس کی راہ ہے اس میں ما کان وما یکون الٰی یوم القیامۃ ثبت ہے۔

مسئلہ ۳۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِس مسئلہ میں کہ جو کچھ لوح محفوظ

ہیں لکھا گیا ہے اُس کو تبدل و تغیر بھی ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب:

صحیح یہ ہے کہ لوح تغیر سے محفوظ ہے تغیر دفتین و صحف ملئکہ میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۲:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِس مسئلہ میں کہ جو کچھ اللہ عزوجل نے بعد آفرینش دنیا کے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے ایک ہی مرتبہ اُس کا انتظام کر دیا ہے یا بتدریج اُس کی ترمیم و تنسیخ ہوتی رہتی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

نسخ صحف میں ہے نہ لوح میں۔ کل صغیر و کبیر مستطر۔ جف القلم بما ھو کائن۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ حدیث جف القلم اور تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ ہونا تھا ہو لیا تدبیر انسانی کچھ فائدہ نہیں دیتی۔

الجواب:

دُنیا عالم اسباب ہے اور سبب و مسبب سب مقدر مطلقاً ترک تدبیر جہل شدید ہے اور اس پر اعتماد تام ضلال بعید۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۴:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شقی ازلی کوشش انسانی سے سعید بن سکتا ہے یا نہیں اور سعید ازلی پر صحبت بد کا اثر ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

نہ شقی ازلی سعید ہو سکے نہ سعید ازلی شقی سعید ازلی پر صحبت بد کا اثر ممکن ہے یوہیں شقی ازلی پر صحبت نیک کا مگر انجام اِسی پر ہوگا جس لیے بنانے گئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۵:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اور ہوگا بوساطت فرشتگان اور سیارگان وعقول عشرہ ہی ہو رہا ہے یا ہر آن میں بلاتوسل ان سب کے خود حاکم حقیقی نظم ونسخ فرماتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

اللہ اکبر۔ حاکم حقیقی عزجلالہ پاک ہے اس سے کہ کسی سے توسل کرے۔ وہی اکیلا حاکم، اکیلا خالق، اکیلا مدبر ہے۔ سب اُس کے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں اس نے عالم اسباب میں ملائکہ کو تدابیر امور پر مقرر فرمایا ہے قال تعالیٰ والمدبرات امرا۔ علمائے کہا کہ پہلے بعض کام ارواح کواکب سے بھی متعلق تھے زمانہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کام اُن سے نکال لیا گیا اب ملائکہ مدبر ہیں اور عقول عشرہ جس طرح فلاسفہ مانتے ہیں اُن کا بندیان بین البطلان ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۶:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے رسالہ میں لکھتا ہے کہ کاہن جو غیب کا حال بتاتا ہے اُس پر یقین کرنا کفر ہے وہ کیا حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی غیب کا حال نہیں معلوم تھا۔ آیا یہ دونوں عقیدے زید کے موافق عقائد سلف اہلسنت وجماعت کے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

اللھم لک الحمد علم ذاتی کہ بے عطائے غیر ہو اور علم مطلق تفصیلی کہ جملہ معلومات الٰہیہ کو محیط ہو اللہ عزوجل سے خاص ہیں مگر مغیبات کا مطلق علم تفصیلی بعطائے الٰہی ضرور تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے ثابت ہے انبیاء سے اس کی نفی مطلقاً ان کی نبوت ہی سے منکر ہونا ہے امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہٗ العالی فرماتے ہیں النبی ھو المطلع علی الغیب۔ یعنی نبی کہتے ہیں اُسے جو غیب پر مطلع ہو ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابوالشیخ امام مجاہد تلمیذ خاص سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ

تعالیٰ عنہما سے روایت فرماتے ہیں:

انہ قال فی قولہ تعالیٰ ولئن سألتہم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب قال رجل من المنافقین یحدثنا محمد ان ناقۃ فلان بوادی کذا وکذا ومایدریہ بالغیب

یعنی کسی شخص کی اونٹنی گم ہوگئی اس کی تلاش تھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ ہے اس پر ایک منافق بولا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے۔ محمد غیب کیا جانیں اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری کہ کیا اللہ اور اُس کی آیتوں اور اُس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔ تو جو نفی مطلق کرے بلاشبہہ کافر ہے اور اگر علم ذاتی یا علم محیط جملہ معلومات الٰہی سے تاویل کرے تو کفر سے بچ جائے گا مگر شان اقدس میں ایسا موہوم کلام بولنے کا اس پر الزام قائم ہے کہ اس کا ظاہر کلام بعینہ وہی ہے جو اُس منافق نے کہا اور اللہ عزوجل نے اُس کے کفر کا فتویٰ دیا کیوں نہ کہا کہ بے اللہ کے بتائے کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۷:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِس مسئلہ میں کہ حقہ کے بارہ میں تحقیق حق کیا ہے۔

الجواب:

حق یہ ہے کہ معمولی حقہ جس طرح تمام دُنیا کے عامۂ بلاد کے عوام وخواص یہاں تک کہ علما وعظمائے حرمین محترمین زادہما اللہ شرفًا وتکریمًا میں رائج ہے شرعًا مباح وجائز ہے جس کی ممانعت پر شرع مطہر سے اصلا دلیل نہیں تو اُسے ممنوع وناجائز کہنا یا احوال حقہ سے بے خبری پر مبنی۔ کما عرض لکثیر من المتکلمین علیہ فی بدو ظہورہ قبل اختیارہ ووضوح امرہ فقیل مسکر وقیل مفتر وقیل مضر ای مطلقا کالسموم وقیل وقیل۔

یا بعض احوال عارضہ لبعض فساق متناولین کی نظر پر مبنی۔ کقول من قال انہ مما اجتمع علیہ الفساق کاجتماعہم علی المحرمات وقول اٰخر انہ یصد عن

ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ۔

یا بعض عوارض مخصوصہ بعض بلاد و بعض اوقات کے لحاظ سے ناشی جن کا حکم ان کے غیر اعصار و امصار کو ہرگز شامل نہیں:

کمن احتج بالنھی السلطانی علی کلام فیہ للعلامۃ النابلسی۔

یا محض مفتریات کاذبہ مخترعات ذاہبہ پر متفرع کتھوہن تفوہ ان کل دخان حرام۔ وجعلہ حدیثا عن سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل السلام وکجراۃ من قال اجمعوا علی حرمۃ والاجماع۔

فقیر نے اس باب میں زیادہ بیباکی متقشفہ افغانستان سے پائی کہ چند کتب فقہ پڑھ کر تقشف و تصلف کو حد سے بڑھاتے اور عامۂ اُمت مرحومہ کو ناحق فاسق و فاجر بناتے ہیں اور جب اپنے دعوے باطل پر دلیل نہیں پاتے ناچار حدیثیں گڑھتے بناتے ہیں میں نے ان کی بعض تصانیف میں ایک حدیث دیکھی کہ:

من شرب الدخان فکانما شرب دم الانبیاء۔

جس نے حقہ پیا گویا اُس نے پیغمبروں کا خون پیا۔

اور دوسری حدیث یوں تراشی:

من شرب الدخان فکانما زنی بامہ فی الکعبۃ۔

جس نے حقہ پیا گویا اُس نے کعبہ معظمہ میں اپنی ماں سے زنا کیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ـــــ جہل بھی کیا بد بلا ہے خصوصاً مرکب کہ لا دوا ہے مسکین نے ایک مباح شرعی کے حرام کرنے کو دیدہ و دانستہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہتان اُٹھایا اور حدیث متواتر:

من کذب علیّ متعمّدا فلیتبوء مقعدہ من النار

کو اصلا دھیان نہ لایا۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

اللھم تب علینا وعلیہ ان کان حیا واغفر لنا ولہ ان کان میتا۔

یا قواعد شرع ہیں بے غوری اور نظر و فکر کی بیطوری سے پیدا

کزاعم من زعم انه بدعة وکل بدعة ضلالة ومنه زعم الزاعم ان فیه استعمال اٰلة العذاب یعنی النار وذاك حرام وهٰذا من البطلان بابین مکان نقضه المحدث الدهلوی فیما نسب الیه باستعمال الماء المعذب به قوم نوح علیه الصلوٰة والسلام قلت وفی الترویح بالمروحة استعمال اٰلة عذاب عاد۔ وأما اصلاح الفاضل اللکهنوی بزیادة قید علی هیئة اٰهل العذاب۔ فاقول لا یجدی نفعا والا لم یجز الاغتسال بماء حار قال تعالیٰ یصب من فوق رؤسهم الحمیم وماذا یزعم الزاعم فی دخول الحمام فیکون علیٰ هٰذا حراما منهیا عنه لذاته بل من الکبائر اما مطلقا علی ما اختار هٰذا الفاضل من کون تعاطی المکروه تحریمیًا من الکبائر او بعد الاعتیاد علی ما علیه الاعتماد من کونه فی نفسه من الصغائر وذلك لان الحمام کما افاد العلامة المناوی فی التیسیر اشبه شیٔ بجهنم النار من تحت والظلام من فوق وفیه الغم والحبس والضیق ولذا ما دخله سیدنا سلیمٰن نبی الله علیه الصلوٰة والسلام تذکر به النار وعذاب الجبار اخرج العقیلی والطبرانی وابن عدی والبیهقی فی السنن عن ابی موسی الاشعری رضی الله تعالیٰ عنه یرفعه الی النبی صلی الله تعالیٰ علیه واٰله وسلم قال اول من دخل الحمامات وضعت له النورة سلیمان بن داؤد وفلما دخله وجد حره وغمه فقال اده من عذاب الله اده قبل ان لا تکون اده قلت وبهٰذا یرد حدیث التشبیه باهل النار وحدیث الملابسة بالنار کما لا یخفی علی اولی الابصار۔

ولہٰذا علمائے محققین واجلۂ معتمدین مذاہب اربعہ نے بعد تنقیح کار وامعان افکار اس کی

اباحت کا حکم فرمایا۔ وھو الحق الحقیق بالقبول۔

علامہ سیدی احمد حموی غمز العیون والبصائر میں فرماتے ہیں:

یعلم منہ حل شرب الدخان۔

اس قاعدہ سے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے حقہ پینے کی حلت معلوم ہوئی۔

علامہ عبدالغنی بن علامہ اسمٰعیل نابلسی قدس سرہما القدسی حدیقۂ ندیہ شرح طریقۂ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

من البدع العادیۃ استعمال التتن والقھوۃ الشائع ذکرھما فی ھذا الزمان بین الاسافل والاعیان والصواب انہ لا وجہ لحرمتھا ولا لکراھتھا فی الاستعمال الخ

بدعات عادیہ سے ہے حقہ اور کافی کا پینا جن کا چرچا آج کل عوام وخواص میں شائع ہے اور حق یہ ہے کہ ان کی حرمت کی کوئی وجہ ہے نہ کراہت کی۔ علامہ محقق علاؤ الدین دمشقی در مختار میں عبارت اشباہ نقل کرکے فرماتے ہیں:

فیفھم منہ حکم التتن۔

شامی میں ہے:

وھو الاباحۃ علی المختار۔

یعنی اس سے تنباکو کا حکم مفہوم ہوتا ہے اور وہ اباحت ہے مذہب مختار میں) پھر فرمایا:

وقد کرھہ شیخنا العمادی فی ھدیہ الحاقا لہ بالثوم والبصل یاولی۔

ہمارے استاد عبدالرحمن بن محمد عماد الدین دمشقی نے اپنی کتاب ہدیہ میں اُسے سیر و پیاز سے ملحق ٹھہرا کر مکروہ رکھا)۔

علامہ سیدی ابوالسعود علامہ سیدی طحطاوی نے حاشیۂ در مختار میں فرمایا:

لایخفی ان الکراھۃ تنزیھیۃ بدلیل الالحاق بالثوم والبصل المکروہ تنزیھا یجامع الجواز پوشیدہ نہیں کہ یہ کراہت تنزیہی ہے جیسے لہسن پیاز کی اور مکروہ تنزیہی جائز ہوتا ہے۔

علامہ حامد آفندی عمادی ابن علی آفندی مفتی دمشق الشام اپنے فتاوے مغنی المستفتی عن سوال المفتی میں علامہ محی الدین بن احمد بن محی الدین حمید کردی جزری

رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل فرماتے ہیں:

فی الافتا بحلہ دفع الحرج عن المسلمین فان اکثرھم مبتلون بتناولہ مع ان تحلیلہ السیر من تحریمہ وما خیر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بین امرین الا اختار ایسیرھما وانما کونہ بدعۃ فلا ضرر فانہ بدعۃ فی التناول لا فی الدین فاثبات حرمتہ امر عسیر لا یکاد یوجد لہ نصیر۔

حلت قلیان پر فتویٰ دینے میں مسلمانوں سے دفع حرج ہے کہ اکثر اہل اسلام اس کے پینے میں مبتلا ہیں معہذا اُس کی تحلیل تحریم سے آسان تر ہے اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دو کاموں میں اختیار دئے جاتے جو اُن میں زیادہ آسان ہوتا اسے اختیار فرماتے رہا اُس کا بدعت ہونا یہ کچھ باعث ضرر نہیں کہ یہ بدعت کھانے پینے میں ہے نہ امور دین میں تو اس کی حرمت ثابت کرنا ایک دشوار کام ہے جس کا کوئی معین و یاور ملنا نظر نہیں آتا)۔

علامہ خاتم المحققین سیدی ابن الملۃ والدین محمد بن عابدین شامی قدس سرہ السامی ردالمختار حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

للعلامۃ الشیخ علی الاجھوری المالکی رسالۃ فی حلہ نقل فیھا انہ افتی بحلہ من یعتمد علیہ من ائمۃ المذاھب الاربعۃ۔

علامہ شیخ علی اجہوری مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حقہ کی حلت میں ایک رسالہ لکھا جس میں نقل فرمایا کہ چاروں مذہب کے ائمہ معتمدین نے ان کی حلت پر فتویٰ دیا،

پھر فرماتے ہیں:

قلت والف فی حلہ ایضا سیدنا العارف عبد الغنی النابلسی رسالۃ سماھا الصلح بین

حلت قلیان میں ہمارے سردار عارف باللہ حضرت عبد الغنی نابلسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ایک رسالہ تالیف فرمایا

بین الاخوان فی اباحۃ شرب الدخان
وتعرض لہ فی کثیر من تالیف
الحسان واقامۃ الطامۃ الکبری
علی القائل بالحرمۃ او بالکراھۃ
فانھما احکمان شرعیان لابد
لھما من دلیل ولا دلیل علی
ذلک فانہ لم یثبت اسکارہ
ولا تفتیرہ ولا اضرارہ بل ثبت
لہ منافع فھو داخل تحت قاعدۃ
الاصل فی الاشیاء الاباحۃ وان
فرض اضرارہ للبعض لا یلزم
منہ تحریمہ علی کل احد فان
العسل یضر باصحاب الصفراء
الغالبۃ وربما امرضھم مع انہ
شفاء بالنص القطعی ولیس
الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالیٰ
باثبات الحرمۃ او الکراھیۃ
الذین لابد لھما من دلیل بل
فی القول بالاباحۃ التی ھی الاصل
وقد توقف النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم مع انہ ھو المشرع فی
تحریم الخمر ام الخبائث حتی
نزل علیہ النص القطعی فالذی

جس کا نام الصلح بین الاخوان فی
اباحۃ شرب الدخان رکھا اور اپنی
بہت تالیفات نفیسہ میں اُس سے
تعرض کیا اور حقہ کی حرمت یا کراہت
ماننے والے پر قیامت کبریٰ قائم فرمائی
کہ وہ دونوں حکم شرعی ہیں جس کے لیے
دلیل درکار اور یہاں دلیل معدوم کہ نہ
اُس کا نشہ لانا ثابت ہوا نہ عقل میں
فتور ڈالنا نہ مضرت کرنا بلکہ اُس کے
منافع ثابت ہوئے ہیں تو وہ اِس قاعدہ
کے نیچے داخل ہے کہ اصل اشیاء میں
اباحت ہے اور اگر فرض کیجیے کہ بعض
کو ضرر کرے تو اس سے سب پر حرمت
نہیں ثابت ہوتی جن مزاجوں پر صفرا
غالب ہوتا ہے شہد انہیں نقصان کرتا
بلکہ بارہا بیمار کر دیتا ہے باآنکہ وہ نص
قرآنی شفا ہے اور یہ کوئی احتیاط کی بات
نہیں کہ حرمت یا کراہت ٹھہرا کر خدا پر
افترا کر دیجئے کہ اُن کے لیے دلیل کی حاجت
ہے بلکہ احتیاط مباح ماننے میں ہے کہ
وہی اصل ہے خود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے کہ بہ نفس نفیس صاحب شرع
ہیں شراب جیسی ام الخبائث کی تحریم میں

ینبغی للانسان اذا سئل عنه سواء کان ممن ینتعاطاه اولا کهذا العبد الضعیف و جمیع من فی بیته ان یقول هو مباح لکن رائحته تستکرهها الطباع فهو مکروه طبعاً لا شرعاً الی اٰخر ما اطال به رحمه الله تعالیٰ۔

توقف فرمایا جب تک نص قطعی نہ اتری تو آدمی کو چاہیے کہ جب اُس سے حقہ کے بارہ میں سوال کیا جائے تو اُسے مباح ہی بتائے خواہ آپ پیتا ہو یا نہ پیتا ہو جیسے میں اور میرے گھر میں جس قدر لوگ ہیں کہ ہم میں کوئی نہیں پیتا مگر فتویٰ اباحت ہی پر دیتا ہوں، ہاں اُس کی بو طبیعت کو ناپسند ہے تو وہ مکروہ طبعی ہے نہ شرعی اور ہنوز علامہ مذکور کا کلام طویل اس کی تحقیق میں باقی ہے۔

بالجملہ عند التحقیق اِس مسئلہ میں سوا حکم اباحت کے کوئی راہ نہیں خصوصاً ایسی حالت میں عجماً وعرباً وشرقاً وغرباً عام مومنین بلاد وبقاع تمام دُنیا کو اُس سے ابتلا ہے تو عدم جواز کا حکم دینا عامۂ امت مرحومہ کو معاذ اللہ فاسق بنانا ہے جسے ملت حنفیہ سمحہ سہلہ غرا بیضا ہرگز گوارا نہیں فرماتی اسی طرف علامہ جزری نے اپنے اُس قول میں ارشاد فرمایا کہ:

فی الافتاء بحله دفع الحرج عن المسلمین۔

اور اُسے علامہ حامد عمادی پھر منقح علامہ محمد شامی آفندی نے برقرار رکھا۔ اقول:

ولسنا نعنی بهذا ان عامة المسلمین اذا ابتلوا بحرام حل بل الامر ان عموم البلوی من موجبات التخفیف شرعاً وما ضاق امر الا اتسع فاذا وقع ذلك فی مسئلة مختلف فیها ترجح جانب الیسر هونا للمسلمین عن العسر ولا یخفی علی خادم الفقه ان هذا کما هو جار فی باب الطهارة والنجاسة کذلك فی باب الاباحة والحرمة ولذا تراه من مسوغات الافتاء بقول غیر الامام الاعظم رضی الله تعالیٰ عنه کما فی مسئلة المخابرة وغیرها مع تنصیصهم بانه لا یعدل عن قوله

الی قول غیرہ الا بضرورۃ بل ھو من مجوزات المیل الی روایۃ النوادر علی خلاف ظاھر الروایۃ کما نصوا علیہ مع تصریحھم بأن ما خرج عن ظاھر الروایۃ فھو قول مرجوع عنہ وما رجع عنہ المجتھد لم یبق قولا لہ وقد تشبث العلماء بھذا فی کثیر من مسائل الحلال والحرام ففی الطریقۃ وشرحھا الحدیقۃ فی زماننا ھذا لا یمکن الاخذ بالقول الاحوط فی الفتوی الذی افتی بہ الائمۃ ھو ما اختارہ الفقیہ ابو اللیث انہ ان کان فی غالب الظن ان اکثر مال الرجل حلال جاز قبول ھدیتہ ومعاملتہ و الا لا اھ ملخصا۔ وفی رد المحتار من مسئلۃ بیع الثمار لا یخفی تحقیق الضرورۃ فی زماننا ولا سیما فی مثل دمشق الشام وفی نزعھم عن عاداتھم حرج وما ضاق الامر الا اتسع ولا یخفی ان ھذا مسوغ للعدول عن ظاھر الروایۃ اھ ملخصا۔ وفیہ مسئلۃ العلم فی الثوب ھو ارفق باھل ھذا الزمان لئلا یقعوا فی الفسق والعصیان اھ۔ وفیہ من کتاب الحدود مقتضی ھذا کلہ ان من زفت الیہ زوجۃ لیلۃ عرسہ ولم یکن یعرفھا لا یحل لہ وطوءھا ما لم یقل واحدۃ او اکثر انھا زوجتک وفیہ حرج عظیم لانہ یلزم منہ تاثیم الامۃ اھ ملخصا الی غیر ذلک من مسائل یکثر عدھا ویطول سردھا فاندفع ما عسی متوھم ان یتوھم من القول الفاصل اللکھنوی ان عموم البلوی انما یؤثر فی باب الطھارۃ ونجاسۃ لا فی باب الحرمۃ والاباحۃ صرح بہ الجماعۃ اھ

ہاں بنظر بعض وجوہ اُسے مکروہ تنزیہی کہہ سکتے ہیں جیسا کہ محقق علائی و علامہ ابو السعود و علامہ طحطاوی و علامہ شامی نے الحاقا بالشوم والبصل افادۃ فرمایا:

علی ما فیہ لبعض الفضلاء مع کلام المناقی ذلک المراء۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

الحاقہ بما ذکر ھو الانصاف۔

اقول: یہیں سے ظاہر کہ اس وجہ کو موجب کراہت تحریم جاننا:

کما جزم به الفاضل اللکھنوی فی فتاواہ تردد فی رسالۃ واضطراب فی کلام المحدث الدھلوی فیما نسب الیہ فاوھم اولا انہ یوجب کراھۃ التحریم وعاد اخرا فقال التنزیہ سراسر خلاف تحقیق ہے۔

ثم اقول : پھر کراہت تنزیہہ کا حاصل صرف اس قدر کہ ترک اولی ہے نہ کہ فعل ناجائز ہو علما تصریح فرماتے ہیں کہ یہ کراہت مجامع جواز و اباحت ہے جانب ترک میں اس کا وہ مرتبہ ہے جو جہت فعل میں مستحب کا کہ مستحب بات کیجیے تو بہتر نہ کیجیے تو گناہ نہیں مکروہ تنزیہی نہ کیجیے تو بہتر کیجیے تو گناہ نہیں پس مکروہ تنزیہی کو داخل دائرۂ اباحت مان کر گناہ صغیرہ اور اعتیاد کو کبیرہ قرار دینا کما صدر عن الفاضل اللکھنوی وتبعہ السید المشھدی ثم الکردی سخت لغزش وخطا فاحش ہے یارب مکروہ گناہ کونسا جو شرعاً مباح ہو اور وہ مباح کیسا جو شرعاً گناہ ہو۔

فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اس ذلت کے رد میں ایک مستقل تحریر مسمی بہ جمل مجلیۃ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیۃ تحریر کی وباللہ التوفیق۔

ثم اقول۔ یوہیں ما نحن فیہ میں تین وجہ کراہت تنزیہہ ٹھہرا کر کراہت تحریم کی طرف مرتقی کر دینا کما وقع فیما نسب الی المحدث الدھلوی محض نامعقول قطع نظر اس سے کہ اُن وجوہ سے اکثر محل نظر شرع سے اصلا اس پر دلیل نہیں کہ جو چیز تین وجہ سے مکروہ تنزیہی ہو مکروہ تحریمی ہے۔ ومن ادعی فعلیہ البیان۔ خود محدث دہلوی کے تلمیذ رشید مولانا رشید الدین خان دہلوی مرحوم اپنے رسالہ عربیہ میں صاف لکھتے ہیں کہ علمائے محققین حنفیہ میں کراہت تنزیہی مانتے ہیں۔ حیث قال اما المحققون القائلون بکراھۃ تنزیھا فھم ایضا تشبثوا بالروایات الفقھیۃ مثل ما قال صاحب الدر المختار۔

اور اُس میں تصریح ہے کہ مالت مشائخنا الیھا اسی کراہت تنزیہہ کی طرف ہمارے اساتذہ نے میل کیا)۔ اس رسالہ پر **شاہ عبد العزیز صاحب وشاہ رفیع الدین صاحب** کی تقریظیں ہیں شاہ صاحب نے اُسے تحریر۔ انیق وتقریر دسیق وصحیح والمبانی

دمستحکم المعانی وموافق روایات ومطابق درایات بنایا اور شاہ رفیع الدین صاحب نے استحسنت غایۃ الاستحسان ما نثر بانیہ من جواھر لآلیہ فی مبانیہ معانیہ فرمایا تو ظاہر اور دوسری تحریر کی نسبت غلط ہے یا اُس میں تحریفیں واقع ہوئیں اور اس پر دلیل یہ بھی ہے کہ اس تحریر کے اکثر جوابات مخدوش ومضمل اور خلاف تحقیق باتوں پر مشتمل ہیں اور نسبت بہمہ جہت صحیح ہی مانئے تو رسالہ تلمیذ کی مدح وتقریظ معارض و مناقض ہو گی وہ تحریر پایۂ اعتبار سے یوں بھی گر گئی اور اس سے بھی قطع نظر کیجیے تو مقصود اتباع حق ہے نہ تقلید اہل عصر و اتباع زید وعمرو واللہ الہادی ودلی الایادی۔

الحاصل۔ معمولی حقہ کے حق میں تحقیق حق وتحقیق یہی ہے کہ وہ جائز ومباح و صرف مکروہ تنزیہی ہے یعنی جو نہیں پیتے بہت اچھا کرتے ہیں جو پیتے ہیں کچھ بُرا نہیں کرتے۔

فان الاسادۃ فوق کراھۃ التنزیہ کما حققہ العلامۃ الشامی۔

البتہ وہ حقہ جو بعض جہال بعض بلاد میں ماہ رمضان مبارک شریف میں وقت افطار پیتے اور دم لگاتے اور حواس ودماغ میں فتور لاتے اور دیدۂ ودل کی عجب حالت بناتے ہیں بیشک ممنوع وناجائز وگناہ ہے اور وہ بھی معاذ اللہ ماہ مبارک میں اللہ عزوجل ہدایت بخشے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر مفتر چیز سے نہی فرمائی اور اس حالت کے حالت تفتیر ہونے میں کچھ کلام نہیں۔ احمد وابوداؤد بسند صحیح عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن کل مسکر ومفتر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۸:

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین در باب قلیان کشیدن کہ بعضے مکروہ تنزیہی می فرمایند وبعضے مکروہ تحریمی میگویند وبعض حرام مطلق میدانند وبعضے میفرمایند کہ کسے قلیان میکشد از مشاہدہ جمال جہاں آرائی حضرت خواجہ عالم وعالمیان محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم واز احضار مجلس حضور پُر نور اقدس و

اعلیٰ محروم می ماند پس قائل میگویم که آیات مذہب مختار حنفی چیست گو درین باب استفتا با علماء دستخط فرمودند مگر مفصل ارقام نرفت و تسکینیم نشد لہذا امید دارم که تشریحش مفصل ارقام رود۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

باید دانست که در مسئلہ کشیدن قلیان که اختلافات بظہور آمدہ اند بر دو قسم اند یکے اختلاف علمائے کاملین و دیگر اختلاف متعصبین۔ اما اختلاف علماء کاملین که بظہور رسیدہ بنظر غور و تعمق راجع طرف اختلاف حال تمباکو یا اختلاف حال شاربین ست۔ اما اختلاف متعصبین پس مبتنی بر اختیار اقوال شاذہ مردودہ مخالف جمہور یا حکایات بے سر و پا مشتملہ بر کذب و زور است تفصیل این اجمال آنکہ از روئے احادیث و آثار و اقوال جمہور فقہاء کبار اصل در اشیاء اباحت است پس چیزیکہ در آں دلیلے کہ منصوص التحریمہ است یافتہ شود مثل سمیت یا اسکار البتہ حرام و ممنوع است و چیزیکہ دراں دلیل منصوص حرمت یافتہ نشود و حکمش مسکوت عنہ بود باعتبار ذات حلال و مباح است اگر کراہت و حرمت در کدامی صورت خاصہ یافتہ خواہد شد مکروہ و حرام گفتہ خواہد شد ورنہ بر اصل خود باقی خواہد ماند و چوں در تمباکو کہ در بعض بلاد یافتہ میشود اسکار و تفتیر موجود است مثل بلاد بخارا وغیرہ علماء آنجا حکم ممانعت فرمودہ اند و در تمباکوئے بعض بلاد ہرگز اثرے از تفتیر و اسکار نیست مثل تمباکوئے مصر وغیرہ علمائے محققین آنجا حکم بحلت و جواز فرمودہ اند و قول منکر را مردود نمودہ اند و علی ہذا القیاس اختلاف حال شاربین راہم دخلی است معتدبہ در حکم آں پس کسے کہ بطور لہو و لعب انہماک عبث در آں می نماید حکمش جداست و کسے کہ برائے منافع کہ انکار ازاں نتواں نمود بقدر ضرورت استعمال می سازد حکمش جدا است پس این اختلاف کہ در اقوال محققین یافتہ میشود فی الحقیقۃ اختلافے نیست و آنچہ متعصبین حرام مطلق میگویند قطع نظر از آنکہ برائے منفعت باشد یا بطور لہو و لعب و عبث تمباکو ہم خواہ مسکر و مفتر باشد یا نباشد و بغیر نقل از شارع و مجتہدین شریعت اصل در اشیاء حرمت قرار دادہ اند پس تعصبے ست باطل و از حلیہ

صدق و انصاف عاطل و قول و حکم قائل کہ از کشیدن قلیان حرمان از مشاہدہ ملعان جمال حضرت سید انس و جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاصل می گردد بے دلیل کامل در ہمیں تعصب لاحاصل داخل است ہر چند علمائے دین دریں مسئلہ رسائل مستقلہ تالیف فرمودہ ابتدا ماد رینجا یک سند مستند اکتفا نمودہ میشود علامہ شامی در رد المحتار حاشیۂ در المختار بعد ازاں کہ فرمودہ:

قد اضطربت آراء العلماء فیہ فبعضہم قال بکراھۃ وبعضہم قال بحرمتہ وبعضہم بإباحۃ الخ

ویک دو قول مما نعت ذکر نمودہ و در آخر فرمودہ:

وللعلامۃ الشیخ علی الاجھوری المالکی رسالۃ فی حلہ نقل فیھا انہ افتی بحلہ من یعتمد علیہ من أئمۃ المذاھب الاربعۃ قلت والف فی حلہ ایضا سیدنا العارف عبد الغنی النابلسی رسالۃ سماھا بالصلح بین الاخوان فی إباحۃ شرب الدخان وتعرض لہ فی کثیر من تالیفہ الحسان واقام الطامۃ الکبری علی القائل بالحرمۃ او بالکراھۃ فانہما حکمان شرعیان لا بد لھما من دلیل ولا دلیل علیٰ ذلک فانہ لم یثبت اسکارہ ولا تفتیرہ ولا ضرارہ بل ثبت لہ منافع فھو داخل تحت قاعدۃ الاصل فی الاشیاء الاباحۃ وان فرض اضرارہ للبعض لا یلتزم منہ تحریمہ علیٰ کل احد فان العسل یضر باصحاب الصفراء وربما امرضھم مع انہ شفاء بالنص القطعی ولیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالیٰ باثبات الحرمۃ او الکراھۃ الذین لا بد لھما من دلیل بل فی القول بالاباحۃ التی ھی الاصل وقد توقف النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع انہ ھو المشرع فی تحریم الخمر ام الخبائث حتی نزل علیہ النص القطعی فالذی ینبغی للانسان اذا سئل عنہ سواء کان ممن ینعاطاہ او لا کھذا العبد الضعیف وجمیع من

فی بیتہ ان یقول ھو مباح لکن رائحتہ تستکرھھا الطباع فھو مکروہ طبعا لا شرعا الی اٰخر ما قال الی اٰخرہ

حررہ الفقیر الحقیر عبد القادر محب الرسول القادری البدایونی عفی عنہ۔

مسئلہ ۲۹:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ایسے شخص کی نسبت اور اُس کے معاونین کی بابت کہ جو طرح طرح کی درخواست ممبران آریہ سماج سے کرتا ہوا ادھر وعظ اور امامت بھی مسلمانوں کی کرتا رہے اور جو اپنے وعظ میں بھی آریوں کو اپنا دلی دوست اور جگر کا ٹکڑا بتلائے اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے مرتبہ کو حضور سرور کائنات رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان کے برابر سمجھے اور جس کا کذب اور وعدہ خلافی بھی اکثر مرتبہ ظاہر ہوئی ہو آیا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا اور اس کا وعظ کرانا اور سننا جائز ہے یا نہیں اور اُس کے معاونان کس حکم شرعی کے مصداق ہیں عند اللہ وعند الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بروئے قرآن وحدیث وفقہ بہت جلد جواب تحریر فرما کر داخل حسنات ہوں اس کے بعد سائل نے چھ ورق میں وہ خطوط لکھے تھے جو اس شخص نے آریوں کے پاس بھیجے تھے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

یہ کلمات اگر اُس شخص نے دل سے کہے جب تو اُس کا کفر صریح ظاہر واضح ہے جس میں کسی جاہل کو بھی تامل نہیں ہو سکتا اسلام کی حقانیت میں اُس کو شبہہ ہے کفر کی طرف مائل بلکہ اُس کا مشتاق اور اُس کے لیے اپنے آپ کو بے چین بناتا ہے کفر کی عزت وفخر اور سرفرازی کہتا ہے تو اُس کے شکوک رفع ہوں یا نہ ہوں وہ آریہ بنے یا نہ بنے اسلام سے تو اس وقت نکل گیا والعیاذ باللہ تعالیٰ اور اگر دل میں ان باتوں کو جھوٹ جانتا ہے آریہ کو دھوکہ دینے کے لیے ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں تو اوّل تو یہ دھوکہ کا عذر محض جھوٹ باطل ہے اور بفرض غلط اگر ہو بھی تو دھوکہ دینا کیا ضرور ہے اور بفرض غلط ضرور بھی ہو تو وہ اکراہ تک نہیں پہنچ سکتا واحد قہار

عز جلالہ نے صرف اکراہ کا استثناء فرمایا۔ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان بہر حال اُس کو واعظ بنانا حرام اُس کو وعظ سننا ناجائز اُس کو امام بنانا حرام اُس کے پیچھے نماز باطل رہا امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے مرتبہ کو شان حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برابر کہنا اُس کے کفر صریح و ارتداد خالص ہونے میں کسی رافضی کو کلام نہیں ہو سکتا نہ کہ اہل سنت جن کا ایمان یہ ہے کہ کسی غیر نبی کو کسی نبی کا ہمسر کہنے والا کافر ہے۔ ایسے شخص کے جتنے معاون ہیں وہ سب بھی اُسی کے حکم میں ہیں مارہرہ شریف کے صاحبزادوں میں ایسے تاریک ناپاک گندے خیالوں کا کوئی شخص معلوم نہیں خصوصاً عالم ظاہر اُس نے یہ انتساب محض جھوٹ طور پر کیا اور اگر بالفرض صحیح بھی تھا تو اب جھوٹ ہو گیا۔ قال اللہ تعالیٰ انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۰:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اپنا حق حاصل کرنے کے لیے جھوٹی بات کہنا کہاں تک جائز ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

اپنا حق مُردہ زندہ کرنے کے لیے پہلو دار بات کہنا جس کا ظاہر دروغ ہو اور واقع میں اُس کے سچے معنے مراد ہوں اگرچہ سننے والا کچھ سمجھے بلاشبہہ باتفاق علماء دین میں جائز اور احادیث صحیحہ سے اُس کا جواز ثابت ہے جبکہ وہ حق بے اس طریقہ کے ملنا میسر نہ ہو ورنہ یہ بھی جائز نہیں پہلو دار بات یوں مثلاً ظالم نے ظلماً اس کی کسی چیز پر قبضۂ مخالفانہ اس مدت تک رکھا جس کے باعث انگریزی قانون میں تمادی عارض ہو کر حق ناحق ہو جاتا ہے مگر مخالف کے پاس اپنے قبضہ کا کاغذی ثبوت نہیں اُس کے بیان پر رکھا گیا اگر یہ اقرار کیے دیتا ہے کہ واقعی مثلاً بارہ برس سے میرا قبضہ نہیں تو حق جاتا اور ظالم فتح پاتا ہے لہٰذا یوں کہنے کی اجازت ہے کہ ہاں میرا قبضہ رہا ہے یعنی زمانہ گزشتہ اور زیادہ تصریح چاہی جائے تو یوں کہہ سکتا ہے کہ آج تک میرا

قبضہ چلا آیا اور نیت میں لفظ آیا کو کلمہ استفہام لے جیسے کہتے ہیں آیا یہ بات حق ہے یعنی کیا یہ بات حق ہے تو استفہام انکاری کے طور پر اس کلمہ کا یہ مطلب ہوا کہ کیا آج تک میرا قبضہ چلا یعنی ایسا نہ ہوا بلکہ میرا قبضہ منقطع ہو کر مخالف کا قبضہ ہو گیا۔ یا یوں کہے کل تک برابر میرا قبضہ رہا آج کا حال نہیں معلوم کہ کچہری کیا حکم دے اور لفظ کل سے زمانہ قریب مراد لے جیسے نوجوان لڑکے کو کہتے ہیں کل کا بچہ ہے حالانکہ اس کی عمر بیس بائیس سال کی ہو اسی معنی پر قیامت کو روز فردا کہتے ہیں کل آنے والی ہے یعنی بہت نزدیک ہے یا مخالف کے قبضہ کی نسبت سوال ہو تو کہے اُس کا قبضہ کبھی نہ تھا یا کبھی نہ ہوا اور مراد یہ لے کہ کبھی وہ وقت بھی تھا کہ اُس کا قبضہ نہ تھا زیادہ تصریح درکار ہو تو کہے اُس کا قبضہ اصلا کسی وقت ایک آن کو بھی نہ ہوا نہ ہے اور معنی یہ لے کہ حقیقی قبضہ ہر شے پر اللہ عزوجل کا ہے دوسرے کا قبضہ ہو ہی نہیں سکتا غرض جو شخص تصرفات الفاظ و معانی سے آگاہ ہے سو پہلو نکال سکتا ہے مگر ان کا جواز بھی صرف اسی حالت میں ہے جب یہ واقعی مظلوم ہے اور بغیر ایسی پہلودار بات کے ظلم سے نجات نہیں مل سکتی ورنہ اوپر مذکور ہوا کہ یہ بھی ہرگز جائز نہیں۔

اب رہی یہ صورت کہ جہاں پہلودار بات سے کام نہ چلے وہاں صریح کذب بھی دفع ظلم و احیاء حق کے لیے جائز ہے یا نہیں اس بارہ میں کلمات علماء مختلف ہیں بہت روایات سے اجازت نکلتی اور بہت اکابر نے منع کی تصریح فرمائی ہے حتی الوسع احتیاط اُس سے اجتناب میں ہے اور شاید قول فیصل یہ ہو کہ اُس ظلم کی شدت اور کذب کی مصیبت کو عقل سلیم و دین قویم کی میزان میں تولے جدھر کا پلہ غالب پائے اُس سے احتراز کرے مثلاً اس کا ذریعہ رزق تمام و کمال کسی ظالم نے چھین لیا اب اگر نہ لے تو یہ اور اس کے اہل و عیال سب فاقے مریں اور وہ بے کذب صریح مل نہیں سکتا تو اُس ناقابل برداشت ظلم اشد کے دفع کو اُمید ہے کہ غلط بات کہہ دینے کی ہو اجازت ہو اور اگر کسی مالدار شخص کے سو دو سو روپے کسی نے دبا لیے صریح جھوٹ کی اجازت اُسے نہ ہونی چاہیے کہ جھوٹ کا فساد زیادہ

ہے اور اتنے ظلم کا تحمل اس مالدار پر ایسا گراں نہیں حدیث سے ثابت اور فقہ کا قاعدہ مقررہ بلکہ عقل و نقل کا ضابطہ کلیہ ہے کہ:

من ابتلی ببلیتین اختار ایسرھما۔ جو شخص دو بلاؤں میں گرفتار ہو اُن میں جو آسان ہے اُسے اختیار کرے۔

ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی۔

درمختار میں ہے:

الکذب مباح لاحیاء حقہ ودفع الظلم عن نفسہ والمراد التعریض لان عین الکذب حرام قال وھو الحق قال تعالیٰ قتل الخراصون۔ الکل من المجتبیٰ وفی الوھبانیۃ قال ؎

وللصلح جاز الکذب او دفع ظالم
واھل لترضی والقتال لیظفروا۔

ردالمحتار میں ہے:

الکذب مباح لاحیاء حقہ کالشفیع یعلم بالبیع باللیل فاذا اصبح یشھد ویقول علمت الان وکذا الصغیرۃ تبلغ فی اللیل وتختار نفسھا من الزوج وتقول رأیت الدم الآن واعلم ان الکذب قد یباح وقد یجب والضابطۃ فیہ کما فی تبیین المحارم وغیرہ عن الاحیاء ان کل مقصود محمود یمکن التوسل الیہ بالصدق والکذب جمیعا فالکذب فیہ حرام وان امکن التوسل الیہ بالکذب وحدہ فمباح ان ابیح تحصیل ذلک المقصود واجب ان وجب کما لو رأی معصوما اختفی من ظالم یرید قتلہ واخذاءہ وفالکذب ھنا واجب وکذا الوسائل من ودیعۃ یرید اخذھا یجب انکارھا وھما کان لا یتم مقصود حرب او اصلاح ذات البین او استمالۃ قلب احبی علیہ الا بالکذب فیباح لو سالہ سلطان عن فاحشۃ وقعت منہ شراکزنا او شرب فلہ ان یقول ما فعلتہ لان اظہارھا

فاحشة اخرى وله ايضا ان يكره سراخيه وينبغي ان يقاتل مفسدة الكذب بالمفسدة المرتبة على الصدق فان كانت مفسدة الصدق اشد فله الكذب وان بالعكس او شك حرم وان تعلق بنفسه استحب ان لا يكذب وان تعلق لغيره لم تجز المسامحة لحق غيره والحزم تركه حيث ابيح۔

نیز اُس میں اور حاشیۂ طحطاویہ میں ہے:

قوله جاز الكذب قال الشارح ابن الشيخة نقل في البزازية ان اراد المعاريض لا الكذب الخالص۔

اُسی میں ہے:

حيث يباح التعريض لحاجة لا يباح بغيرها لانه يوهم الكذب وان لم يكن اللفظ كذبا الخ۔

حدیقہ ندیہ میں ہے:

يكره التعريض كراهة تحريم بدون الحاجة اليه اه باختصار

طحطاوی میں ہے:

قالت عند القاضي ادركت الآن وفسخت فالقول لها لانها قادرة على انشاء الرد ولا يشترط ان يكون حالة البلوغ حقيقة بل لو كان باخبارها كذبا انه بلغت الان وقيل لمحمد كيف يصح وهو كذب لانها انما ادركت قبل هذا الوقت فقال لا نصدق بالاسناد مجازا لها ان تكذب كيلا يبطل حقها اه وانما يسوغ لها ذلك اذا كانت اختارت عند البلوغ بالفعل واخذ من ذلك جواز الكذب لاحياء الحق وهي منصوصة۔

خلاصہ وہندیہ میں ہے:

ان رات الدم في الليل تقول فسخت النكاح وتشهد اذا صحبت و تقول انما رأيت الدم الآن لانها تصدق ان تقول رأيت الدم في الليل وفسخت ذكره في مجموع النوازل قال رضي الله تعالى عنه و

ان کان ھذا کذبا لکن الکذب فی بعض المواضع مباح۔

بزازیہ وغیرہ میں ہے:

لیس ھذا بکذب محض بل من قبیل المعاریض المسوغۃ لاحیاء الحق کالتعریض بالفعل الممتد لدوامہ حکم الابتداء والضرورۃ داعیۃ الی ھذا الا الی غیرہ اھ

طحطاویہ میں ہے:

قلت لا یظھر بعد التقیید بالأن انہ من المعاریض بل من محض الکذب الخ

رد المحتار میں ہے:

حاصلہ انہا بقولہا بلغت الان ای الأن بالغۃ لئلا یکون کذبا صریحا الخ

اقول ووجہ اخر وھو ارادۃ القرب بقولہ الأن کما قدمت فی صدر الجواب۔

اشباہ میں ہے:

الکذب مفسدۃ محرمۃ وھی متی تضمن جلب مصلحۃ تربو علیہ جاز الخ

غمز العیون میں ہے:

فی البزازیۃ یجوز الکذب فی ثلثۃ مواضع فی الاصلاح بین الناس فی الحرب ومع امراتہ قال فی ذخیرۃ اراد بھا المعاریض لا الکذب الخالص اومثلہ فی اواخر الحیل عن المبسوط۔

طریقہ محمدیہ میں ہے:

یجوز الکذب فی ثلث وما فی معناھا ت عن اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت قال رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا یحل الکذب الا فی ثلث رجل کذب امرأتہ لیرضیھا ورجل کذب فی الحرب فان الحرب خدعۃ ورجل کذب بین مسلمین یصلح بینھما وزاد فی روایۃ عن ام کلثوم رضی اللہ تعالٰی عنہا والمرأۃ تحدث زوجھا والحق بھذہ الثلث دفع ضم لتعالم واحیاء الحق وقیل المباح فی ھذہ المواضع التعریض اما الکذب فحرام لا یحل بحال اھ مختصرا۔

مرقاۃ میں زیر حدیث صحیحین:

عن ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت قال رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیس الکذاب الذی یصلح بین الناس ویقول خیرا وینمی خیرا۔

فرمایا: بان یقول الاصلاح مثلاً بین زید وعمرو یا عمرو یسلم علیک زید ویمدحک ویقول انا رجہ وکذلک یجئ الی زید ویبلغہ من عمرو مثل ما سبق۔

عمدۃ الباری شرح بخاری میں ہے:

فیہ ای فی الحدیث الجمیل فی التنصیص من الظلمۃ بل اذا علم انہ لا تخلیص الا بالکذب جاز لہ الکذب صریح وقد یجب فی بعض الصور بالاتفاق کمن ینجی نبیا او ولیا ممن یرید قتلہ او لنجاۃ المسلمین من عدوھم۔ وقال الفقہاء لو طلب ظالم ودیعۃ لانسان لیاخذھا غصبا وجب علیہ الانکار والکذب فی انہ لا یعلم موضعہا۔

غمز العیون میں اسے نقل کر کے فرمایا: فلیحفظ۔

شیخ محقق ترجمہ مشکوٰۃ میں زیر حدیث مذکور فرماتے ہیں:

یکے از مواضع کہ دروغ گفتن دراں رواست اصلاح ذات البین ست صلح دادن و دور کردن نزاع و عداوت کہ میان دو کس ست و یکے دیگر ازاں مواضع کہ دروغ گفتن دراں جائز ست نگاہ داشت بر خون و مال کسے ست کہ بناحق میرود و دروغ گفتن بازن بقصد اصلاح و رضائے وے نیز جائز داشتہ چنانکہ گوید نزاد دست میدارم ہر چند ندارد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۱:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اپنے حق کے وصول کے لیے چھینا جھپٹی زبردستی دبالینا وامثالہا امور جائز ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

عین حق یا جنس حق کے لیے اجازت ہے جبکہ فتنہ نہ ہو اور اُس پر کذب کا قیاس الفارق ہے کہ یہاں غصب ونہب کی صورت ہے حقیقت نہیں کہ حقیقۃً اپنا حق

لیتا ہے اور کذب ہوگا تو حقیقۃ ہوگا کما لا یخفیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۲:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ مولانا عبدالمقتدر صاحب بدایونی کی خدمت میں میں نے اپنے جواب کو اس لیے پیش کیا تھا کہ اگر صحیح ہو تو یہی رہے اُس وقت تک میں نے جو جواب لکھا تھا وہ صرف بحوالہ و سند احیاء العلوم تھا حضرت مولٰنا نے فرمایا کہ احیاء العلوم سے جواب کافی نہیں فقہ سے لکھو اور کچھ نہ فرمایا۔ فقہ میں جو دیکھا تو اس میں بھی احیاء العلوم کی سند موجود ہے۔ آیا احیاء العلوم وغیرہ امثالہا سے سند لانا اور غیر مذہب کے علماء سے سند لانا صحیح ہے یا نہیں اگر ہے تو کس قسم کے مسائل میں اکثر یہ لوگ اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ حنفی کو اپنی فقہ سے ہی سند ضرور ہے۔ علماء احناف اہل سنت جو اپنی کتب مناظرہ وغیرہ میں دوسرے علماء اور ان کی کتب یا تصوف وغیرہ علوم کی کتب سے سند دے دیتے ہیں وہ معاذ اللہ خاطی ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

مسائل اختلافیہ حنفیہ و غیر حنفیہ میں غیر حنفیہ سے استناد صحیح نہیں اور ان کے ماورا میں قدیما و حدیثاً ہر مذہب والے چاروں مذہب کے اکابر سے سند لاتے ہیں یونہیں مسائل غیر متشابہات میں ائمہ تصوف قدس سرہم اللہ تعالیٰ باسرارہم سے استناد اور ایسوں کو خاطی جاننے والا خود سخت خاطی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۳:

حضرت مولٰنا المعظم والمکرم دامت برکاتہم العالیہ۔ پس از تسلیم مع التکریم معروض کہ

(۱) جس نے فرض عشا با جماعت نہیں پڑھے اور وتر کی جماعت میں شریک ہو گیا اُس کے یہ وتر سرے سے ہوئے ہی نہیں یا ہوئے مگر مکروہ تو تحریمی یا تنزیہی۔

(۲) اگر جماعت سے فرض عشا پڑھ لیے تھے تو اب جس امام کے پیچھے چاہے وتر جماعت سے پڑھ لے اگرچہ وہ امام فرض و تراویح دونوں سے غیر ہو یا صرف ایک سے یا اُس امام نے فرض و تراویح یا جماعت نہ پڑھے ہوں بہر حال بلا کراہت

صحیح ہوں گے یا کیا۔

(۳) جماعت وتر میں استحقاق شرکت کے لیے تراویح با جماعت پڑھنا کتنا دخل رکھتا ہے یا کچھ نہیں۔

(۴) آج کل علی العموم سفر پہلے سے اُس کے بیسیوں حصہ زائد تیز رو سواریوں پر ہوتا ہے اس کے لیے بحساب مسافت اندازہ کی ضرورت ہے یہ فرمائیں کہ کس قدر کوس مروج کے سفر میں قصر وغیرہ احکام سفر ہوں گے اور کوس مروج سے اپنی مُراد کی تشریح فرمادیں کہ وہ کوس مثلاً اس قدر قدموں کا ہے بہرحال ایسا کوئی انداز بنانا چاہیے جس سے سب عام وخاص سہولت کے ساتھ یہ سمجھ سکیں کہ ہمارا یہ سفر سفر قصر ہوا یا نہیں اور تیز رو سواریوں میں بڑی ہوں یا بحری جو سفر کیا ہے اُس کا اِس مقرر بحساب ایام سے موازنہ کر سکیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

حضرت والا دامت برکاتہم۔

(۱) وتر ہو جانے میں شبہ نہیں ہاں مکروہ ہے بقول الشامی:

اما لو صلاها جماعة مع غیر ثم صلی الوتر معه لا کراهة

اور کراہت تحریم کی کوئی وجہ نہیں ظاہر اکراہت تنزیہ ہے۔

(۲) اگر فرض جماعت سے پڑھے تو خود امام ہو کر بھی اور مطلقاً ہر ایسے امام کے پیچھے بھی وتر پڑھ سکتا ہے خواہ وہ امام فرض ہو یا امام تراویح یا محض جدید۔ ہاں جس امام نے فرض بجماعت نہ پڑھے ہوں جماعت وتر اُسے مکروہ ہوگی اور اس کی کراہت سب میں سرایت کرے گی کہ جماعت وتر ہر واحد کے حق میں تفصیلاً تابع جماعت فرض ہے:

فما لمنفرد فی الفرض یتفرد فی الوتر کما بینا فی فتاوٰنا۔

(۳) کچھ نہیں سواء اس کے اگر ابھی مسجد میں جماعت تراویح ہوئی ہی نہیں تو جماعت وتر مکروہ ہے کہ جماعت وتر اجماعاً تابع جماعت تراویح ہے۔

(۴) قصر تین منزل پر ہے فقیر نے مدتوں کے تجربہ سے ثابت کیا کہ یہاں منزل ۱۹ ۱/۵ میل ہے تو مدت قصر ۵۷ ۳/۵ میل ہے جسے تقریباً ساڑھے ستاون میل کہیے میل سے یہی رائج میل ۶۰ ۷ انگز کا مراد ہے سفر بحری میں بادی کشتی کی اوسط چال بحال اعتدال ہوا مراد ہے دُخانی جہازوں کا اعتبار نہیں جیسے ریل کا مجھے ہر بار دخانی ہی جہاز میں اتفاق سیر ہوا البتہ اس دفعہ جدہ سے رابغ تک ساعیہ میں گیا تھا کہ تین دن میں پہنچی براہ خشکی چھ منزل ہے اس ایک بار کے مشاہدہ پر میں بحری سفر کے لیے میلوں کی تعیین نہیں کر سکتا خصوصاً جبکہ لوگوں کا بیان تھا کہ ہوا کم ہے ورنہ ایک دن میں پہنچتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۴:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کتب عقائد وغیرہ میں جو اثبات نبوت حضرت ابوالبشر آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ادلہ میں حدیث کا بھی حوالہ دیتے ہیں وہ حدیث کس نے کن الفاظ سے تخریج کی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

حضرت بابرکت دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حدیث سیدنا ابوذر علیہ الرضوان سے مسند امام احمد میں یوں ہے:

قال قلت یا (ﷺ) ای الانبیاء کان اول قال آدم قلت یا (ﷺ) ونبی کان قال نعم نبی مکلم۔

اور نوادر الاصول تصنیف امام حکیم الامۃ ترمذی کبیر میں اُن سے مرفوعاً یوں ہے:

اول الرسل آدم واٰخرھم (ﷺ) علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والسلام۔

مسئلہ ۴۵:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں۔

(۱) عوارت کو اس مکان میں جہاں محارم وغیر محارم مرد اور عورتیں ہوں جانا جائز ہے یا ناجائز۔

(۲) جس گھر میں نامحرم مرد و عورات ہیں وہاں عورت کو کسی تقریب شادی یا غمی میں برقع کے ساتھ جانا اور شریک ہونا جائز ہے یا نہیں۔

(۳) جس مکان کا مالک نامحرم ہے لیکن اس جلسہ عورات میں نہیں ہے اور اس کا سامنا بھی نہیں ہوتا ہے مگر مالک مکان کی جورو اس عورت کی محرم ہے تو اس کو وہاں جانا جائز ہے یا نہیں۔

(۴) ایسے گھر میں جس کے مالک تو نامحرم ہیں مگر اُس گھر میں کوئی عورت بھی اس عورت کی محرم نہیں ہے تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں۔

(۵) ایسے گھر میں کہ جس کا مالک نامحرم ہے مگر وہاں ایک عورت اس عورت کی محرم ہے اور جو عورت محرم ہے وہ مالک مکان کی نامحرم ہے تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں۔

(۶) ایسے گھر میں جہاں مالک تو نامحرم ہے مگر اُس گھر میں عورات اُس عورت کی محرم ہیں اور مالک جو نامحرم ہے وہ گھر میں جہاں جلسۂ عورات ہے آتا نہیں ہے تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں۔

(۷) جس گھر کا مالک تو نامحرم ہے اور گھر میں آتا نہیں اور عورات بھی اُس گھر کی نامحرم ہیں تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں۔

(۸) جس گھر کا مالک محرم ہے اور لوگ نامحرم تو جانا جائز ہے یا ناجائز۔

(۹) جس گھر میں مالک نامحرم ہے مگر دوسرے شخص محرم ہیں حالانکہ سامنا نامحرموں سے نہیں ہوتا تو اس عورت کا جانا جائز ہے یا ناجائز۔

(۱۰) جس گھر کے دو مالک ہیں ایک اُس عورت کا خاوند ہے اور دوسرا نامحرم ہے تو اُس گھر میں جانا جائز ہے یا ناجائز۔

(۱۱) جس گھر میں عام محفل ہے جہاں مذکور الصدر سب اقسام موجود ہیں اور عورات پردہ نشین و غیر پردہ نشین دونوں قسم کی موجود ہیں اور مرد بھی محارم و غیر محارم ہیں مگر یہ عورت نامحرم مرد سے چادر وغیرہ سے پردہ کیے اُن عورتوں میں بیٹھ سکتی ہے

تو ایسی حالت میں جانا جائز ہے یا ناجائز ہے۔

(۱۲) جس گھر میں ایسی تقریب ہو رہی ہے جس میں منہیات شرعیہ ہو رہے ہیں اُس میں کسی مرد یا عورت کو اس طرح جانا کہ وہ علیحدہ ایک گوشہ میں بیٹھے جہاں مواجہہ تو اُس کی شرکت میں نہیں ہے مگر آواز وغیرہ آ رہی ہے گو اس آواز وغیرہ ناجائز امور سے اُسے کچھ حظ بھی نہیں ہے اور نہ متوجہ اُس طرف ہے تو جانا جائز ہے یا نہیں۔

(۱۳) جس گھر میں مالک وغیرہ نامحرم مگر اس عورت کے ساتھ محارم عورات بھی ہیں گو اُس گھر کے لوگ اُن عورات کے نامحرم ہیں تو اس کو جانا جائز ہے یا نہیں۔

(۱۴) شقوق مذکور الصدر میں سے جو شقوق ناجائز ہیں ان میں سے کسی شق میں عورت کو شوہر کا اتباع جائز ہے یا نہیں۔

(۱۵) مرد کو اپنی بی بی کو ایسی مجالس و محافل میں شرکت سے منع کرنے اور نہ کرنے کا کیا حکم ہے اور عورت پر اتباع و عدم اتباع سے کس درجہ نافرمانی کا اطلاق اور کیا اثر ہوگا اور مرد کو شریک ہونے اور نہ ہونے کا کیا حکم ہے۔

(۱۶) جس مکان میں مجمع عورات محارم و غیر محارم کا ہو اور عورات محارم و نامحارم ایک طرف خاص پردہ میں باہم مجتمع ہوں اور مجمع مردوں کا بھی ہر قسم کے اُسی مکان میں عورات سے علیحدہ ہو لیکن آواز نامحرم مردوں کی عورات سنتی ہیں اور ایسے اپنے مکان میں مجلس وعظ یا ذکر شریف نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام منعقد ہے تو ایسے جلسہ میں اپنے محارم کو بھیجنا یا نہ بھیجنا کیا حکم ہے اور نہ بھیجنے سے کیا محظور شرعی لازم ہوتا ہے اور انعقاد ایسی مجالس کا اپنے زنانہ مکانات میں کیسا ہے اور اُس ذکر یا وعظ کو اپنے محارم یا غیر محارم کے ایسے مکان میں جانا چاہیے یا نہیں فقط بینوا توجروا۔ عنداللہ الوھاب۔

مقصود سائل عورات محارم سے وہ قرابت دار ہیں جن کے مرد فرض کرنے سے نکاح جائز نہ ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

صورجزئیہ کے عرض جواب۔ پہلے چند اصول وفوائد ملحوظ خاطر عاطر رہیں کہ یعونہ عزمجدہ تشقوق مذکورہ وغیر مذکورہ سب کا بیان مبین اور رفہم حکم کے مؤید ومعین ہوں وباللہ التوفیق۔

اوّل۔ اصل کلی یہ ہے کہ عورت کو اپنے محارم رجال خواہ نساء کے پاس اُن کے یہاں عیادت یا تعزیت یا اور کسی مندوب یا مباح دینی یا دنیوی حاجت یا صرف ملنے کے لیے جانا مطلقاً جائز ہے جبکہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو مثلاً بے ستری نہ ہو مجمع فساق نہ ہو تقریب ممنوع شرعی نہ ہو ناچ یا گانے کی محفل نہ ہو زنافواحش وبیباک کی صحبت نہ ہو چوبے شربت کے شیطانی گیت نہ ہوں سمدھنوں کی گالیاں سُننا سنانا نہ ہو نامحرم دولہا کو دیکھنا دکھانا نہ ہو۔ رنڈیے وغیرہ میں ڈھول بجانا گانا نہ ہو۔

دوم۔ اجانب کے یہاں کے مرد وزن سب اِس کے نامحرم ہوں شادی غمی زیارت عیادت ان کی کسی تقریب میں جانے کی اجازت نہیں اگرچہ شوہر کے اذن سے اگر اذن دے گا خود بھی گنہگار ہوگا سوا چند صور مفصلۂ ذیل کے اور اُن میں بھی حتی الوسع تستر وتحرز اور فتنہ ومظان فتنہ سے تحفظ فرض۔

سوم۔ کسی کے مکان سے مُراد اُس کا مکان سکونت ہے نہ مکان مالک مثلاً اجنبی کے مکان میں بھائی کرایہ پر رہتا ہے جانا جائز بھائی کے مکان میں اجنبی عاریۃً ساکن ہے جانا جائز۔

چہارم۔ محارم میں مردوں سے مُراد وہ ہیں جن سے بوجہ علاقہ جزئیت ہمیشہ ہمیشہ کو نکاح حرام کہ کسی صورت سے حلت نہیں ہوسکتی نہ بہنوئی یا پھوپا یا خالو کہ بہن پھوپی خالہ کے بعد اُن سے نکاح ممکن علاقہ جزئیت رضاع ومصاہرت کو بھی عام مگر زبان جوان خصوصًا حسینوں کو بلا ضرورت اُن سے احتراز ہی چاہیے اور برعکس رواج عوام بیاہیوں کو آربیوں سے زیادہ کہ اُن میں نہ وہ حیا ہوتی ہے نہ اتنا خوف نہ اس قدر لحاظ اور نہ ان کا وہ رعب نہ عامۂ محافظین کو اس درجہ ان کی نگہداشت اور ذوق چشیدہ کی رغبت

انسان نادان سے کہیں زائد لیس الخبر کالمعائنۃ۔ تو ان میں موانع ہلکے اور مقتضی بھاری اور اصلاح وتقویٰ پر اعتماد سخت غلط کاری مرد خود اپنے نفس پر اعتماد نہیں کر سکتا اور کرے تو جھوٹا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ـــــ نہ کہ عورت جو عقل و دین میں اس سے آدھی اور رغبت نفسانی میں سوگنی ہر مرد کے ساتھ ایک شیطان اور ہر عورت کے ساتھ دو۔ ایک آگے ایک پیچھے۔ تقبل شیطان وتدبر شیطان۔ والعیاذ باللہ العزیز الرحمٰن۔ اللھم انی اسألک العفو والعافیۃ فی الدین والدنیا والاخرۃ لی وللمؤمنین و للمؤمنات جمیعاً آمین۔

پنجم۔ محرم عورتوں سے وہ مراد کہ دونوں میں جسے مرد فرض کیجیے نکاح حرام ابدی ہو ایک جانب سے جریان کافی نہیں مثلاً ساس بہو تو باہم محرم ہی ہیں کہ اُن میں جسے مرد فرض کریں دوسرے سے بیگانہ ہے۔ سوتیلی ماں بیٹیاں بھی آپس میں محرم نہیں کہ اگرچہ بیٹی کو مرد فرض کرنے سے حرمت ابدیہ ہے کہ وہ اس کے باپ کی مدخولہ ہے مگر ماں کو مرد فرض کرنے سے محض بیگانگی کہ اب اس کے باپ کی کوئی نہیں۔

ششم۔ رہے وہ مواضع جو محارم و اجانب کسی کے مکان میں نہیں اگر وہاں تنہائی و خلوت ہے تو شوہر یا محرم کے ساتھ جانا ایسا ہی ہے جیسے اپنے مکان میں شوہر و محارم کے ساتھ رہنا اور مکان قید و حفاظت ہے کہ ستر و تحفظ پر اطمینان حاصل اور اندیشہائے فتنہ یکسر زائل تو یوں بھی حرج نہیں، اس قید کے بعد استثناء ایک روزہ راہ کی حاجت نہیں کہ بے معیت شوہر یا مرد محرم عاقل بالغ قابل اعتماد حرام ہے اگرچہ محل خالی کی حرف وجہ یہ کہ عورت کا تنہا مقام دور کو جانا اندیشۂ فتنہ سے عاری نہیں تو وہی قید اس کے اخراج کو کافی اور اگر مجمع محل جلوت ہے تو بے حاجت شرعی اجازت نہیں خصوصاً جہاں فضولیات و بطالات و خطبات و جہالات کا جلسہ ہو جیسے سیر، تماشے۔ باجے، تاشے ندیوں کے پن گھٹ ناؤ چڑھانے کے جھمگٹ بے نظیر کے میلے پھول والوں کے پھیلے نوچندی کی بلائیں مصنوعی کربلائیں علم تعزیوں کے کاوے، تخت جریدوں کے دھاوے حسین آباد کے جلوسے، عباسی درگاہ کے بلوسے ایسے مواقع مردوں کے جانے کے بھی نہیں نہ کہ یہ

نازک شیشیاں جنہیں صحیح حدیث میں ارشاد ہوا رویدک الخشبۃ رفقا بالقوارر اور محل حاجت میں جبر کی صورتیں مذکور رہوں گی بشرط تستر و تحفظ و تحرز فتنہ اجازت یکروزہ راہ بلکہ نزد تحقیق مناط اس سے کم میں بھی محافظ مذکور کی حاجت۔

ہفتم۔ یہ اور وہ یعنی مکان غیر و غیر مکان میں جانا بشرائط مذکورہ جائز ہونے کی نو صورتیں ہیں۔ قابلہ۔ غاسلہ۔ نازلہ۔ مریضہ۔ مضطرہ۔ حاجہ۔ مجاہدہ۔ مسافرہ۔ کاسبہ۔

قابلہ۔ یہ کہ کسی عورت کو دردزہ ہو یہ دائی ہے۔

غاسلہ۔ جب کوئی عورت مرے یہ نہلانے والی ہے ان دونوں صورتوں میں اگر شوہر دار ہے تو اذن شوہر ضرور جبکہ مہر معجل نہ ہو یا تھا تو پا چکی۔

نازلہ۔ جب اُسے کسی مسئلہ کی ضرورت پیش آئے اور خود عالم کے یہاں جائے بغیر کام نہیں نکل سکتا۔

مریضہ۔ کہ طبیب کو بُلا نہیں سکتی نبض کو دکھانے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح زچہ و مریضہ کا علاجاً حمام کو جانا جبکہ وہاں کسی طرف سے کشف عورت اور بند مکان ہیں گرم پانی سے گھر میں نہانا کفایت نہ ہو۔

مضطرہ۔ کہ مکان میں آگ لگی یا گرا پڑتا ہے یا چور گھس آئے یا درندہ آتا ہے غرض ایسی کوئی حالت واقع ہوئی کہ حفظ دین یا ناموس یا جان کے لیے گھر چھوڑ کر کسی جائے امن و امان میں جائے بغیر چارہ نہیں اور عضو شق نفس اور مال اُس کا شقیق ہے۔

حاجہ۔ ظاہر ہے اور زائرہ اُس میں داخل کہ زیارت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تتمۂ حج بلکہ متمۂ حج ہے۔

مجاہدہ۔ جب عیاذاً باللہ عیاذاً باللہ اسلام کو حاجت اور بحکم امام نفیر عام کی نوبت ہو فرض ہے کہ ہر غلام بے اذن مولے ہر پسر بے اذن والدین ہر پردہ نشین بے اذن شوہر جہاد کو نکلے جبکہ استطاعت جہاد و سلاح زاد ہو۔

مسافرہ۔ جو عورت سفر جائز کو جائے مثلاً والدین مدت سفر پر ہیں یا شوہر نے کہ دور نوکر ہے اپنے پاس بُلایا اور محرم ساتھ ہے تو منزلوں پر سرا وغیرہ میں

اُترنے سے چارہ نہیں۔

کاسبہ۔ عورت بے شوہر ہے یا شوہر بے جوہر کہ خبر گیری نہیں کرتا نہ اپنے پاس کچھ کہ دن کاٹے نہ اقارب کو توفیق یا استطاعت نہ بیت المال منتظم نہ گھر بیٹھے دستکاری پر قدرت نہ محارم کے یہاں ذریعۂ خدمت نہ بحال بے شوہری کسی کو اس سے نکاح کی رغبت تو جائز ہے کہ بشرط تحفظ و تحرز اجانب کے یہاں جائز وسیلہ رزق پیدا کرے جس میں کسی مرد سے خلوت نہ ہو حتی الامکان وہاں ایسا کام لے جو اپنے گھر آکر کرے جیسے سینا پینا ورنہ اُس گھر میں نوکری کرے جس میں صرف عورتیں ہوں یا نابالغ بچے ورنہ جہاں کامرد متقی پرہیزگار ہو اور ساٹھ ستر برس کی پیرزال بدشکل کریہہ المنظر کو خلوت میں بھی مضائقہ نہیں۔

تنبیہ۔ ان کے سوا تین صورتیں اور بھی ہیں شاہدہ۔ طالبہ۔ مطلوبہ۔

شاہدہ۔ وہ جس کے پاس کسی حق اللہ مثل رویت ہلال رمضان و سماع طلاق و عتق وغیرہ میں شہادت ہو اور ثبوت اس کی گواہی و حاضری دار القضا پر موقوف خواہ بشرط مذکور کسی حق العبد مثل عتق غلام و نکاح و معاملات مالیہ کی گواہی اور مدعی اس سے طالب اور قاضی عادل اور قبول معمول اور دن کے دن گواہی دے کر واپس آسکے۔

طالبہ۔ جب اس کا کسی پر حق آتا ہو اور بے جائے دعویٰ نہیں ہو سکتا۔

مطلوبہ۔ جب اس پر کسی نے غلط دعویٰ کیا اور جواب دہی میں جانا ضرور۔ یہ صورتیں بھی علماء نے شمار فرمائیں۔ مگر بحمد اللہ تعالیٰ پردہ نشینوں کو ان کی حاجت نہیں کہ ان کی طرف سے وکالت مقبول اور حاکم شرع کا خود آکر نائب بھیج کر ان سے شہادت لینا معمول یہ بیان کافی وصافی بحمد اللہ تعالیٰ تمام صور کو حاوی و وافی بعونہ تعالیٰ اب جواب جزئیات ملاحظہ ہوں۔

جواب (۱)۔ وہ مکان محارم ہے یا مکان غیر یا غیر مکان اور وہاں جانے کی طرف حاجت شرعیہ داعی یا نہیں سب صور کا مفصل بیان مع شرائط و مستثنیات گزرا۔

جواب (۲)۔ اگر یہ مُراد کہ نامحرم بھی ہیں تو وہی سوال اول ہے اور اگر یہ مقصود کہ

نامحرم ہی ہیں تو جواب ناجائز مگر بصورت استثناء۔

جواب (۱) زن محرم کے یہاں اس کی زیارت عیادت، تعزیت کسی شرعی حاجت کے لیے جانا بشرائط مذکورۂ اصل اول جائز مگر کتب معتمدہ مثل مجموع النوازل وخلاصہ وفتح القدیر وبحر الرائق واشباہ وغمز العیون وطریقۂ محمدیہ ودر مختار وابوالسعود وشرنبلالیہ وہندیہ وغیرہ میں ظاہر کلمات ائمہ کرام شادیوں میں جانے سے مطلقاً ممانعت ہے اگرچہ محارم کے یہاں علامہ احمد طحطاوی نے اسی پر جزم اور علامہ مصطفےٰ رحمتی وعلامہ محمد شامی نے اسی کا استظہار کیا اور یہی مقتضی ہے حدیث عبداللہ بن عمرو وحدیث خولہ بنت النعمان وحدیث عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا فلتنظر نفس ما ذا تری۔ اور اگر شادیاں ان فواحش ومنکرات پر مشتمل ہوں جن کی طرف ہم نے اصل اول میں اشارہ کیا تو منع یقینی ہے اور شوہر دار کو تو شوہر بہر حال اس سے روک سکتا ہے جبکہ مہر معجل سے کچھ باقی نہ ہو۔

جواب (۴) نہ مگر باستثناء مذکور۔

جواب (۵) وہ مکان اگر اُس زن محرم کا مسکن ہے تو اُس کے پاس جانا تفصیل مذکور جواب سوم پر ہے ورنہ یوں کہ نامحرموں کے یہاں دو بہنیں جائیں کہ وہاں ہر ایک دوسرے کی محرم ہوگی اجازت نہیں کہ ممنوع وممنوع مل کر نا ممنوع نہ ہوں گے۔

جواب (۶) اگر وہ مکان اُن زنان محارم کا ہے تو جواب جواب سوم ہے کہ گزرا ورنہ جواب ہفتم کہ آتا ہے۔

جواب (۷) اللھم انی اعوذبک من الفتن والآفات وعوار العورات۔

یہ مسئلہ مکان اجانب میں زنان اجنبیہ کے پاس عورتوں کے جانے کا ہے علماء کرام نے مواضع استثناء ذکر کرکے فرمایا الا فیما عدا ذلک وان اذن کانوا عاصیین۔ نہ ان کے ماورا ہیں اور اگر شوہر اذن دے تو وہ بھی گنہگار اس نفی کا عموم سب کو شامل پھر اُن مواضع میں ماں کے پاس جانا بھی شمار فرمایا اور دیگر محارم کے پاس بھی اور اس کی مثال خانیہ وغیرہا میں خالہ وعمہ وخواہر سے دی۔ نیز علمانے قابلہ وغاسلہ کا استثناء کیا اور پھر ظاہر کہ وہ نہ جائیں گی مگر عورات کے پاس اگر زنان اجنبیہ کے پاس

جانا مواضع استثناء سے مخصوص نہ ہونا استثناء میں مادر و خالہ و خواہر و عمہ و قابلہ وغاسلہ کے ذکر کے کوئی معنے نہ تھے۔ احادیث ثلثہ مشارالیہا میں ارشاد ہوا عورتوں کے اجتماع میں خیر نہیں حدیثیں اولین میں اس کی علت فرمائی کہ وہ جب اکھٹی ہوتی ہیں بیہودہ باتیں کرتی ہیں حدیث ثالث میں فرمایا ان کے جمع ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے صیقل گرنے لوہا تپایا جب آگ ہو گیا کوٹنا شروع کیا جس چیز پر اُس کا پھول پڑا جلادی۔ رواھن جمیعاً الطبرانی فی الکبیر۔ عورتیں کہ بوجہ نقصان عقل و دین سنگدل اور امر حق سے کم منفعل ہیں ولذا لم یکمل منھن الا قلیل۔ لوہے سے تشبیہ دی گئی اور نار شہوات و خلاعات کہ ان میں رجال سے حصہ زائد مشتعل لوہار کی بھٹی اور انکا محلے بالطبع ہو کر اجتماع لوہے اور ہتوڑے کی صحبت۔ اب جو چنگاریاں اُڑیں گی دین ناموس حیا غیرت جس پر پڑیں گی صاف پھوک دیں گی سلمے پارسا ہے ہاں پارسا ہے و بارک اللہ مگر جان برادر کیا پارسائیں معصوم ہوتی ہیں کیا صحبت بد میں اثر نہیں جب قیمتوں سے جدا خود سر و آزاد ایک مکان میں جمع اور قیمتوں کے آنے دیکھنے سے بھی اطمینان حاصل ۔ فانما خلقت من ضلع اعوج ۔ کج سے بنی کج ہی چلے گی آپ نادان ہے تو شدہ شدہ سیکھ کر رنگ بدلے گی جسے تشقیف زنان کی پروا نہیں یا حالات زمان سے آگاہ نہیں اول ظالم کا تو نام نہ لیجئے اور ثانی صالح سے گزارش کیجئے ع

معذورداریمت کہ تو اورا ندیدہ

مجمع زنان کی شناعات وہ ہیں کہ لا ینبغی ان تذکر فضلاً تسطر جسے ان نازک شیشیوں کو صدمے سے بچانا ہو تو راہ یہی ہے کہ شیشیاں شیشیاں بھی بے حاجت شرعیہ نہ ملنے پائیں کہ آپس میں مل کر بھی ٹھیس کھا جاتی ہیں حاجات شرعیہ وہی جو علمائے کرام نے استثناء فرمادیں غرض احادیث مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہلکا نہیں کہ اجتماع نساء میں خیر و اصلاح نہیں آئندہ اختیار بدست مختار۔

جواب (۸ و ۹) ان دونوں سوالوں کا جواب بعد ملاحظہ اصل سوم و جوابات سابقہ ظاہر کہ بعد اسقاط اعتبار ملک و لحاظ سکونت بیان سے جدا کوئی صورت نہیں۔

جواب (۱۰) ملک کا حال وہی ہے جو اوپر گزرا اور شوہر کے پاس جانا مطلقاً جائز بلکہ ستر حاصل اور تحفظ کامل اور ہر گونہ اندیشۂ فتنہ زائل اور موقع غیر موقع ممنوع و باطل ہو اور شوہر جس مکان میں رہے اگرچہ ملک مشترک بلکہ غیر کی ملک ہو اُس کے پاس رہنے کی بھی بشرائط معلومہ مطلقاً اجازت بلکہ جب نہ مہر معجل کا تقاضا نہ مکان مغصوب وغیرہ ہونے کے باعث دین یا جان کا ضرر ہو اور شوہر شرائط سکنائے واجبہ مذکورۂ فقہ بجا لایا ہو تو واجب انہیں شرائط سے واضح ہوگا کہ مسکن میں اوروں کی شرکت سکونت کہاں تک تحمل کی جا سکتی ہے۔ اتنا ضروری ہے کہ عورت کو ضرر دینا بنص قطعی قرآن عظیم حرام ہے اور شک نہیں کہ اجنبی مرد تو وہیں سوت کی شرکت بھی ضرر رساں اور جہاں ساس نند دیور انی جٹھانی سے ہو تو اُن سے بھی جُدا رکھنا حق زناں والتفصیل فی ردالمحتار۔

جواب (۱۱) یہ تقریباً وہی سوال ہے محارم کے یہاں بشرائط جائز۔ جواب سوم بھی ملحوظ رہے ورنہ خدا کے گھر یعنی مساجد سے بہتر عام محفل کہاں ہوگی اور ستر بھی کیسا کہ مردوں کی ادھر ایسی پیٹھ کہ مُنہ نہیں کر سکتے اور اُنہیں حکم کہ بعد سلام جب تک عورتیں نہ نکل جائیں نہ اُٹھو مگر علماء نے اولا کچھ تخصیصیں کیں جب زمانہ زیادہ فتن کا آیا مطلقاً ناجائز فرما دیا۔

جواب (۱۲)۔ اگر جانے کہ میں اِس حالت میں جانے سے انکار کروں تو انہیں منہیات کا چھوڑنا پڑے گا تو جب تک ترک نہ کریں جانا ناجائز اور جانے کہ میں جاؤں تو میرے سامنے منہیات نہ کر سکیں گے تو جانا واجب جبکہ خود اس جانے میں منکر کا ارتکاب نہ ہو اور اگر نہ یہ نہ وہ تو محل عار و طعن و بدگوئی و بدگمانی سے احتراز لازم خصوصاً مقتدا کو ورنہ بشرائط معلومہ جبکہ حالت حالت مذکورہ سوال ہو کہ اسے نہ حظ نہ توجہ اگرچہ تحریم نہیں مگر حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو شہنا کی آواز سُن کر کانوں میں انگلیاں دیں اور یہی فعل حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نقل کیا اُس سے احتراز کی طرف داعی خصوصاً نازک دل عورتوں کے لیے حدیث الخشبۃ ابھی گزری اور اصلاح پر اعتماد نری غلطی ع

بسا کین آفت از آواز خیزد - ع

حسن بلائے چشم ہے نغمہ و بال گوش ہے

جواب (۱۳) جواب پنجم ملاحظہ ہو عورت کا عورت کے ساتھ ہونا زیادت عورت ہے نہ حفاظت کی صورت سونے پر سونا جتنا بڑھاتے جائیے محافظ کی ضرورت ہوگی نہ کہ ایک توڑا دوسرے کی نگہداشت کرے۔

جواب (۱۴) گناہ میں کسی کا اتباع نہیں ہاں وہ صورتیں جہاں منع صرف حق شوہر کے لیے ہے جیسے مہر معجل نہ رکھنے والی کا ہفتے کے اندر والدین یا سال کے اندر دیگر محارم کے یہاں جانا وہاں شب باش ہونا یہ اجازت شوہر سے جائز ہو جائے گا والا لا۔

جواب (۱۵) الرجال قوامون علی النساء۔ مرد کو لازم ہے کہ اپنی اہل کو حتی المقدور مناہی سے روکے یا یھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا۔ عورت بحال نافرمانی دوہری گنہگار ہوگی ایک گناہ شرع دوسرے گناہ نافرمانی شوہر اس سے زیادہ اثر جو عوام میں مشتہر کہ بے اذن جائے تو نکاح سے جائے غلط اور باطل مگر جبکہ شوہر نے ایسے جانے پر طلاق بائن معلق کی ہو مرد مجلس خالی عن المنکرات میں شریک ہو سکتا ہے اور نہی عن المنکر کے لیے مجالس منکرہ میں بھی جانا ممکن جبکہ مثیر فتنہ نہ ہو۔ والفتنۃ اکبر من القتل۔ مگر تجسس واتباع عورات و دخول دار غیر بے اذن کی اجازت نہیں۔

جواب (۱۶) عورتوں کے لیے محرم عورت کے معنے اصل پنجم میں گزرے اور نہ بھیجنے میں اصلا محذور شرعی نہیں اگرچہ مجلس محارم زن کے یہاں ہو بلکہ اگر وعظ اکثر واعظان زمانہ کی طرح کہ جاہل و ناعاقل و بیباک و ناقابل ہوتے ہیں مبلغ علم کچھ اشعار خوانی یا بے سر و پا کہانی یا تفسیر مصنوع یا تحدیث موضوع نہ عقائد کا پاس نہ مسائل کا احتفاظ نہ خدا سے شرم نہ رسول کا لحاظ غایت مقصود پسند عوام اور نہایت مراد جمع حطام یا ذاکر ایسے ہی ذاکرین غافلین مبطلین جاہلین سے کہ رسائل پڑھیں تو جہاں مغرور کے اشعار گائیں تو شعرائے بے شعور کے انبیاء کی توہین خدا پر اتہام اور نعت و منقبت کا نام بدنام جب تو جانا بھی گناہ بھیجنا بھی حرام اور اپنے یہاں انعقاد مجمع آثام آج کل اکثر مواعظ و مجالس عوام کا یہی حال

پُر ملال فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

اسی طرح اگر عادت نساء سے معلوم یا مظنون کہ بنام مجلس وعظ و ذکر اقدس جائیں اور سنیں نہ سنائیں بلکہ عین وقت ذکر اپنی کچریاں پکائیں جیسا کہ غالب احوال زنان زماں تو بھی ممانعت ہی سبیل ہے کہ اب یہ جانا اگرچہ بنام خیر ہے مگر مروجہ غیر ہے ذکر و تذکیر کے وقت لغو و لفظ شرعاً ممنوع و غلط اور اگر ان سب مفاسد سے خالی ہو اور وہ قلیل و نادر ہے تو محارم کے یہاں بشرائط معلومہ بھیجنے میں حرج نہیں اور غیر محارم یعنی مکان غیر یا غیر مکان میں بھیجنا اگر کسی طرح احتمال فتنہ یا منکر کا مظنہ یا وعظ و ذکر سے پہلے پہنچ کر اپنی مجلس جمانا یا بعد ختم اُسی مجمع زنان کا رنگ منانا ہو تو بھی نہ بھیجے کہ منکر و نامنکر مل کر منکر اور بلحاظ تقریر جواب سوم و ہفتم یہ شرائط عام تر اور اگر فرض کیجیے کہ واعظ و ذاکر عالم سُنی متدین ماہر اور عورتیں جا کر حسب آداب شرع بحضور قلب سمع میں مشغول رہیں اور حال مجلس سابق و لاحق و ذہاب و ایاب جملہ اوقات میں جمیع منکرات و شنائع مالوفہ و غیر مالوفہ معروفہ و غیر معروفہ سب سے تحفظ تام و تحرز تمام اطمینان کافی وافی ہو اور سبحان اللہ کہاں تحرز اور کہاں اطمینان تو محارم کے یہاں بھیجنے میں اصلا حرج نہیں ہے اجانب فہذا مما استخیر اللہ تعالیٰ فیہ وجیز کردی میں فرمایا عورت کا وعظ سننے کو جانا لاباس بہ ہے جس کا حاصل کراہت تنزیہی امام فخر الاسلام نے فرمایا وعظ کی طرف عورت کا خروج مطلقاً مکروہ جس کا اطلاق مفید کراہت تحریمی اور انصاف کیجیے تو عورت کا ستر کامل و حفظ شامل اپنے گھر کے پاس کی مسجد صلحا میں محارم کے ساتھ تکبیر کے وقت جا کر نماز میں شریک ہونا اور سلام ہوتے ہی دو قدم رکھ کر گھر میں ہو جانا ہرگز فتنہ کی گنجائشوں توسیعوں کا ویسا احتمال نہیں رکھتا جیسا غیر محلہ غیر جگہ بے معیت محرم مکان اجانب و احاطہ مفبوضہ اباعد میں جا کر مجمع ناقصات العقل والدین کے ساتھ مخلے بالطبع ہونا پھر اُسے علما نے بلحاظ زماں مطلقا منع فرما دیا یا آنکہ صحیح حدیثوں میں اُس سے ممانعت کی ممانعت موجود اور حاضری عیدین پر تو یہاں تک تاکید اکید کہ حیض والیاں بھی نکلیں اگر چادر نہ رکھتی ہوں دوسری اپنی چادروں میں شریک کر لیں مصلے سے الگ بیٹھی خیر و دعا مسلمین کی برکت لیں تو بہ صورت

اولی بالمنع ہے شرع مطہر فقط فتنہ ہی سے منع نہیں فرماتی بلکہ کلیتہ اُس کا سدباب کرتی اور حیلہ و وسیلہ شر کے یکسر پر کترتی ہے غیروں کے گھر تو غیروں کے گھر جہاں نہ اپنا قابو نہ اپنا گزر۔ حدیث میں تو اپنے مکانوں کی نسبت آیا لاتسکنوھن الغرف۔ عورتوں کو بالاخانوں پر نہ رکھو یہ وہی طائر نگاہ کے پر کترتے ہیں شرع مطہر نہیں فرماتی کہ تم خاص لیلے و سلمے پر بدگمانی کرو یہ خاص زید و عمرو کے مکانوں کو مظنۂ فتنہ کہو یا خاص کسی جماعت زنان کو مجمع نابایستنی بتاؤ مگر ساتھ ہی یہ بھی فرماتی ہے کہ ان من الحزم سوء الظن ؎

نگہ دارد آں شوخ در کیسۂ در
کہ داند ہمہ خلق را کیسہ بُر

صالح و طالح کسی کے منہ پر نہیں لکھا ہوتا ظاہر ہزار جگہ خصوصاً اس زمن فتن میں باطن کے خلاف ہوتا ہے اور مطابق ہو تو صالحین و صالحات معصوم نہیں اور علم باطن و ادراک غیب کی طرف راہ کہاں اور سب سے درگزرے تو آج کل عامۂ خاص خصوصاً نساء میں بڑا ہیجان ہوئی جوڑ لینا طوفان لگا دینا ہے کاجل کی کوٹھری کے پاس ہی کیوں جائے کہ دھبا کھائے لاجرم سبیل یہی ہے کہ بالکل دریا جلا دیا جائے ع

دوسرا ہی بہم نہیں رکھتے جسے سودا ہو ساماں کا

شرع مطہر حکیم ہے اور مومنین اور مومنات پر رؤف و رحیم اس کی عادت کریمہ ہے کہ ایسے مواضع احتیاط میں مابہ بائن کے اندیشہ سے مالا باس بہ کو منع فرماتی ہے جب شراب حرام فرمائی اُس صورت کے برتنوں میں نبیذ ڈالنی منع فرمادی جن میں شراب اٹھایا کرتے تھے زید کہے بارہا ایسے مجامع ہوتے ہیں کبھی فتنہ نہ ہوا جان برادر علاج واقعہ کیا بعد الوقوع چاہیے۔ ما کل مرۃ تسلم الجرۃ۔ ع

ہر بار سبوز چاہ سالم نرسد

اکل و شرب وغیرہما کی صدہا صورتوں میں اطبا لکھتے ہیں یہ مضر ہے اور لوگ ہزار بار کرتے ہیں طبیعت کی قوت ضد کی مقاومت تقدیر کی مساعدت کہ ضرر نہیں ہوتا اس سے اُس کا بے غائلہ ہونا سمجھا جائے گا۔ خدا پناہ دے بُری گھڑی کہہ کر نہیں آتی اجنبیوں

سے علما کا ایجاب حجاب آخر اسی سد فتنہ کے لیے ہے پھر چند توفیق رفیق بندوں کے چچا ماموں، خالہ، پھوپی کے بیٹوں کنبے بھر کے رشتہ داروں کے سامنے ہونے کا کیسا رواج ہے اور اللہ بچاتا ہے فتنہ نہیں ہوتا اس سے بدتر عام خدا ترس ہندیوں کے وہ بدلحاظی کے لباس آدھے سر کے بال اور کلائیاں اور کچھ حصہ گلو و شکم و ساق کا کھلا رہنا تو کسی گنتی شمار ہی میں نہیں اور زیادہ بانکپن ہوا تو دوپٹہ شانوں پر ڈھلکا ہوا کریب یا جالی باریک یا گھاس ململ کا جس سے سب بدن چمکے اور اس حالت کے ساتھ اُن رشتہ داروں کے سامنے پھرنا بایں ہمہ وہ رؤف رحیم حفظ فرماتا ہے فتنہ نہیں ہوتا ان اعضا کا ستر کیا بعینہ واجب تھا حاشا بلکہ وہی منع و داعی و سد باب پھر اگر ہزار بار داعی نہ ہوئے تو کیا وہ حکم حکمت باطل ہو جائیں گے شرع مطہر جب مظنہ پر حکم دائر فرماتی ہے اصل علت پر اصلا مدار نہیں رکھتی وہ چاہے کبھی نہ ہو نفس مظنہ پر حکم چلے گا فقیر کے پاس تو یہ ہے۔ اور جو اس سے بہتر جانتا ہو مجھے مطلع کرے بہر حال اس قدر یقینی کہ بھیجنا محتمل اور نہ بھیجنا بالاجماع جائز و بے خلل لہذا فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کے نزدیک اسی پر عمل رہا واعظ و ذاکر وہ بشرطیکہ حسب منکر پر اطلاع پائے حسب قدرت انکار و ہدایت کرے ہر مجلس میں جا سکتا ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۴۶:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چاندی سونے کی گھڑیاں رکھنا یا سیم و زر کے چراغ میں بغرض اعمال کے فتیلہ روشن کرنا جس سے روشنی لینا کہ مقصود متعارف چراغ ہی مراد نہیں ہوتا بلکہ قوت عمل و سرعت اثر تنبیہ موکلات مقصود ہوتی ہے جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

دونوں ممنوع ہیں علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

قال العلامۃ الوانی المنہی عنہ استعمال الذھب والفضۃ اذ الاصل فی ھذا الباب قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ھذان حرامان علی امتی حل لاناثھم

وتما بین ان المراد عن قولہ حل لانا شہم مایکون حلیا لہن بقی ما عداہ
علی حرمۃ سواء استعمل بالذات او بالواسطہ اھ اقرہ الحرمۃ نوع وزید
باطلاق الاحادیث الواردۃ فی ھذا الباب اھ ابو السعود ومنہ تعلم حرمۃ
استعمال ظروف فنا جین القھوۃ والساعات من الذھب والفضۃ اھ ملخصا

علامہ شامی رد المحتار میں ان تصریحات علامہ طحطاوی کو ذکر کر کے فرماتے ہیں وھو ظاھر۔

اُسی میں ہے:

الذی کلہ فضۃ یحرم استعمالہ بای وجہ کان کما قدمناہ ویلحق بالجد
ولذا حرم ایقاد العود فی مجمرۃ الفضۃ ومثلہ بالاولی ظروف فنجان
القھوۃ والساعۃ وقدرۃ التنباک التی یوضع فیھا الماء وان کان لا یمسھا
بیدہ ولا یضمہ لانہ استعمال فیما صنعت لہ الخ۔

اور یہ غرر کہ چراغ استصباح یعنی روشنی لینے کے لیے ہوتا ہے اور یہاں اس نیت سے مستعمل نہیں تو جواز چاہیئے:

لما فی درالمختار ان ھذا اذا استعملت ابتداء فیما صنعت لہ بحسب
متعارف الناس والا کرہ اھتہ

مقبول ہے کہ اوّلاً عند التحقیق مطلق استعمال ممنوع ہے اگرچہ خلاف متعارف ہو لاطلاق الاحادیث والادلۃ کما مر۔

کٹورا پانی پینے کے لیے بنتا ہے اور رکابی کھانا کھانے کو پھر کوئی نہ کہے گا کہ چاندی سونے کے کٹورے میں پانی پینا یا اُس کی رکابی میں کھانا کھانا جائز ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

ماذکرہ فی الدار من اناطۃ الحرمۃ بالاستعمال فیما صنعت لہ عرفا فیہ نظر فانہ
یقتضی انہ لو شرب او اغتسل بانیۃ الدین او الطعام انہ لا یحرم مع ان ذلک
استعمال بلاشبھۃ داخل تحت اطلاق المتون والادلۃ الواردۃ فی ذلک الخ

ثانیاً: استصباح چراغ خانہ سے مقصود ہوتا ہے۔ یہ چراغ اُس غرض کے لیے بنتا ہی نہیں

اور جس غرض کے لیے بنتا ہے اس میں استعمال قطعاً متحقق تو استعمال فیما صنع له موجود ہے اور حکم تحریم سے مضر مقصود یہاں اگر سونے کا ملمع یا چاندی کی قلعی کرلیں تو کچھ حرج نہیں۔)

علامہ عینی فرماتے ہیں:

اما التمویہ الذی لا یخلص فلا یاس بہ بالاجماع لانہ ستہلک فلا عبرۃ ببقائہ لونا انتہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والماب۔

مسئلہ ۴۷:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر بلاد ہند میں یہ رسم ہے کہ میت کے روز وفات سے اُس کے اعزہ واقارب واحباب کی عورات اُس کے یہاں جمع ہوتی ہیں اُس اہتمام کے ساتھ جو شادی میں کیا جاتا ہے پھر کچھ دوسرے دن اکثر تیسرے دن واپس آتی ہیں بعض چالیسویں تک بیٹھتی ہیں، اس مدت اقامت میں عورات کے کھانے پینے پان چھالیاں کا اہتمام اہل میت کرتے ہیں جس کے باعث ایک صرف کثیر کے۔ یہ بار ہوتے ہیں اگر اُس وقت اُن کا ہاتھ خالی ہو تو قرض لیتے ہیں یوں نہ ملے تو سودی نکلواتے ہیں اگر نہ کریں تو مطعون و بدنام ہوتے ہیں یہ شرعاً جائز ہے یا کیا۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

سبحان اللہ اے مسلمان یہ پوچھتا ہے یا کیا یوں پوچھ کہ یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید گناہوں سخت وشنیع خرابیوں پر مشتمل ہے۔

اولاً: یہ دعوت خود ناجائز و بدعت شنیعہ وقبیحہ ہے امام احمد اپنے مسند اور ابن ماجہ سنن میں بہ سند صحیح حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

کنا نعد الاجتماع الی اھل المیت وصنعھم الطعام من النیاحۃ

ہم گروہ صحابہ اہل میت کے یہاں جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرانے کو مُردے کی نیاحت سے شمار کرتے تھے جس کی حرمت پر متواتر حدیثیں ناطق امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

یکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اھل المیت لانہ شرع فی السرور

لانہ شرع فی السرور وھی بدعۃ مستقبحۃ

اہل میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنا منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں اور یہ بدعت شنیعہ ہے اسی طرح علامہ شرنبالالی نے مراقی الفلاح میں فرمایا:

ولقد یکرہ الضیافۃ من اھل المیت لانہا شرعت فی السرور والی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ

فتاوی خلاصہ فتاوی سراجیہ وفتاوی ظہیریہ وفتاوی تاتارخانیہ اور ظہیریہ سے خزانۃ المفتین کتاب الکراہیہ اور تاتارخانیہ سے فتاوی ہندیہ میں بالفاظ متقاربہ ہے:

والفظ للسراجیۃ لایباح اتخاذ الضیافۃ عند ثلثۃ ایام فی المصیبۃ اھ زاد فی الخلاصۃ لان الضیافۃ یتخذ عند السرور۔

غمی میں یہ تیسرے دن کی دعوت جائز نہیں کہ دعوت تو خوشی میں ہوتی ہے۔ فتاوی امام قاضی خان کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے:

یکرہ اتخاذ الضیافۃ فی ایام المصیبۃ لانہا ایام تاسف فلا یلیق بہا ما یکون للسرور

غمی میں ضیافت ممنوع ہے کہ یہ افسوس کے دن ہیں تو جو خوشی میں ہوتا ہے ان کے لائق نہیں تبیین الحقائق امام زیلعی میں ہے:

لا باس بالجلوس للمصیبۃ الی ثلث من غیر ارتکاب محظور من فرش البسط والاطعمۃ من اھل المیت

مصیبت کے لیے تین دن بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں جبکہ کسی امر ممنوع کا ارتکاب نہ کیا جائے جیسے مکلف فرش بچھانے اور میت والوں کی طرف سے کھانے۔ امام بزازی وجیز میں فرماتے ہیں:

یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع۔

یعنی میت کے پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانے تیار کرائے جاتے ہیں سب مکروہ وممنوع ہیں۔ علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

اطال ذلک فی المعراج وقال ھذہ الافعال کلہا للسمعۃ والریاء فیحترز عنہا۔

یعنی معراج الدرایہ شرح ہدایہ نے اس مسئلہ میں بہت کلام طویل کیا اور فرمایا کہ یہ سب ناموری اور دکھاوے کے کام ہیں ان سے احتراز کیا جائے۔ جامع الرموز آخر الکراہیۃ میں ہے:

یکرہ الجلوس لمصیبۃ ثلثۃ ایام او اقل فی المسجد ویکرہ اتخاذ الضیافۃ فی ھذہ الایام وکذا اکلھا کما فی خیرۃ الفتاوی۔

یعنی تین دن یا کم تعزیت لینے کے لیے مسجد میں بیٹھنا منع ہے اور ان دنوں میں ضیافت بھی ممنوع اور اس کا کھانا بھی منع جیسا کہ خیرۃ الفتاوی میں تصریح کی فتاوی القروی اور واقعات المفتیین میں ہے:

یکرہ اتخاذ الضیافۃ ثلثۃ ایام واکلھا لانھا مشروعۃ للسرور۔

تین دن ضیافت اور اس کا کھانا مکروہ ہے کہ دعوت تو خوشی میں مشروع ہوتی ہے۔

کشف العظایں ہے:

ضیافت نمودن اہل میت اہل تعزیت را و پختن طعام برائے آنہا مکروہ است باتفاق روایات چہ ایشاں را بسبب اشتغال بمصیبت استعداد وتہیہ آں دشوار است۔

اسی میں ہے:

پس آنچہ متعارف شدہ از پختن اہل مصیبت طعام را در سوم وقسمت نمودن آں میان اہل تعزیت واقران غیر مباح ونامشروع است وتصریح کردہ بداں در خزانۃ چہ شریعت ضیافت نزد سرور ست نہ نزد شرور وہو المشہور عند الجمہور۔

ثانیاً۔ غالباً ورثہ میں کوئی یتیم یا اور بچہ نابالغ ہوتا ہے یا بعض ورثاء موجود نہیں ہوتے نہ اُن سے اس کا اذن لیا جاتا ہے جب تو یہ امر سخت حرام شدید پر متضمن ہوتا ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان الذین یاکلون اموال الیتٰمی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا۔ بیشک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق کھاتے

ظلماً انما یأکلون فی بطونھم	ہیں بلاشبہ وہ اپنے پیٹ میں انگارے
نارا وسیصلون سعیرا ہ	بھرتے ہیں اور قریب ہے کہ جہنم کے
	گہراؤ میں جائیں گے۔

مال غیر میں بے اذن غیر تصرف خود نا جائز ہے قال اللہ تعالیٰ لاتأکلوا اموالکم بینکم بالباطل۔ خصوصاً نابالغ کا مال تلف کرنا جس کا اختیار نہ خود اُسے نہ اُس کے باپ نہ اُس کے وصی کو لان الولایۃ للنظر لا للضرر۔ علی الخصوص اگر اُن میں کوئی یتیم ہوا تو آفت سخت تر ہے والعیاذ باللہ رب العالمین۔ ہاں اگر محتاجوں کے دینے کو کھانا پکوائیں تو حرج نہیں بلکہ خوب ہے بشرطیکہ یہ کوئی عاقل بالغ اپنے مال خاص سے کرلے یا ترکہ سے کریں تو سب وارث موجود بالغ و نابالغ راضی ہوں۔

خانیہ و بزازیہ و تنار خانیہ و ہندیہ میں ہے:

والفظ لھا تین ان اتخذ طعاماً للفقراء کان حسنا اذا کانت الورثۃ بالغین فان کان فی الورثۃ صغیر لم یتخذوا ذلک من التترکۃ۔

نیز فتاوی قاضی خان میں ہے:

ان اتخذ ولی المیت طعاما للفقراء کان حسنا الا ان یکون فی الورثۃ صغیر فلا یتخذ من التترکۃ۔

ثالثاً۔ یہ عورتیں کہ جمع ہوتی ہیں افعال منکرہ کرتی ہیں مثلاً چلا کر رونا پیٹنا بناوٹ سے منہ ڈھانکنا الی غیر ذلک اور یہ سب نیاحت ہے اور نیاحت حرام ہے ایسے مجمع کے لیے میت کے عزیزوں دوستوں کو بھی جائز نہیں کہ کھانا بھیجیں کہ گناہ کی امداد ہوگی قال اللہ تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ نہ کہ اہل میت کا اہتمام طعام کرنا کہ سرے سے ناجائز ہے تو اس مجمع ناجائز کے لیے ناجائز تر ہوگا۔

کشف الغطا میں ہے:

ساختن طعام در دوز ثانی و ثالث برائے اہل میت اگر نوحہ گراں جمع باشند مکروہ ست زیرا کہ اعانت ست ایشانرا بر گناہ۔

رابعاً۔ اکثر لوگوں کو اس رسم شنیع کے باعث اپنی طاقت سے زیادہ تکلیف کرنی پڑتی ہے یہاں تک کہ میت کے بیچارے اپنے غم کو بھول کر اس آفت میں مبتلا ہوتے ہیں کہ اس میلہ کے لیے کھانا پان چھالیاں کہاں سے لائیں اور بارہا ضرورت قرض لینے کی پڑتی ہے ایسا تکلف شرع کو کسی امر مباح کے لیے بھی زنہار پسند نہیں نہ کہ ایک رسم ممنوع کے لیے پھر اس کے باعث جو دقتیں پڑتی ہیں خود ظاہر ہیں پھر اگر قرض سودی ملا تو حرام خالص ہو گیا اور معاذ اللہ لعنت الٰہی سے پورا حصہ ملا کہ بے ضرورت شرعیہ سود دینا بھی سود لینے کے مثل باعث لعنت ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں فرمایا غرض اس رسم کی شناعت و ممانعت میں شک نہیں اللہ عزوجل مسلمانوں کو توفیق بخشے کہ قطعاً ایسی رسوم شنیعہ جن سے اُن کے دین و دنیا کا ضرر ہے ترک کر دیں اور طعن بیہودہ کا لحاظ نہ کریں واللہ الہادی۔

تنبیہ: اگرچہ صرف ایک دن یعنی پہلے ہی روز عزیزوں ہمسایوں کو مسنون ہے کہ اہل میت کے لیے اتنا کھانا پکوا کر بھیجیں جسے وہ دو وقت کھا سکیں اور باصرار انہیں کھلائیں مگر یہ کھانا صرف اہل میت ہی کے قابل ہونا سنت ہے اس میلے کے لیے بھیجنے کا ہرگز حکم نہیں اور ان کے لیے بھی فقط روز اول کا حکم ہے آگے نہیں۔

کشف الغطا میں ہے:

مستحب ست خویشاں و ہمسایہ ہائے میت را کہ اطعام کنند طعام را برائے اہل وے کہ سیر کنند ایشانرا ایک شبانہ روز و الحاح کنند تا بخورند و در خوردن غیر اہل میت ایں طعام را مشہور آنست کہ مکروہ ست اھ ملخصا

عالمگیری میں ہے:

حمل الطعام الی صاحب المصیبۃ والاکل معہم فی الیوم الاول جائز لتوغلم بالجھاز و بعدہ یکرہ۔ کذا فی التتارخانیہ۔

تنبیہ:

قد رأینا لک تظافر النقول و انما الواجب اتباع المنقول وان لم یظھر وجھہ

للعقول کما صرح به العلماء الفحول فکیف اذا کان هو المعقول ولا عبرة بالبحث مع نص ثبت فکیف مع النصوص وقد توافرت لانصرته العلامة الفاضل ابراهیم الحلبی حیث اورد المسألة فی اواخر الغنیة عن فتح القدیر وعن البزازیة ثم قال ولا یخلو عن نظر لانه لا دلیل علی الکراهة الا حدیث جریر بن عبد الله المتقدم وانما یدل علی کراهة ذلک عند الموت فقط علی انه قد عارضه ما رواه الامام احمد بسند صحیح وابوداود (ای والبیهقی فی دلائل النبوة کلهم) عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن رجل من الانصار قال خرجنا مع رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم فی جنازة تذکر الحدیث قال) فلما رجع استقبله داعی امرأته فجاء وجئ بالطعام فوضع یده ثم وضع القوم فاکلوا رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم یلوک لقمة فی فیه الحدیث. قال فهذا یدل علی اباحة صنع اهل المیت الطعام والدعوة الیه اه مختصرا وقد تکفل بالجواب عنه العلامة الشامی فی رد المحتار فقال فیه نظر فانه واقعة حال لا عموم لها مع احتمال سبب خاص بخلاف ما فی حدیث جریر علی انه بحث فی المنقول فی مذهبنا ومذهب غیرنا کالشافعیة والحنابلة استدلال بحدیث المذکور علی الکراهة الخ۔

اقول ولم یتعرض لاعتراضه الاول لکونه اظهر سقوطا فاولا نحن مقلدون لا منتقدون فما بالنا بالدلیل وعدم وجدانا لا یدل علی العدم وثانیا ما ذکروا جمیعا من انه انما شرع فی السرور لا فی الشرور کاف فی الدلیل وثالثا لا ادری من این اخذ رحمه الله تعالی تخصیص افادة الکراهة فی الحدیث بساعة الموت الیس منعهم الطعام فی الیوم الثانی والثالث ومثل صنعا من اهل المیت لاجل المجتمعین فی الماتم انما تحرم النیاحة عند الموت فقط لا بعده فان اراد ان المعروف فی عهدهم کان هو اجتماع والصنع عنده لا بعده طولب بثبوته وعلی تسلیمه حققنا المناط کما افادوا فتذهب خصوصیة الوقت ملغاة هذا ورایتنی کتبت علی هامش رد المحتار علی قوله واقعة حال ما نصه لان وقائع العین مظان الاحتمالات مثلا یمکن ههنا ان الدعوت کانت موعودة بهذا الیوم من قبل واتفق فیه الموت فانقلت هل

من دلیل علیہ قلت من دلیل علی نفیہ وانما الدلیل علیکم لا علینا فھذا ھو النظر الرابع فی کلامہ علا ان ضیافۃ الموت ضیافۃ تتخذ لاجل الموت وضیافۃ الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم تکن موقوفۃ علی موت احد ولا حیاتہ فلو ان النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جاءھا فی غیر موت بما اضافتہ ومن معہ من خدمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما وقع عنہم مرارا فلم یکن فیہ احداث شئ من اجل الموت بحیث لو لم یقع الموت لم یکن بخلاف ما نحن فیہ فانہ انما یکون لاجلہ بحیث لو لم یکن لم یکن فھذا الخامس علا ان الخاطر والمبیح اذا تقول بالمعارضۃ بل یقدم الخاطر ھذا السادس ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی وبالجملۃ فلیس لنا البحث فی المنقول فی المذھب ھو النظر السابع المذکور اخرا فی کلام الشامی اللہ تعالیٰ الموفق اھ

واکتبت علیہ مزیدا واما المولی الفاضل علی القاری علیہ الرحمۃ الباری فحاول تاویل نصوص المذھب ظنا منہ انھا تخالف الحدیث فقال فی المرقاۃ شرح المشکوٰۃ باب المعجزات قبیل الکرامات تحت قول الحدیث فاکلوا ھذا الحدیث بظاھرہ لا یرد علی ما قررہ اصحاب مذھبنا من انہ یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول او الثالث او بعد الاسبوع کما فی البزازیہ ثم اورد نصوص الخلاصہ والزیلعی والفتح قال والکل علللوہ بانہ شرع فی السرور لا فی الشرور وذکر قول المحقق حیث اطلق انھا بدعۃ مستقبحۃ واستدلال بحدیث جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ان یقید کلامھم بنوع خاص من اجتماع یوجب استیجاء اھل بیت المیت فیطعمونھم کرھا او یحمل علی کون بعض الورثۃ صغیرا او غائبا اولم یعرف رضاہ اولم یکن الطعام من عند احد معین من مال نفسہ لا من مال المیت قبل قسمۃ ونحو ذلک وعلیہ یحمل قول قاضی خان یکرہ اتخاذ الضیافۃ فی ایام المصیبۃ لانھا ایام تاسف فلا یلیق بھا ما یکون للسرور اھ **اقول** اولا قد نبأناک ان الحدیث لا دلالۃ علیھم بوجوہ۔

وثانیا لا مساغ للتقیید فی کلماتھم بعد ما نقل ھو عنھم انھم جمیعا علللوہ بانہ انما شرع فی السرور لا فی الشرور وان الامام فقیہ النفس قال انھا ایام تاسف فلا یلیق

بہا عوائد التسرور فان الالجاء الی الطعام کرھا او التصرف فی مال بغیر اذن مالکہ واحد مالکہ لاسیما الصغیر مما لا تجویز قط فی السرور ولا فی الشرور وفی ھذا یرتفع الفرق وھم مصرحون بہ عن اخرھم فیکون تحویلا لا تاویلا

وثالثا ما ذکرثانیا من التقیید بمال صغیر او غائب الخ العد وابعد کیف یحمل علیہ کلام الخانیۃ من انہ قال متصلا بما مر وان اتخذ طعاما للفقراء کان اذا کانوا بالغین فان کان فی الورثۃ صغیر لم یتخذ واذلک من الترکۃ اھ مثلہ کلام البزازیۃ والتتارخانیۃ والھندیۃ وغیرھا فانہ ظاھر فی انھم یفرقون بین الضیافۃ واتخاذ طعام للفقراء فیحکمون علی الاول بالکراھۃ وعلی الثانی بالحسن یقیدونہ بما اذا کانوا بالغین وقد صرحوا بمفھوم القید بمنعہ من الترکہ اذا کانوا قاصرین فلو کانت الکراھۃ فی الاول ایضا مقصورۃ علی ذلک لارتفع الفرق۔

ورابعا لو اردوا ھذا لکان من المستبعد تظافرھم علی التعبیر بالکراھۃ فان الاتخاذ والحال ھذہ من اشنع المحرمات القطعیۃ کما لا یخفی۔

وخامسا لئن سلمنا ما افادہ فی التاویل الاول لکان الحکم فی مسألتنا ھذہ ھو المنع مطلقا فانھم یجتمعون عند اھل المیت ویکن فی بیتہ یومین او اکثر والانسان یستحیی ان یقیم احدا ببیتہ جائعا فیضطر الی اطعامہ رضی او سخط وقد علم کما ذکر فی السؤال انھم لم یفعلوا یصیروا عرضۃ لمطاعن الناس فلیس الاطعام المعھود الا علی الوجہ المردود وھذا ما قال فی معراج الدرایۃ انھا کلھا للسمعۃ والریاء کما قدمنا فھذا التخصیص یؤدی الی التعمیم ولوراءی الفاضلان الحلبی والقاری ما علیہ بلادنا لاطلقا القول جازمین بالتحریم لاشکالہ فی ترخیصہ فتح باب لشیطان رجیم وایقاع المسلمین لاسیما اخفاء ذات فی حرج عظیم وضیق الیم فنسأل اللہ الثبات علی الصراط المستقیم والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالی علی سیدنا محمد وآلہ اجمعین۔

مسئلہ ۴۸:

معروض۔ بعض کلمات کے احکام معلوم کرنا چاہتا ہوں امید کہ جواب سے جلد معزز ہوں۔

(۱)۔ ایک سُنی شخص کے سامنے ذکر آیا کہ شیعہ معتزلہ دار جنت میں رویت باری عزوجل کے منکر ہیں اُن صاحب نے کہا وہ سچ کہتے ہیں انہیں تو نہیں ہو گی شاید لفظ مومنین کے لیے بھی ذکر میں تھا اگرچہ یہ ایک شبہہ ہی شبہہ سا یاد پڑتا ہے یہ کہنا کیسا ہے ایک صاحب نے خود اپنا نام ابوالبرکات رکھا اُس پر اب آزاد کا اور اضافہ کیا جس کی ایک داہی تباہی روایت چھپ کر تقسیم کی اس کی بابت ایک صاحب نے کہا کہ یہ نام انہوں نے کہاں سے رکھا کچھ اللہ میاں کے یہاں تو ان کا یہ نام لکھا ہوا ہے نہیں جس پر کہا گیا کہ لوح محفوظ میں تو سب لکھا ہوا ہے یہ بھی لکھا ہوا ہے اس پر ان صاحب نے کہا کہ میں نے اس بنا پر کہا تھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ جو نام ماں باپ رکھتے ہیں وہ نام اللہ میاں کے یہاں لکھا جاتا ہے ظاہر ان قائل کا مطلب یہ تھا کہ نام کر کے وہ نام ہی لکھا جاتا ہے جو ماں باپ کا رکھا ہے اور جو خود گھڑتے ہیں وہ بطور ایک امر واقع کے لکھا ہوتا ہے کہ فلاں اپنا نام یہ رکھے گا نام کر کے نہیں کہ فلاں کا یہ نام ہے غرض اُن کا وہ مقولہ کیسا ہے اور اُس کی کیا اصل ہے کہ نام وہی ہوتا ہے جو ماں باپ کا رکھا ہو نہ خود رکھا ہوا۔ ایک سُنی صاحب کے سامنے میں نے کہا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بہت خصائص ہیں بعض وہ احکام شرعیہ جو عام ہیں اُن سے حضور نے بعض صحابہ کو مستثنیٰ کیا تھا اس پر ان صاحب نے کہا جبھی تو بعض جہلا کہنے لگے تھے کہ اللہ عزوجل تو رضا جوئے محمدی ہے اس پر میں نے کہا کہ بعض جہلا کی کیا تخصیص ہے۔ اللہ عزوجل تو رضا جوئے محمدی ہے ہی انہوں نے بھی اس کا اقرار کیا اور کہا کہ ایسے خصائص دیکھ کر شاید بعض ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن بھی یہ کہنے لگی تھیں مگر اصل بات یہ ہے کہ حضور اللہ عزوجل کے فرمودہ سے باہر قدم ہی نہیں رکھتے تھے وہی فرماتے تھے جو اللہ عزوجل کا حکم تھا تو اصل میں حضور متبع حکم الٰہی اور بھی رضا جوئے الٰہی ہوئے ان کی اُس وقت کی طرز تقریر اور حالت سے اُن کا مطلب یہ معلوم ہوتا تھا کہ جہلا تو یہ سمجھ کر اللہ عزوجل کو رضا جوئے محمدی

کہنے لگے تھے کہ حضور خود ایک حکم دیتے ہیں اور پھر اللہ عزوجل بھی ویسا ہی وحی نازل فرما دیتا ہے یعنی اللہ عزوجل حضور کا اتباع فرماتا ہے حالانکہ اصل میں حکم الٰہی وہی ہوتا ہے اور اُسی کے اتباع سے حضور حکم دیتے ہیں غرض اُن کا یہ مقولہ کہ جبھی تو بعض جملا بھی الخ کا کیا حکم ہے اور اُس کا کل مقولہ جو اُس کے بعد کہا گیا۔ بعض لوگوں کا قاعدہ ہے کہ مثلاً کسی نے کہا کہ فلاں کے گھر چوری ہوئی اُنہوں نے کہا اچھا ہوا چوری ہوئی پھر بعض دفعہ تو ظاہر کلام ہے وہی مُراد ہوتا ہے اور بعض دفعہ یہ مُراد ہوتا ہے کہ چونکہ مثلاً مال رہنا مضر تھا یا اُس کا انہیں غرور تھا لہٰذا اچھا ہوا کہ چوری ہوئی کہ غرور جاتا رہا یا مضر دفع ہو گیا۔ دونوں تقدیروں پر یہ ممنوع چیز کو اچھا کہنا کیسا ہے ایک شخص سے کوئی کلمہ خلاف نکلا بعد کو اُس نے اِس سے صراحتہً انکار اور اُس کا قبح تسلیم کر لیا یا اس کو چھوڑ کر اُس کے مخالف کلمہ کا اقرار کیا۔ آیا توبہ ہو گئی یا ضرور ہے کہ لفظ توبہ کہے۔ ہمارے اعزہ میں سے ایک عورت نے اپنے شوہر سے ناراض ہو کر کہا کہ نہ معلوم تمہیں فلاں مکان (نام لے کر) سے کیا عشق ہے شوہر نے کہا خدا جانے اُس پر اُس عورت نے کہا کچھ بھی خدا جانے نہیں ہے اور اس کے بعد ایک اور جملہ کہا جو شاید یہ تھا کہ سب تمہارے حیلے حوالے بیکاریاں بے پر واہیاں ہیں۔ یہ سب تمہارے حیلے حوالے بیکاریاں ہیں یہ جملہ کیسا ہے اِس کا کیا حکم ہے نقل اسولہ میرے پاس موجود ہے جواب سے جلد معزز ہوں۔

میرے لیے دُعائے عافیت دارین ضرور فرمائیں اس زمانہ فتن میں مولیٰ تعالےٰ ہم اہل سنت کے ایمان کی خیر رکھے آمین ثم آمین بجاہ النبی الامین صلوات اللہ سلامہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

الجواب:

مولیٰ عزوجل فرماتا ہے انا عند ظن عبدی بی ۔۔۔ روافض معتزلہ کہ رویت الٰہی سے مایوس ہیں مایوس ہی رہیں گے وہابیہ کہ شفاعت سے منکر ہیں محروم ہی رہیں گے تو اُن کا اِنکار ان کے اعتبار سے صحیح ہوا ظاہر اقائل کی یہی مُراد تھی کہ ان کی نفی ان کے حق میں سچی ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہاں جو اس کے قول کی تصدیق بمعنی نفی مطلق کرے

وہ ضرور گمراہ اور خارج از اہل سنت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) بلاشبہہ لوح محفوظ میں ہر صغیر و کبیر مستطر ہے جو اسم بحیثیت علم دنیا میں کسی کے لیے ہے لوح محفوظ میں وہی بحیثیت علم مکتوب ہے خواہ ماں باپ کا رکھا ہے یا اپنایا اور کا۔ اور جس میں تغیر واقع ہوا مغیر و مغیر الیہ دونوں اپنے اپنے زمانہ کی قید سے مکتوب ہیں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام تبدیل فرمائے کہ اگلے نام متروک ہو گئے اور وہ انہیں دوسرے ناموں سے مشہور ہیں تو عند اللہ بھی اب یہی اُن کے نام ہیں اور انہیں ناموں سے روز قیامت پکارے جائیں گے اور جو شخص اپنا نام بدل کر اور کچھ رکھے اور بحیثیت علم معروف نہ ہو تو اللہ عزوجل کے یہاں بھی وہ علم ہو کر نہ لکھا گیا ہاں یہ واقع ضرور مکتوب ہے ظاہر یہی مراد۔ قائل نے یہ نہ کہا اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ نہیں لکھا ہے بلکہ یہ کہا کہ اُن کا نام یہ نہیں لکھا ہے تو یہ سلب کتابت نہیں بلکہ سلب کتابت علمیت ہے اور یہ صحیح ہے جبکہ اُس وضع کیے ہوئے نام نے حیثیت علمیت پیدا نہ کی۔ ہاں ایسی جگہ کلام بہت ہوشیاری سے چاہیئے جس میں کوئی پہلوئے ناقص نہ نکلے سوال میں اسم جلالت کے ساتھ لفظ میاں مکتوب ہے یہ ممنوع و معیوب ہے زبان اُردو میں میاں کے تین معنی ہیں جن میں دو اُس پر محال ہیں اور شرع سے ورود نہیں لہٰذا اس کا اطلاق محمود نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) قائل کا کہنا کہ جہنی تو بعض جہلا الخ بہت سخت قبیح و شنیع واقع ہوا اور جو معنی اُس نے بعد کو قرار دیے اُس میں بھی وہ حقیقت کو نہ پہنچا بلاشبہہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تابع مرضی الٰہی ہیں اور بلاشبہہ کوئی بات اس کے خلاف حکم نہیں فرماتے اور بلاشبہہ اللہ عزوجل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا چاہتا ہے۔

ولسوف یعطیک ربك فترضیٰ ۔۔۔۔۔ قد نری تقلب وجهك فی السماء فلنولینك قبلة ترضاها فول وجهك شطر المسجد الحرام۔

حکم الٰہی بیت المقدس کی طرف استقبال کا تھا حضور تابع فرمان تھے یہ حضور کی طرف رضا جوئی الٰہی تھی مگر قلب اقدس استقبال کعبہ چاہتا تھا مولیٰ عزوجل نے مرضی مبارک کے لیے

اپنا وہ حکم منسوخ فرمادیا اور جو حضور چاہتے تھے قیامت تک کے لیے وہی قبلہ مقرر فرمادیا یہ اللہ عزوجل کی طرف سے رضا جوئی محمدی ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان میں سے جس کا انکار ہو قرآن عظیم کا انکار ہے۔ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کرتی ہیں اری ربك یسارع فی ھوٰیك ۔ میں حضور کے رب کو دیکھتی ہوں کہ حضور کی خواہش میں شتابی فرماتا ہے۔

رواہ البخاری۔ یہ ہے وہ کلمہ کہ بعض ازواج مطہرات نے عرض کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا تو قائل کا کہنا کہ ایسے خصائص دیکھ کر بعض ازواج مطہرات یہ کہنے لگی تھیں دراصل بات یہ ہے الخ یہ بتا رہا ہے کہ شاید ان بعض ازواج مطہرات نے خلاف اصل بات کہی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مقرر رکھی حدیث روز محشر میں ہے رب عزوجل اولین و آخرین کو جمع کر کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمائے گا:

کلھم یطلبون رضائی وانا اطلب رضاك یا محمد۔

یہ سب میری رضا چاہتے ہیں اور اے محبوب میں تمہاری رضا چاہتا ہوں ؎

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بالجملہ کلمہ بہت سخت اور شنیع تھا اور بعد تاویل بھی شناعت سے بری نہ ہوا تو بہ لازم ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) اس سے یہ مقصود نہیں ہوتا کہ سرقہ اچھی بات ہے جس سے حرام قطعی کا استحلال بلکہ استحسان ہو کر معاذ اللہ نوبت بہ کفر پہنچے بلکہ اس سے مسروق منہ کے نقصان مال کا استحسان سمجھا جاتا ہے اور یہی مقصود ہوتا ہے پھر کبھی یہ براہ حسد ہوتا ہے اور حسد حرام ہے اس صورت میں تو مطلقاً گناہ ہے کبھی براہ عداوت ہوتا ہے کہ دشمن کا نقصان دشمن کو پسند آتا ہے اس کا حکم اس عداوت کا تابع رہے گا اگر عداوت مذمومہ ہے یہ بھی قبیح و مذموم ہے اگر عداوت محمودہ ہے جیسے کہ اعداء اللہ

سے دشمنی تو اس میں بھی حرج نہیں۔

ربنا اشدد علی قلوبہم واطمس علی اموالہم

جب دُعا سے اُن کا نقصان چاہنا روا ہے تو بعد وقوع اُس پر خوش ہونا کیا بیجا ہے کبھی وہ صورت ہوتی ہے جو سوال میں مذکور وہ اگر بہ نیت صحیحہ ہو غیر محظور کہ یہ اُس کے نقصان پر خوش ہونا نہیں بلکہ نفع پر واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) لفظ توبہ نہ ضرور نہ کافی جو قول بیجا صادر ہوا تھا اس پر ندامت اور اس سے بدتری درکار ہے۔ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) قائلہ کا ہرگز یہ مقصود نہیں کہ باری عزوجل سے معاذ اللہ نفی علم کرے نہ زنہار اُس کے کلام سے سامع کا ذہن اِس طرف جاسکتا ہے بلکہ شوہر نے کہا تھا۔ خدا جانے یعنی کوئی سبب خفی ہے جو مجھے نہیں معلوم یا جسے میں بتانا نہیں چاہتا اُس نے کہا کچھ بھی خدا جانے نہیں یعنی کچھ بھی سبب خفی نہیں محض تمہاری بے پروا ہیاں ہیں اسے اُس ہولناک حکم سے کوئی تعلق نہیں نیز یہاں ایک اور دقیقہ ہے بغرض غلط اگر نفی علم ہی مُراد لیں تو معاذ اللہ نفی مطلق کی ہرگز یہ بھی نہیں بلکہ اس امر خاص سے یعنی اس کا کوئی سبب خفی اللہ نہیں جانتا۔ اور علم الٰہی سے کسی شے کی نفی اُس کے وقوع کی نفی ہے کہ واقع ہونا ہوتا تو ضرور علم میں ہوتا۔

- فکان من باب قولہ تعالیٰ وجعلوا للہ شرکاء قل سمّوھم ام تنبئونہ بما لا یعلم فی الارض۔

ہاں ارسال لسان ہے جس سے احتیاط درکار اور خود شوہر کے ساتھ بدزبانی بھی تکفہر العشیر میں داخل کرنے کو بس ہے توبہ چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ علمجدہٗ اتم واحکم

مسئلہ ۴۹:

حامی سنت قامع بدعت ماحی فتن لازالت شمس افادتہم طالعۃ۔ پس از برازمراسم سلام وتحیۃ مدعا نگار کہ اِس مسئلہ کا جواب روانہ فرمایا جاوے کہ بکر کا اُستاد خالد اب بدمذہب ہو گیا تو آیا بکر کو اُس کی تعظیم بحیثیت اُستاد ہی کرنا چاہیے یا نہیں اگرچہ

بکر بحیثیت بدعقیدگی اُس اپنے اُستاد سے قطعاً محبت نہیں رکھتا ہے بلکہ بُرا سمجھتا ہے صرف ظاہری مدارات اور تعظیم کرتا ہے۔ کچھ خرابی تو نہیں اور اگر وہ ظاہری تعظیم بھی بدمذہب اُستاد کی نہ کرے تو کچھ خرابی ہے یا نہیں۔ مدلل ارشاد ہو بکر کہتا ہے کہ میرا دل بہ سبب بدمذہبی اُستاد اُس کی ظاہری تعظیم کو بھی نہیں گوارا کرتا تو زید جو کہ بکر کا ہم مذہب ہے کہتا ہے کہ نہیں ظاہری تعظیم کر لیا کرو بحیثیت اُستادی ہاں اُس سے من حیث الاعتقاد نفرت رکھو۔ یہ قول زید کا کیسا ہے۔ زیادہ ادب فقط

سید اولاد رسول محمد میاں عفی عنہ قادری برکاتی مارہری

۲۴ رجب المرجب روز جمعہ ۱۳۲۹ھ از بدایوں مدرسہ قادریہ

الجواب:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بشرف ملاحظہ حضرت والا برکت صاحبزادہ رفیع القدر جلیل الشان حضرت مولانا سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب دامت برکاتہم۔

بعد آداب گزارش۔ کرامت نامہ تشریف لایا بعد اس کے روندۂ مخزولہ میں بریلی بدایوں سے پچاس سے زائد رسائل شائع ہوئے تعظیم بدمذہبان کی شناعت آفتاب سے زیادہ روشن کر دی گئی یہاں تک کہ فتاوے الحرمین شائع ہوا اب کوئی حاجت اِس مسئلہ میں کسی تفصیل کی باقی نہ رہ گئی ہے جس کو شک ہے وہ اُن رسائل اور فتاوے الحرمین کی طرف رجوع لائے وہ بھی عام بدمذہبوں کے لیے تھا نہ کہ خاص مرتدین اِس کے لیے اِسی قدر بس ہے کہ درمختار میں ہے۔ تبجیل الکافر کفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں

(۱) جملہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم قبل بعثت و بعد بعثت بہر حال عمداً و سہواً کفر و ضلالت سے باجماع اہل سنت معصوم ہیں۔

(۲) اسی طرح منفرات ذنوب و محقرات امور سے باجماع۔

(۳) اسی طرح بعد بعثت تمام صغائر و کبائر سے عمداً یا اجماع۔

(۴) بعد بعثت تمام صغائر و کبائر کے بارے میں سہواً صدور کے بارے میں کیا حکم ہے۔

(۵) قبل بعثت تمام صغائر و کبائر کے عمداً یا سہواً صدور کے بارے میں کیا حکم ہے۔

(۶) امور تبلیغیہ میں کیا اجماعی ہے اور کیا خلافی۔ بینوا توجروا۔

الجواب :

(۱) بیشک۔

(۲) ہاں نہ صرف ذنوب بلکہ ہر اُس امر سے جو باعث نفرت خلق و ننگ و عار و بدنامی ہو اگرچہ اپنا گناہ نہ ہو جیسے جنون و جذام و برص و دناءت نسب و زنائے امہات و ازواج۔

(۳) بعد بعثت تعمد کبائر سے باجماع اہل سنت معصوم ہیں اور مذہب صحیح و حق و معتمد میں صغائر سے بھی۔ اور خلاف ضعیف ایسے درجہ سقوط میں ہے کہ قابل اعتداد نہیں بلکہ انصافاً سیرت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کے خلاف پر اجماع صحابہ بنا رہی ہے مجوز نے اس نکتہ سے غفلت کی لہٰذا اس کا قول نادانستہ مصادم اجماع واقع ہوا کما یظہر بمطالعۃ الشفاء الشریف و باللہ التوفیق۔

(۴) حق یہ ہے کہ بعد بعثت صدور کبیرہ سہواً سے بھی معصوم ہیں اور سہواً صغیرہ غیر منفرہ میں اکثر اہل نظاہر جانب تجویز ہیں اور جماعت اہل قلب جانب منع و اختارہ الامام ابن حجر المکی وغیرہ اور حق یہ کہ نزاع صورت صغیرہ میں ہے ورنہ بحال سہو معنے و حقیقۃً نافرمانی خود ہی مرتفع ہے۔

(۵) کفر و ضلال و منفرات سے قبل بعثت بھی معصوم ہیں باقی میں اختلاف ہے اور اس قدر میں شک نہیں کہ وہ ہر عیب و ریب سے ہمیشہ منزہ ہیں یہ عصمت مصطلحہ اُس وقت ثابت ہو یا نہ ہو۔

(۶) تبلیغ قولاً ہو یا فعلاً اس میں تعمد مخالفت سے بالارادہ معصوم ہیں اور اقوال تبلیغیہ میں سہو و خطا سے بھی۔ افعال تبلیغیہ میں اختلاف ہے ظاہر ادلۃ جواز ہے مگر اُس پر تقریر ممکن

نہیں۔ بلکہ انتباہ واجب ہے۔ اور ایک جماعت صوفیہ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مطلقاً سہو ناجائز مانتے ہیں اس قول کی تفصیل و تادیل فقیر کے الفیوض المکیہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ کا تلفظ یا طریقۂ ذکر بطور مشائخ کرام سکھانے میں پہلے نفی مع منفی ادا کرنا اور پھر اس کی مفصل ضروری ترکیب ہر حرف ادا کرنے کی بتا کر پھر الا اللہ ادا کرنا اور کسی ضرورت یا عذر کی وجہ سے مستثنیٰ منہ میں وقف اور فصل سے ادا کرنے میں کوئی محذور شرعی تو نہیں۔

(۲) اگر ضرورت حرف مستثنیٰ منہ کے متعلق کچھ دریافت یا بتانے کی ہو تو اس میں حرف تلفظ نفی و منفی پر ہی انتصار میں کوئی محذور شرعی ہے یا کیا۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

حالت ضرورت مستثنیٰ ہے اگر صرف مستثنیٰ منہ تک پہنچا تھا کہ چھینک یا کھانسی آنے یا سانس ٹوٹ جانے سے مجبوراً رکنا پڑا تو حرج نہیں معاً دل میں الا اللہ کہے پھر بعد رفع عذر زبان سے الا اللہ کہے اور بلا عذر مجبوری صرف مستثنیٰ منہ پر انتصار ممنوع ہے تعلیم طریقۂ ذکر میں ایک ایک کلمہ جدا کرنے میں حرج نہیں مثلاً چار ضربی یوں بتائے کہ پیشانی محاذات زانوے چپ میں لاکر لا کا لام شروع کرے اور اس کے الف کو زانوئے راست تک کھینچ کرلے جائے اور اللہ کا الف یہاں سے شروع کرکے اس کے ل کو شانۂ راست تک لے جائے اور داہنی طرف منہ پھیر کر کہے اور الا اللہ کی ضرب قلب پر کرے اس میں کہیں نفی محض نہ آسکی بچوں کو تعلیم کرنی ہو تو اس میں بھی یونہی سکھائے کہ پہلے لا کہے جب وہ اسے کہہ لیں الٰہ کہے پھر "الا اللہ" کہلوائے اگر کسی مسئلہ کا بیان صرف نفی سے متعلق ہو تو وہ پورا کہہ کر بھی بیان ہو سکتا ہے مثلاً لا الٰہ الا اللہ میں لا نفی جنس کا ہے الٰہ اسم ہے خبر مقدر ہے یا لا الٰہ الا اللہ میں لا کا مدّ زیادہ نہ بڑھاؤ یا لا الٰہ الا اللہ میں

اللہ پر نہ رُکو یا لا الٰہ الا اللہ میں اللہ کی کو اشباع نہ کرو غرض مجبوری و ضرورت کوئی صورت ایسی نہیں معلوم ہوتی کہ خواہی نخواہی نفی پر اقتصار کرنا پڑے اور اگر ایسا معلوم ہو بھی مثلاً بچے کو دو دو لفظ تعلیم کرنے میں پہلے دو لفظ کہہ کر اتنا انتظار کرنا ہوگا کہ وہ ان کو ادا کر لے پھر الا اللہ کہا جائے گا (بشرطیکہ حاجت اُس کی طرف داعی ہو ورنہ بچے سے بھی اس پر اقتصار کرانا نہ چاہیئے) تو یوں کرے کہ تعلیم کی آواز سے دو لفظ کہہ کر معاً اُس سے کم آواز سے الا اللہ کہہ لے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۲:

کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین مسائل ذیل میں:

(۱) کپڑے یا بدن پر کوئی حصہ نجس ہو گیا اس پر پانی پہلی مرتبہ ڈالا پھر ہاتھ سے اُس کے قطرے پونچھ ڈالے اسی طرح تین مرتبہ پانی ڈالا اور اُسی ہاتھ سے جس سے پہلی مرتبہ قطرے پونچھے تھے اُس کے دھوئے بغیر قطرے پونچھے تو آیا یہ عضو مغسول اور وہ ہاتھ دونوں پاک ہو جائیں گے بحالیکہ عضو مغسول کو وہ ہاتھ لگا ہے جس نے پہلی مرتبہ اور دوسری تیسری مرتبہ کے غسالہ کو پونچھا تھا اور خود الگ پانی سے دھویا نہ گیا تھا۔

(۲) اگر اس ترکیب سے پاک نہ ہو سکے تو کیا کیا جائے۔

(۳) بدن کو دھو کر جھٹک دیا سب قطرے گر گئے ہاں وہ رہ گئے جو بال کی جڑ میں ہیں یا بہت ہی باریک ہیں جھٹکنے سے بھی نہیں گرتے تو ایسی صورت میں عضو تین بار دھوڈالے پاک ہو جائے گا یا نہیں اگر نہیں تو کیا کرے خاص کر اس صورت میں جب دونوں ہاتھ نجس ہوں۔

(۴) بدن پاک کرنے میں ہر بار کے دھونے میں تقاطر جاتا رہنا ضروری ہے یا مطلقاً ہر قطرہ کا خواہ وہ چھوٹا ہی ہو اور پونچھنے سے صرف بدن پر پھیل کر رہ جاتا تو اُس کا بھی دور کرنا یعنی وہی پھیلا دینا ضروری ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

بدن پاک کرنے میں نہ چھوٹے قطرے صاف کر کے دوبارہ دھونا ضرور نہ انقطاع

تقاطر کا انتظار درکار بلکہ قطرات و تقاطر در کنار دھار کا موقوف ہونا لازم نہیں نجاست اگر مرئیہ ہو جب تو اس کے عین کا زوال مطلوب اگرچہ ایک ہی بار میں ہو جائے اور غیر مرئیہ ہو تو زوال کا غلبۂ ظن جس کی تقدیر تثلیث سے کی گئی جہاں عصر شرط ہے اور وہ متعذر ہو جیسے مٹی کا گھڑا یا متعسر ہو جیسے بھاری قالین دری تو شک لحاف وہاں انقطاع تقاطر و یاب تری کو قائم مقام عصر رکھا ہے۔ بدن میں عصر ہی درکار نہیں کہ ان کی حاجت ہو صرف تین بار پانی بہہ جانا چاہیے اگرچہ پہلی دھار بھی حصہ زیرین پر باقی ہو مثلاً ساق پر نجاست غیر مرئیہ تھی اوپر سے پانی ایک بار بہایا وہ بھی ایڑی سے بہہ رہا ہے دوبارہ اوپر سے پھر بہایا ابھی اس کا سیلان نیچے باقی تھا سہ بارہ پھر بہایا جب یہ پانی اُتر گیا تطہیر ہو گئی بلکہ ایک مذہب پر تو انقطاع تقاطر کا انتظار جائز نہیں اگر انتظار کرے گا تو طہارت نہ ہو گی کہ ان کے نزدیک تطہیر بدن میں عصر کی جگہ توالی غسلات یعنی تینوں غسل پے در پے ہونا ضرور ہے مذہب اصح میں اگرچہ اس کی ضرورت نہیں مگر خلاف سے بچنے کے لیے اس کی رعایت ضرور مناسب ہے اس تقریر سے تین سوال اخیر کا جواب ہو گیا۔

درمختار میں ہے:

یطهر محل نجاسة مرئیة بقلعها ای زوال عینها واثرها ولو بمرة او بما فوق ثلث فی الاصح ولا یضر بقاء اثر لازم ومحل غیر مرئیه بغلبة ظن غاسل طهارة محلها بلا عدد به یفتی وقدر بغسل وعصر ثلث فیما ینعصر مبالغا بحیث لا یقطر وبتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیر منعصر مما ینشرب النجاسة والا فبقلعها۔

ردالمحتار میں ہے:

تثلیث جفاف ای جفاف کل غسلة من الغسلات الثلاث وهذا شرط فی غیر البدن ونحوه اما فیه فیقوم مقامه توالی الغسل ثلثا قال فی الحلیة الاظهر ان کلا من التوالی والجفاف لیس بشرط فیه وقد صرح به فی النوازل وفی الذخیرة ما یوافقه اه واقره فی البحر۔

رہا سوال اول یہ تو ظاہر ہو گیا کہ ہر بار قطرات کا پونچھنا فضول تھا بلکہ بلا وجہ ہاتھ ناپاک کر لینا مگر جبکہ اُس نے ایسا کیا مثلاً پاؤں پر نجاست تھی سیدھے ہاتھ میں لوٹا لے کر اُس پر ایک بار پانی بہایا اور جو قطرات باقی رہے بائیں ہاتھ سے پونچھ لیے تو یہ ہاتھ ناپاک ہو گیا مگر ایسی نجاست سے کہ دوبارہ دھونے سے پاک ہو جائے گی اس لیے کہ ایک بار دُھل چکی اب پاؤں پر دوبارہ پانی ڈالنا تھا دوسری بار کے بعد ایک ہی بار ڈالنا رہتا لیکن اُس نے دوبارہ دھو کر نجس ہاتھ سے پھر اس کے قطرے پونچھے تو اب پاؤں کو وہ نجاست لگ گئی جو دوبارہ دھونے کی محتاج ہے تو پاؤں کو پھر دوبارہ دھونے کی ضرورت ہو گئی اور ہاتھ بدستور اُسی نجاست سے نجس رہا اس میں تخفیف نہ ہوئی کہ اُس پر سیلان آب نہ ہوا اب پاؤں پر سہ بارہ کا پانی دوبارہ کے حکم میں ہے کہ اُس کے بعد ایک بار اور دھونے کی حاجت ہے لیکن اُس نے اس کے بعد بھی وہی نجس ہاتھ اُس کے قطرات صاف کرنے میں استعمال کیا تو اب پھر پاؤں کو دوبارہ دھونے کی ضرورت ہو گئی وہکذا لہٰذا اُسے لازم کہ پاؤں پر دوبارہ پانی نہ بہائے اور قطرات نہ پونچھے اور وہ ہاتھ جُدا دوبارہ دھو لے۔

ردالمحتار میں ہے:

قال فی الامداد والمیاہ الثلثۃ متفاوتۃ فی النجاسۃ فالاولی یطھر ما اصابتہ بالغسل ثلثا والثانیۃ بالثنتین والثالثۃ بواحدۃ وکذا الاوانی الثلثۃ التی غسل فیہا واحدۃ بعد واحدۃ وقیل یطھر الاناء الثالث بمجرد الاراقۃ والثانی بواحدۃ والاول بثنتین اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۳:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر ہلال شوال دن چڑھے تحقیق ہو اور بارش شدید ہو بعض اہل شہر نماز عید پڑھ لیں بعض بسبب بارش نہ پڑھیں تو جماعت باقی ماندہ دوسرے دن ادا کریں یا اب انہیں اجازت نہ دی جائے گی کہ نماز ہو چکی اور قہستانی میں ہے:

اذا صلی الامام صلاۃ مع بعض القوم لا یقضی من فاتت تلک الصلاۃ

عنہ لا فی الیوم الاول ولا من الغد انتہی۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

اللھم ھدایۃ الحق والصواب ۔ صورت مستفسرہ میں جماعت باقی ماندہ بیشک دوسرے دن ادا کریں کہ نماز عید الفطر میں بوجہ عذر ایک دن کی تاخیر جائز ہے اور بارش کا عذر شرعاً مسموع فی الدر المختار:

توخر بعذر کمطر الی الزوال من الغد فقط اھ

اور صلاۃ العید میں جواز تعداد متفق علیہ ہے بخلاف جمعہ کہ اس میں خلاف ہے اور راجح جواز فی الدر المختار:

تودی بمصر واحد بمواضع کثیرۃ اتفاقا اھ۔

تو ادائے بعض اہل شہر سے بعض دیگر کو دوسرے روز پڑھنا کیونکر ممنوع ہو سکتا ہے کلام قہستانی وغیرہ اُس صورت میں ہے جب عامۂ اہل بلد پڑھ لیں اور ایک آدمی باقی رہ جائے کہ نماز عید بے جماعت مشروع نہیں ناچار پڑھنے سے باز رہے گا ہدایہ کی تعلیل اس پر صاف دلیل:

حیث قال من فاتتہ صلاۃ العید مع الامام لم یقضھا لان الصلوٰۃ بھذہ الصفۃ لم تعرف قربۃ الا بشرائط لا تتم بالمنفرد۔ اھ۔

اور عبارت تنویر الابصار مورث تنویر الابصار امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ غزی نے ابتدا اس مسئلہ کو ایسے پیرایہ میں ادا فرمایا کہ وہم واہم راہ نہ پائے:

حیث یقول ولا یصلیھا وحدہ ان فاتت مع الامام اھ۔

یونہی امام حافظ الدین ابوالبرکات نسفی کا اپنے متن وشرح وافی وکافی میں ارشاد ازالۂ اوھام وایقاظ افہام کے لیے کافی ووافی۔ قال رحمۃ اللہ تعالیٰ:

لم تقض ان فاتت مع الامام العید وفاتت من شخص فانھا لا تقضی لانھا ما عرفت قربۃ الا بفعلہ علیہ الصلاۃ والسلام وما فعلھا الا بالجماعۃ فلا تؤدی الا بتلک الصفۃ۔ اھ ملخصاً۔

علامہ بدرالدین محمود عینی رمز الحقائق میں فرماتے ہیں:

صلاها الامام مع الجماعة ولم يصلها هو لا يقضيها الا في الوقت ولا بعده لانها شرعت بشرائط لا تتم بالمنفرد. اھ۔

مستخلص میں زیر قول کنز لم تفض ان فاتت مع الامام لکھتے ہیں:

معناه لو لم يصل رجل مع الامام لا يقضيها منفردا الان صلاة العيد لم تشرع على سبيل الانفراد اھ۔

یا یہ معنے ہیں کہ امام معین ماذون من السلطان ادا کر چکا ہو اور ان باقی ماندہ میں کوئی مامور نہیں تو اقامت کون کرے فاضل محقق حسن شرنبلالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کلام مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں اسی طرف ناظر:

اذ قال من فاتت الصلاة فلم يدركها مع الامام لا يقضيها لانها لم تعرف قربة الا بشرائط لا تتم بدون الامام اى السلطان او مامورہ اھ

اسی لیے فاضل سید احمد مصری اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

اى وقد صلها الامام او مامورہ فان كان مامورا باقامتها له ان يقيمها اھ۔ قلت وقد يشير اليه تعريف الامام فى عبارة النقاية المذكورة وغيرها كما لا يخفى على العارف بمسالیب الكلام۔

بہر طور عبارت جامع الرموز سے یدیں وجہ کہ نماز ایک بار ہو چکی باقی ماندہ لوگوں کے لیے ممانعت تصور کرنا محض خطا **اقول** بلکہ اگر نظر سلیم ہو تو وہی عبارت بعینہا مانحن فیہ بین جواز پر دال کہ اس میں صرف دوسرے ہی دن کی نسبت ممانعت نہیں بلکہ جب امام جماعت کر چکے تو اس روز بھی نہ پانے والوں کو منع کرتے ہیں:

حيث قال لا فى اليوم ولا من الغد۔

اول بیان ہو چکا کہ تعدد جماعت نماز عید میں بالاتفاق جائز اور معلوم ہے کہ یہ تعدد تقدم و تاخر سے خالی نہیں ہوتا اگر عبارت شرح مختصر الوقایہ کے یہی معنے ہوتے کہ جب ایک جماعت پڑھ لے تو دوسروں کو مطلقاً اجازت نہیں تو یہ تعدد کیونکر روا ہوتا اور نماز عید

کا بھی حکم اِس امر میں اس کے مذہب پر جو تعدد جمعہ روا نہیں رکھتا مانند نماز جمعہ ہو جاتا یعنی جماعت سابقہ کی تو نماز ہو گئی باقی سب کی ناجائز کما فی درالمختار:

علی المرجوح فالجمعۃ لمن سبق تحریمۃ اھ۔

تو بالیقین معنی کلام وہی ہیں جو ہم نے بیان کیے اور قاطع شعب یہ ہے کہ درمختار میں درصورت فوات مع الامام تصریح کی۔

لو امکنہ الذھاب الی امام اٰخر نعل لانہا تودی بمصر واحد الخ

حاشیہ طحطاویہ علی مراقی الفلاح میں ہے:

لو قد ربعد القوات مع الامام علی ادراکھا مع غیرہ نعل للاتفاق علی جواز تعددھا اھ

دیکھو نص فرماتے ہیں کہ ایک امام کے پیچھے نہ پڑھی ہو دوسرے کے پیچھے پڑھے اور حالت عذر میں روز اول و دوم یکساں آج نہ پڑھ سکا تو کل کون مانع واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۴:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِس مسئلہ میں کہ اگر بلا عذر نماز عید روز اول نہ پڑھیں تو روز دوم مع الکراہتہ جائز ہے جیسا کہ بعض خطبوں میں لکھا ہے یا اصلا صحیح نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

نماز عید الفطر میں جو بوجہ عذر ایک دن کی تاخیر روا رکھی ہے وہاں شرط عذر صرف نفی کراہت کے لیے نہیں بلکہ اصل صحت کے لیے ہے یعنی اگر بلا عذر روز اول نہ پڑھی ہو تو روز دوم اصلا صحیح نہیں نہ یہ کہ مع الکراہتہ جائز ہو عامۂ معتبرات میں اِس کی تصریح ہے مصنف خطبہ کہ شخص مجہول ہے قابل اعتماد نہیں اُسے نماز عید الاضحیٰ سے اشتباہ گزرا کہ وہاں دو روز کی تاخیر بوجہ عذر بلا کراہت اور بلا عذر بروجہ کراہت روا ہے فی درالمختار:

وتوخر بعذر کمطر الی الزوال من الغد فقط واحکامھا احکام الاضحیٰ لکن ھنا یجوز تاخیرھا الی اٰخر ثالث ایام النحر بلا عذر مع الکراھۃ وبہ۔

ای بالعذر بید ولہا فالعذر ھنا لنفی الکراھۃ وفی الفطر للصحۃ اھ ملخصا
وفی نور الایضاح وشرحہ مراقی الفلاح کلاھما للعلامۃ الشرنبلالی تؤخر
صلاۃ عید الفطر بعذر الی الغد فقط وقید العذر للجواز لا لنفی الکراھۃ
فاذا لم یکن عذر لا تصح فی الغد اھ ملتقطا وفی مجمع الانھر للفاضل
شیخی زادہ العذر فی الاضحی لنفی الکراھۃ وفی الفطر للجواز اھ وفی الھندیۃ
عن تبیین الامام الزیلعی العذر ھھنا لنفی الکراھۃ حتی لو اخروھا الی ثلثۃ
ایام من غیر عذر جازت الصلاۃ وقد اساؤا وفی الفطر لم تجز حتی اخروھا
الی الغد من غیر عذر لا یجوز اھ وفی رمز الحقائق للعلامۃ العینی مثلہ وفی
شرح النقایہ للشمس الفھستانی لو ترکت بغیر عذر سقطت کما فی الخزانۃ
اھ وفی شرح المنیۃ الکبیر للعلامۃ الحلبی صلاۃ عید الاضحی تجوز
فی الیوم الثانی والثالث سواء اخرت بعذر او بدونہ اما صلاۃ الفطر فلا
تجوز الا فی الثانی بشرط حصول العذر فی الاول اھ وفی الفتاوی الخانیۃ
ان فاتت صلاۃ الفطر فی الیوم الاول بعذر تصلی فی الیوم الثانی وان فاتت
بغیر عذر فلا تصلی فی الیوم الثانی فان فاتت فی الیوم الثانی بعذر او بغیر
عذر لا تصلی بعد ذلک واما عید الاضحی ان فاتت فی الیوم الاول بعذر
او بغیر عذر تصلی فی الیوم الثانی فان فاتت فی الیوم الثانی بعذر او بغیر
عذر تصلی فی الیوم الثالث فان فاتت فی الیوم الثالث بعذر او بغیر عذر
لا تصلی بعد ذلک۔ اھ۔

بالجملہ اس کا خلاف کتب متداولہ میں فقیر کی نظر سے کسی روایت ضعیفہ میں بھی نہ گزرا
اللھم الا ما رأیت فی جواھر الاخلاطی من قولہ اذا فاتت صلوۃ عید
الفطر فی الیوم الاول بعذر او بغیرہ صلی فی الیوم الثانی ولم یصل بعدہ اھ
فیظن ان یکون خطاء من الناسخ وتحمل ان یکون خلطا من الاخلاطی
فانی رأیت لہ غیر مما مسئلۃ خالف فیھا الکتب المعتمدۃ والاسفار

المعتبرۃ۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۵:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک جائداد مصارف درگاہ بعض اولیاء اللہ کے لیے وقف ہے ہمیشہ اُس کا تمام بندوبست وانتظام بدست متولیان والا مقام رہا اپنی جگہ دوسرے کو متولی کرنا بھی اکثر انہیں کی رائے پر رہا بعض متولیوں نے اپنے بعد تولیت وصیت کی کہ موصی لہ بنائے وصیت ان کے بعد متولی ہوا اور بعض نے اپنی حیات وحالت صحت ہی میں تولیت اہل خاندان سے کسی دوسرے کو عطا کردی کہ وہ اُن کی صحت میں بجائے ان کے متولی ہوگیا غرض ہمیشہ اختیار اُن امور کا بدست متولیان رہا اور عہد قدیم سے اب تک یونہیں اختیارات عامہ انہیں حاصل رہے کہ کسی نے ان کے افعال سے تعرض یا ان کے تصرفات میں دست اندازی نہ کی اب اگر متولی حال اپنی حیات وحالت صحت میں اپنی تولیت کُلًّا یا بعضًا کسی امین رشید کو منتقل کرے تو یہ انتقال جائز اور متولی ممدوح کو اس کا اختیار حاصل ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

جبکہ صورت مسئلہ وہ ہے کہ سوال میں مذکور ہوئی تو بلاریب متولی حال کو اپنی حیات وتندرستی میں نقل تولیت کا اختیار حاصل اور جس امین رشید کو وہ متولی کرے بیشک مثل اُس کے متولی ہو جائے گا تنویر الابصار:

اراد المتولی اقامۃ غیرہ مقامہ فی حیاتہ ان کان التفویض لہ عاما صح والا لا وفی الھندیۃ عن المحیط اذا اراد المتولی ان یقیم غیرہ مقام نفسہ فی حیاتہ وصحتہ لا یجوز الا اذا کان التفویض الیہ علی سبیل التعمیم انتھی۔

قلت وتقریر السوال صریح فی عموم الاختیار الناشئ عن تعمیم التفویض فی المقام عند تدقیق النظر تنکشف غوامض لا تکاد تخفی علی الفقیہ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ

محمد ن المصطفی النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صورت مسئولہ بلکہ تمام صوراوقاف میں از روئے قواعد فقہیہ کے اولا لحاظ شرائط واقف کا تولیت وغیرہ میں اور نیز مصالح قضاۃ واحکام اسلام کا ضرور تھا اور در صورت نہ ہونے امر سابق کے تعامل قدیم از قدیم کا اعتبار بغیر عرف حادث کے پس اگر قدیم سے تفویض تولیت کی رائے متصرفین اوقات پر بصورت تعمیم ثابت ہو پس بیشک وہ جائز ہے جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے۔ حررہ الفقیر عبدالقادر عفی عنہ۔

(حاشیہ متعلق مسئلہ نمبر ۵۵) فتوی بدایوں

سوال:

در صورت کہ جائدادی وقف برائے خانقاہ وزیارت ومسجد ودرگاہ متعلق آستانہ بزرگے از بزرگان دین از قدیم جاری است وعمل معمول متولیان سابق بر ہمین است کہ از اولاد آں بزرگ دو شخص یا زیادہ ازاں متولی می شوند بناء علیہ یکے از متولیان کہ وفات یافتہ در حالت حیات خود برائے تولیت وقف مقبوضۂ خود پسر و پسر پسر دیگر متوفی خود بالمناصفہ بطور وصیت در تولیت شریک فرمودہ پس ایں وصیت صحیح است یا باطل۔

الجواب:

در صورت مسئولہ موافق معمول سابق وصیت مذکورہ برائے شرکت در تولیت بالمناصفہ جائے پسر و پسر پسر متوفی سابق صحیح است کہ مسئلہ ینظر فی الوقف الی العہود السابق بین المسلمین در کتب فقہ رد المحتار وغیرہ مصرح است و وصیت کہ برائے وارث مطلقا باطل است و برائے غیر وارث در زیادہ ثلث باطل است مراد ازاں وصیت در متروکہ مملوکہ موصی است و انہم از رضامندی در ثہ صحیح میگردد کہ حق جملہ وارثان متوفی است و پس ما ہو مصرح فی کتب الفقہ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ حررہ الفقیر الحقیر عبدالقادر عفی عنہ۔

ماذکرہ جناب المجیب فلاشک اذ فیہ مصیب واللہ اعلم

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ

بحمد ن المصطفےٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

(فتویٰ فرنگی محل) ہر چند کہ پسر بوقت وجود پسر از ترکہ میت محروم الارث است مگر شرکتش در وصیت تولیت درست است ہر گاہ متولی تولیت پسر دو شخص کردہ و پسر پسر را ہم شریک کردہ وصیت او نافذ خواہد بود موافق وصیت نامہ مرقومہ متوفی تعمیل کردہ خواہد شد الشئ المفوض لاثنین لا یملکہ احدھما کالوا کیلین والوصیین والناظرین کذا فی الاشباہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ الراجی حضور ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

مسئلہ ۵۶:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بزرگان دین قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم اجمعین سے ایک بزرگ نے کہ اپنے آبائے کرام کے سجادہ نشین اور جائداد وقفیہ درگاہ خانقاہ کے متولی تھے بنام اپنے صاحبزادہ حامد در نبیرہ احمد بن محمد کے وصیت فرمائی کہ بعد میرے متوفی تمام جائداد و مصارف درگاہ خانقاہ اور جملہ امور متعلقہ ریاست درگاہی میں شریک مساوی رہیں اور احمد بن محمد نبیرہ میرا باتفاق اپنے عم مکرم کے تصرفات تولیت عمل لائے۔ بعد انتقال بزرگ موصوف احمد و حامد دونوں نے اس وصیت کو قبول و معتبر رکھا لیکن بعد چند روز کے حامد نے تنہا اپنی تولیت چاہی اور احمد کے ساتھ اتفاق پسند نہ کیا از انجا کہ احمد بن محمد کو حامد کے ساتھ اظہار منازعت منظور نہیں لہذا بنظر حفظ حقوق و رعایت مصالح احمد بن محمد کا قصد اس جانب ہے کہ اپنی حیات میں تولیت اپنی کلاً یا بعضاً بنام ایسے شخص راشد امین کے منتقل کرے کہ حامد کو استقلال بالتصرف سے مانع آئے اور استخراج حقوق شرعیہ کر سکے آیا یہ انتقال احمد کو جائز اور شرط اتفاق کہ وصیت میں مذکور اس کو مانع اور اس فعل میں غرض موصی و حکم وصیت سے عدول ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: متولی اوقاف کا اپنی حیات و عالم صحت میں نقل تولیت کرنا اور

دوسرے کو بجائے اپنے نہ بطریق توکیل بلکہ علی وجہ الاستقلال قائم کر دینا صرف اُس صورت میں روا کہ اس کے لیے تفویض عام و اختیار تام ثابت ہو ورنہ نہیں۔

تنویر الابصار میں ہے:

اراد المتولی اقامۃ غیرہ مقامہ فی حیاتہ ان کان التفویض لہ عاما صح وکلا لا۔

پس اگر احمد بن محمد کے لیے تفویض عام حاصل ہے تو بیشک اُسے نقل تولیت پہنچتا ہے اور جسے وہ اپنی جگہ متولی کر دیگا تمام تصرفات قوامت میں مثل اس کے نفس کے ہو جائیگا اور اُس پر بھی یہی واجب ہوگا کہ باتفاق حامد تصرفات کرے کہ جب وقف واحد پر دو متولی ہوں ان میں کسی کو تنہا تصرف کا اختیار نہیں ہوتا اور بیع و اجارہ و امثال ذلک جو تصرف ایک تنہا کرے گا دوسرے کی اجازت پر موقوف رہیں گے اگر اجازت نہ دے گا باطل ہو جائیں گے اور یہ حکم ایک کے ساتھ مختص نہیں دو ہوں تو دو تین ہوں تو تین جس قدر ہوں ہر واحد استقلال بالتصرف سے شرعاً ممنوع اور اتفاق باہمی سب پر لازم حتمی۔ والمسئلۃ مصرح بہا فی عامۃ المتون والشروح والفتاوی۔ و الفاضل خیر الدین الرملی اکثر ایرادا لہا فی فتاواہ۔ وقال العلامۃ زین بن نجیم المصری فی وکالۃ الاشباہ والشئ مفوض الی اثنین لا یملکہ احدھما کالو کیلین والوصیین والناظرین الخ۔

پس بزرگ موصوف نے کہ احمد بن محمد پر اپنے وصیت نامہ میں حامد کے ساتھ اتفاق شرط کیا بے شرط جہت شرع سے خود لازم تھا اس شرط نے کسی امر زائد کا ایجاب نہ کیا اور اسی طرح شرع مطہر حامد پر فرض کرتی ہے کہ باتفاق احمد کام کرے اور ان میں کوئی مستقل بتولیت و منفرد بتصرف نہ رہے کما ذکرنا لیکن اس لزوم شرطی و وجوب شرعی سے وہ اختیار کہ احمد بن محمد کو تفویض عام سے حاصل ہوا تھا زائل نہیں ہو سکتا۔ فان الشئ لا ینتقض ابطال ما لا ینافیہ۔ ہم کہتے ہیں حامد کو تولیت ثابت احمد کو نا روا رکھنا اور اُس کے ساتھ اتفاق کو کہ شرطاً نہ سہی شرعاً فرض تھا پسند نہ کرنا اور اُسے تحصیل حقوق شرعیہ سے مانع آنا کسے کی جانب سے تعدی ہے لاجرم کیسے گا احمد بلا جرم ہے اب ہم

پوچھتے ہیں پھر حامد کے ترک اتفاق سے احمد کی تولیت باطل ہوگئی لاجرم کہیے گا نہیں۔

ولقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا لا یجنی جان الا علی نفسہ۔ و

قال ربنا تبارک وتعالیٰ ولا تزر وازرۃ وزر اخری۔

اب ہم دریافت کرتے ہیں تولیت مسلم مگر تفویض عام کہ احمد کے لیے ثابت تھی اس نااتفاقی حامد سے زائل ہوگئی لاجرم کہے گا نہیں اور ہاں کہیے تو دلیل کہاں ومن ادعی شیئا فعلیہ البرہان پس جبکہ احمد بدستور متولی صحیح وماذون عام ہے تو کیا وجہ ہے کہ وہ اس تصرف سے مجور اور نقل تولیت سے ممنوع رکھا جاتا ہے مگر تعدی غیر بھی اسباب حجر سے شمار کی جائے گی علمائے تبیین و شرح فتاوی میں جہاں مسئلہ نقل تولیت لکھتے ہیں تفویض عام کے سوا دوسری شرط ذکر نہیں کرتے پھر ہمیں اپنی جانب سے احداث قید کب روا اگر یہ کہیے کہ متولی منقول الیہ حامد سے اتفاق نہ کرے گا اور شرط تولیت اتفاق ہے تو نقل صحیح نہ ہوگی قلنا اب بھی تو حامد و احمد متفق نہیں جب باوجود اس کے یہ دونوں بدستور متولی ہیں تو اگر ان دونوں میں ایک کے عوض شخص ثالث آجائے تو سوا شخص کے اور بھی کچھ بدلا اس کی تولیت کیونکر صحیح نہ ہوگی ظاہرا منشاء اعتراض یہ ہے کہ بزرگ موصوف نے جو ان دونوں کے نام وصیت تولیت کی اس نے انہیں دو کو پسند فرمایا اور اس کا مقصود یہی تھا کہ ازمۂ تصرفات انہیں دو کے ہاتھ رہیں تیسرا مداخلت نہ کرے جب باوجود بقائے صلاحیت ہر دو ایک کے عوض شخص ثالث قائم کیا جاتا ہے تو یہ غرض موصی کے خلاف اور حکم وصیت سے سرتابی ہے قلنا موصی متبع شرع کو رعایت مصالح وقف رعایت وصیین سے بالعزرت اہم و اقدم ہوگی اور اس نے دو کے لیے وصیت نہ کی مگر اس لیے کہ اشتراک آراء کو وقف کے لیے اصلح و انفع سمجھا اور ایک کی رائے پر راضی نہ ہو۔

اوفی العقود الدریۃ مقصودہ اجتماع رائی شخصین فی تعاطی امور

الوقف ولیس رای الواحد کرای الاثنین۔

اب کہ حامد احمد بن محمد کے ساتھ اتفاق نہیں کرتا غرض موصی و مقصود وصیت کے خلاف اس کی طرف منسوب ہوگا نہ احمد کی جانب بلکہ احمد اس نقل تولیت سے تحصیل

غرض اہم میں ساعی ہے کہ خود بلحاظ مصالح خاصہ حامد سے منازعت نہیں چاہتا لہٰذا ایسے شخص کو متولی کرتا ہے کہ اس غرض اہم کو متروک و زائل نہ کرے حامد کو تصرف میں مستبد و مستقل نہ ہونے دے اور استخراج حقوق شرعیہ کر سکے یہ معنی عین تشیت مقصود اعلیٰ و مرام اس نے ہے نہ اُس کے نافی و منافی کما لا یخفی بالجملہ بر تقدیر ثبوت تفویض عام حامد کا اتفاق سے دست کش ہونا اختیارات احمد کا ازالہ نہیں کر سکتا اور صرف اس وجہ بے اصل سے عدم جواز نقل پر نقل و عقل سے کوئی دلیل قائم نہیں بلکہ دلیل اُس کے خلاف پر ناطق واللہ اعلم بجمیع الحقائق و صلی اللہ علی النبی الصدق الصادق سیدنا محمد افضل الخلائق و علی آلہ و صحبہ الذین جہم جنۃ السلام و جنۃ البوائق۔

مسئلہ ۵۷:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل ذیل میں۔

(۱) ایک مسلم جو نماز خلاف معمول بہت جلدی سے پڑھ لیتا تھا اُس کو زجراً ایک اور مسلم نے کہا کیا تو نے نماز کو کوئی کھیل سمجھ رکھا ہے اس پر ایک دوسرے نے کہا اور کیا بظاہر اُس نے بھی زجراً کہا اس کا کیا حکم ہے؟

(۲) کافر مرتد مبتدع بدمذہب فاسق یا اس کو جس کا ان جیسا ہونا قائل کے نزدیک متردد ہو کوئی رشتہ مثل باپ دادا نانا بیٹا بھائی وغیرہ خود اپنا کہتا یا کسی اور مسلم کا کہنا حالانکہ اُن کو کافر مرتد وغیرہ جیسے ہیں ویسا ہی مانے یہ کیسا ہے یا ایسے لوگوں کو ابتداً سلام کہنا یا اُن سے خندہ پیشانی پیش آنا ہنسنا بولنا ایسی دوستی رکھنا جیسے دنیادار ہنسنے بولنے کے لیے رکھتے ہیں اور اسی سلسلہ میں انہیں تحائف روانہ کرنا یا ان کی ایسی تعظیم کرنا کہ وہ آئیں تو کھڑے ہو گئے یا تحریراً تقریراً انہیں عنایت فرمایا کرم فرمایا مشفق مہربان یا جناب صاحب لکھنا یا اسی طرح کے اور برتاؤ اُن سے برتنا جیسے آج کل کثرت سے شائع ہیں خصوصاً ایسوں میں کے دنیاوی باثر لوگوں سے اگرچہ مذہبی نقطۂ نظر سے انہیں ان کے لائق قبیح ہی سمجھیں جائز ہیں یا ناجائز تو کس درجہ کے اور اگر یہ باتیں کسی دینی یا دنیاوی جائز غرض کے حصول کے لیے کریں تو کیا حکم ہے۔ خلاصہ

کلام یہ کہ ایسے لوگوں سے ایسا برتاؤ جس سے وہ خوش ہوں یا اُس میں اپنی تعظیم جانیں اگرچہ فاعل کی نیت اُس تعظیم یا خوشی رہنے کی ہو یا نہ ہو کہاں تک اُس حد تک نہیں پہنچتا کہ فاعل پر بھی خود ان کی طرح حکم کفر یا بدعت وغیرہ کا عائد ہو۔

(۳) بعض لوگ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم پورا نہیں پڑھتے بلکہ عند الحاجۃ جب پڑھتے ہیں صرف لاحول ولاقوۃ پر بے وجہ اقتصار کرتے ہیں یہ اگرچہ سخت قبیح و شنیع ہے مگر اس میں کفر کسی طرح کا بھی نہیں یا کیا اس پورے جملہ کا علم صرف جز تاول مدخول نفی تقرر کرنا کہنا کیسا ہے۔

(۴) نصاری وغیرہ کی کچہریوں اور ان احکام آج کل کے زمانہ والوں کو عدالت یا عادل کہنا اگرچہ سخت حرام ہے اور فقہا نے حکم کفر تک فرمایا اس سے احتراز ضرور ہے مگر دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ حکم کفر مسئلہ مفتی بہا ہے کہ ایسے استعمال کرنے والے کافر ہو جائیں اور اگر ہے تو کیا قطعی کفر ان پر عائد ہے اور قطعی بھی ایسا کہ جو دوسرا انہیں کافر نہ سمجھے اس کے بھی ایمان میں خلل آجائے۔

(۵) کاتب جو اجرت پر کتابت کرتے اور اُس کتابت میں امر خلاف دین ہو اور اُجرت پر چھاپنے شائع کرنے والے اُس کو شائع کریں یا کوئی شخص بے اُجرت محض مروت سے ایسا کرے تو اُس کا کیا حکم ہے یا کوئی شخص صفائی خط کے لیے کوئی قطعہ وغیرہ لکھے اور اُس میں ایسے کلمات بھی نقل کر جائے یا اُن سب صورتوں میں زبان سے پڑھے تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

(۱) اور کیا کچھ کہنے والے پر بھی الزام نہیں جبکہ اُسے بھی اُس سارق نماز پر زجر مقصود ہو۔

(۲) ان لوگوں کو بے ضرورت و مجبوری ابتداء سلام حرام اور بلا وجہ شرعی اُن سے مخالطت اور ظاہری ملاطفت بھی حرام قرآن عظیم میں قعود معہم سے نہی صریح موجود اور حدیث میں اُن سے خندہ پیشانی ملنے پر قلب سے نور ایمان نکل جانے کی وعید افعال تعظیمی مثل

قیام تو اور سخت تر ہیں یہ ہیں کلمات مدح حدیث میں ہے۔

اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتزلہ عرش الرحمٰن۔

دوسری حدیث میں ہے:

لا تقولوا للمنافق یا سید فانہ ان یك سیدکم فقد اسخطتم ربکم عزوجل

باقی دنیوی مراسم جن میں تعظیم و اختلاط نہ ہو اُن میں فاسق کا حکم آسان ہے مصالح دینیہ پر نظر کی جائے گی اور مرتد و مبتدع سے بالکل ممانعت اور ضرورات شرعیہ ہر جگہ مستثنیٰ:

فان الضرورات تبیح المحظورات۔

رشتہ بنانے میں مطلقاً حرج نہیں جیسے عمر بن الخطاب، علی بن ابی طالب۔

مع ان الخطاب وابا طالب لم یسلما۔

اُن کے ساتھ برتاؤ قولاً فعلاً ممنوع ہے بے ضرورت اس کا مرتکب عاصی ہے اُن کا مثل نہیں جب تک اُن کے کفر و بدعت و فسق کو اچھا یا جائز نہ جانے۔

(۳) عند الحاجت صرف لاحول یا لاحول ولا قوۃ پر اقتصار قبیح ہے کفر سے کوئی علاقہ نہیں کہ اپنے حول و قوۃ کی نفی کے لیے ہے علم صرف لاحول کہنا حرج نہیں رکھتا۔

(۴) عدالت بطور علم رائج ہے معنی وضعی مقصود نہیں ہوتے لہٰذا تکفیر ناممکن البتہ عادل کہنا ضرور ہے۔ کلمۂ کفر ہے مگر محض براہ خوشامد ہوتا ہے لہٰذا تجدید اسلام و نکاح کا قائل ہاں خلاف ما انزل کو اعتقاداً عدل جانیں تو قطعی وہی کفر ہے کہ من شك فی کفرہ فقد کفر۔

(۵) القلم احد اللسانین جو زبان سے کہتے پر احکام ہیں وہی قلم پر اور ایسی اُجرت حرام اس کی اشاعت حرام اور ایسی مروت فی النار ہاں جب اعتقاد نہ ہو تو کفر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۸:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ داستان امیر حمزہ میں جو عمرو عیار کا

ذکر ہے یہ عمرو کون ہیں اور ان کی نسبت اُس لفظ کا اطلاق کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

سیدنا عمرو بن اُمیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلۂ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ہیں فیضی بے فیض نے جب داستان حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گڑھا اس میں جہاں صدہا کارنا شائستہ و اطوار نا بایستہ شہ مہ نگار دختر نوشیرواں پر فریفتہ ہو کر راتوں کو اُس کے محل پر کمند ڈال کر جانا اور معاذ اللہ صحبتیں گرم رکھنا عم مکرم حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسد اللہ و اسد رسولہ سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف نسبت کیے یوہیں ہزارہا شہد پن اور مسخرگی کے بیہودہ جتن ان صحابی جلیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب منسوب کر دیے اور انہیں معاذ اللہ عیار زود و طرار کے لقب دے کر بحیلہ داستان جاہل بیچارے تبرائی بنائے یہ اُس مردک کی ناپاک بیباکی اور بیباک ناپاکی اور خدا و رسول پر سخت جرأت تھی مسلمانوں کو ان شیطانی قصتوں خصوصاً اُن ناپاک لفظوں سے احتراز لازم ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

تصدیق بدالبوں ۔ للہ در المجیب ما احسنہ من ناطق بالحق مصیب واللہ العلم

حررہ المفتقر الی اللہ المدعو لعبد المقتدر عفی عنہ۔

مسئلہ ۵۹:

مولنا المعظم والمکرم والمحترم دامت برکاتہم العالیہ۔ پس از آداب و تسلیمات معروض۔ اخبار محض جو شہادت میں نامقبول ہے۔ اس کے معنے اُردو میں کیا ہیں اور شہادت شرعیہ کسے کہتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

کسی بات کی خبر اُن لفظوں سے دینی جو کسی ایسے لفظ سے خالی ہوں جس کا ہونا شریعت مطہرہ نے اُس معاملہ کی شہادت میں ضروری رکھا ہے اخبار محض ہے مثلاً یہ کہنا کہ فلاں جگہ چاند ہوا یا آج چاند لوگوں نے دیکھا اخبار محض ہے کہ رمضان مبارک میں بھی معتبر نہیں اور عید میں بے لفظ اشہد یہ کہنا بھی کہ میں نے چاند دیکھا اخبار محض ہے ہر امر میں

جتنی شرطیں شریعت نے اس پر صحت شہادت کے لیے رکھی ہیں جو شہادت ان کی جامعہ ہو شرعیہ ہے مثلاً زنا میں تین ثقہ عادل مردوں کی شہادت شہادت شرعیہ نہیں ہلال عیدین میں ایک ثقہ عادل کی شہادت شرعیہ نہیں، رمضان مبارک میں دس بیس ہنود و بابیہ روافض نیچریہ قادیانیہ وامثالہم کا ہزار حلفوں کے ساتھ شہادت دینا کہ آج ہم نے اِس مہینہ کا ہلال دیکھا شہادت شرعیہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۰:

شہادت کی دو صورتیں جن میں بلفظ اشہد شہادت دینا ضرور ہے تو کیا خاص یہی لفظ ہو یا اس کا صرف اُردو فارسی وغیرہ کا ترجمہ بھی ہو سکتا ہے جیسے میں شہادت دیتا ہوں یا گواہی دیتا ہوں وغیرہ وغیرہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

ترجمہ بھی کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۱:

روزہ دار سے مجبوراً اکراہ شرعی کر کے کسی نے جماع کیا یا کرایا تو روزہ صرف قضا کرے یا مع کفارہ یا کیا؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

صرف قضا ہے۔ **اقول** اور یہاں اکراہ شرعی کے صرف وہ معنے نہیں کہ قادر کی طرف سے مثلاً قتل یا قطع وغیرہ کی وعید و تخویف ہو جس کا ذکر کتاب الاکراہ میں ہے بلکہ مجبور بے اختیاری بھی مسقط کفارہ ہے اُس کی صورت عورت میں تو ظاہر کہ وہ کمزور ہے پکڑ کر زبردستی علاج کر دیا مرد میں اس کی شکل یہ ہے کہ مریض ہے جنبش کی طاقت نہیں قرب زن سے اس کے آلہ کو انتشار ہوا کہ وہ امر طبعی ہے اس کے دفع پر ہر انسان قادر نہیں عورت کو منع کرتا رہا وہ نہ مانی یہ دفع پر قادر نہ تھا اُس نے زبردستی داخل کر لیا۔ اس صورت میں بھی مرد پر صرف قضا ہے۔

یدل علیہ قول الفتح مستدلا علی وجوب الکفارۃ ذلک اما سارۃ

الاختیار فعلم ان لا کفارۃ ولا اختیار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۲:

کانوں میں پانی چلا جانا یا خود اُس کا ڈال لینا جو ناقص صوم نہیں ہے کیا یہی حکم ہے اگرچہ دماغ تک پانی پہنچ جائے یا اب کچھ اور۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

پانی اگر خود چلا جائے اگرچہ دماغ تک بالاتفاق روزہ نہ جائے گا اور اگر یہ ڈالے اور کان کے اندر جوف تک پہنچائے تو اختلاف تصحیح ہے اور فقیر کے نزدیک راجح افطار۔ ردالمحتار میں ہدایہ و تبیین و محیط و دوا البحیہ سے عدم الفطر اور خانیہ و بزازیہ و فتح و برہان سے فطر کی ترجیح نقل کی اُس پر حاشیۂ فقیر میں ہے:

اقول: معلوم ان تصحیحہ قاضی خان مقدم لانہ فقیہ النفس علی ما فی دلیل الفطر من القوۃ الا تری ان من غیب حشفۃ فی دبر دابۃ وھی فرجھا افطر مع عدم صلاح البدن فی ذلک۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحمد المصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تمت

پرنٹر: سید صابر علی مشہور آفسٹ پریس کراچی ۱

اَلصَّلٰوۃُ والسَّلامُ عَلیکَ یَا رسُولَ اللّٰہ
وَعَلٰی آلِکَ وَ اَصحَابِکَ یَا حَبِیبَ اللّٰہ

ہمارے ہاں

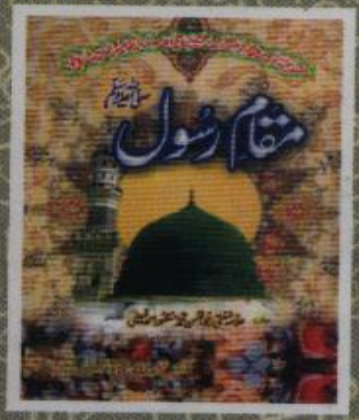
ہر قسم کے قرآن پاک و ہر قسم کی
اسلامی کتابیں تھوک و پرچون
خریدنے کے لئے

کتب خانہ حاجی نیاز احمد

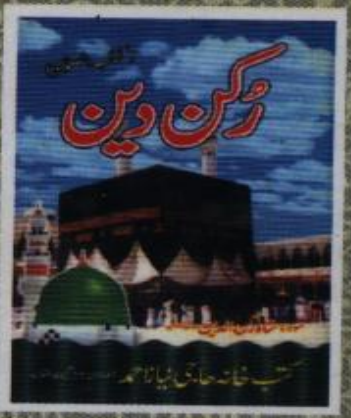
پر تشریف لائیں

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

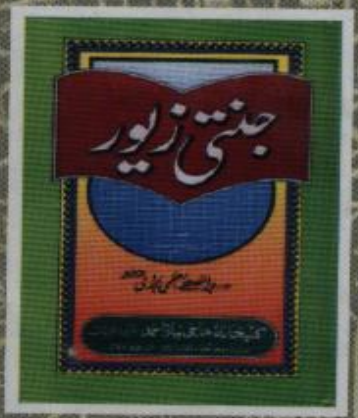
ہماری چند خوبصورت کتابیں

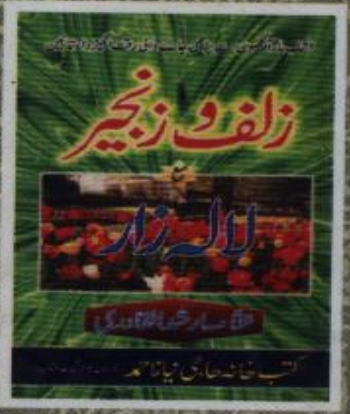


















کتب خانہ حاجی نیاز احمد

ناشران تاجران کتب

اندرون بوہڑ گیٹ ملتان فون: 571218